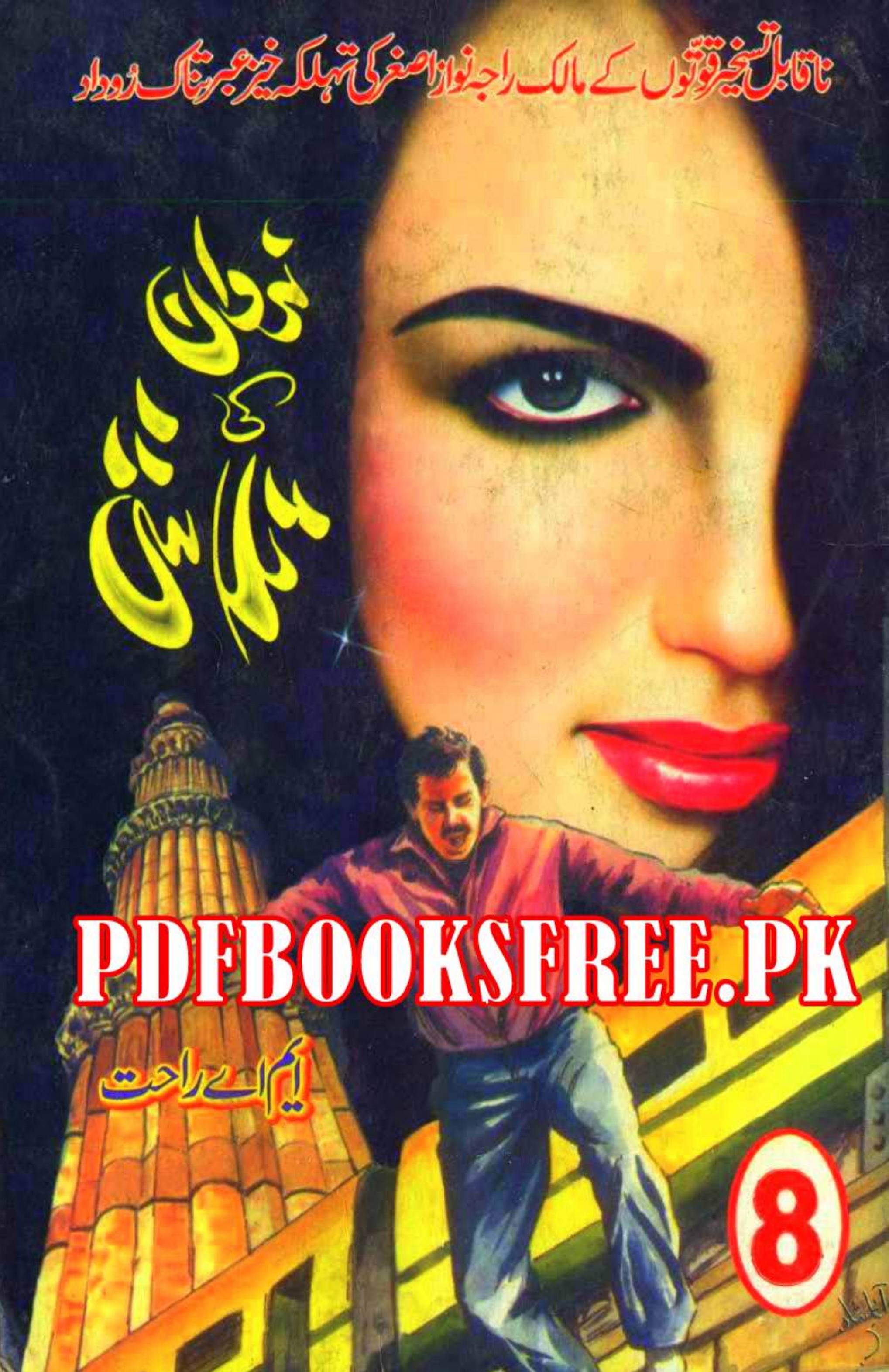
ناقابلِ تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک روداد
نروان کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت
8

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوریشو کا خطرہ کافی زبردست تھا۔ اس کے علاوہ ان کو شک تھا کہ وہ کہیں کوئی حملہ نہ کر دے۔ اور انہیں نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ وہ سب دن رات محتاط تھے۔

بنی مستقلاً" مکلینو کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ وقتی طور پر مجھے فراموش کر چکی ہو۔

لیکن میں ابھی حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بلاشبہ جس انداز میں یہ سارے حالات بدلے تھے وہ غیر متوقع تھا۔ اور مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ صورتحال ایسی عجیب و غریب ہو جائے گی اور مکلینو اس انداز میں پھر میرے ساتھ ہی آکھڑا ہو گا۔

بنی کے تھوڑے سے تبدیل ہو جانے کی وجہ بھی غیر فطری نہیں تھی البتہ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں سے سردارے کی تلاش میں کیا مدد لی جا سکتی ہے۔

فی الحال میرے ذہن میں یہ تھا کہ ڈکسن والی حیثیت کو میں تبدیل نہ کروں کیونکہ اس حیثیت سے میں اس جزیرے پر محفوظ تھا اور اس طرح میری ذات کو کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔ یہاں موجود جتنے لوگ تھے' وہ سب مجھے ڈکسن ہی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ کسی کو ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا اور بہرحال یہ اچھی ہی بات تھی۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بنی میرے ساتھ تھی اور اسے میری حیثیت معلوم تھی اور فی الوقت یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مکلینو کی قائم مقام بنی ہی ہو۔

ہم لوگ بنی کے احکامات کی پابندی بالکل اسی طرح کر رہے تھے جیسے وہ مکلینو کا حکم ہو۔ موجود اشخاص میں سے کوئی بھی بنی کے احکامات کو رد نہیں کرتا تھا۔

ان حالات میں' میں نے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا ضروری نہ سمجھا ہاں اگر حالات میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی تو اس صورت میں' میں اپنے بارے میں مختلف انداز سے سوچ سکتا تھا۔

ظاہر ہے ان حالات میں نہ تو مجھے بنی کی ضرورت تھی اور نہ ہی مکلینو کی ------ اور میرا تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا۔ میں صرف سردارے کی تلاش میں تھا۔ وہ مجھے کسی بھی لمحے مل جاتا تو میں اسی وقت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روانہ ہو جاتا۔ بھلا مجھے ان لوگوں کی کیا پرواہ تھی۔

باقی رہا میری آیندہ زندگی اور آیندہ مسائل کا مسئلہ تو یہ مسئلہ آج تک ہموار ہوا ہی نہ تھا۔ میں نے کبھی زندگی کے لیے صحیح راستوں کا تعین نہیں کیا تھا اور جب کوئی منزل ہی نہیں تھی تو پھر راستوں کی تلاش کیا معنی رکھتی تھی۔

سردارے اگر مل جاتا تو ٹھیک تھا اور اگر وہ نہ ملتا اور مارا جاتا تو پھر تنہا زندگی گذارنی ہے' جیسا کہ شروع سے چلا آ رہا تھا۔ سردارے کی حیثیت بہرحال کافی حد تک دلکش تھی۔

سردارے ایک اچھے دوست کی حیثیت سے دوسروں سے نمایاں مقام رکھتا تھا اور کم از کم اس کی ذات پر مکمل بھروسہ کر سکتا تھا۔

اور اگر ایک بھروسے والی ذات بھی ختم ہو جاتی تو میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ میری سرشت کے خلاف تھا۔

جہاں تک زندگی کا مسئلہ تھا' وہ جس رنگ میں گذر رہی تھی' بہتر تھا کیونکہ مجھے اب زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

کئی روز گذر گئے دوسرے لوگوں کے ساتھ میری اپنی رہائش گاہ بھی تھی اور بنی حتیٰ الامکان جب بھی مکلینو کی تیمارداری سے ذرا فرصت پاتی تو مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

وہ میرا پورا پورا خیال رکھنے کی کوشش کرتی لیکن اب میں محسوس کرتا تھا کہ اس کے اندر بے پناہ تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب عام طور سے اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے عاری ہوتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو احکامات دیتے ہوئے وہ انتہائی بردبار اور سنجیدہ نظر آتی تھی لیکن ابھی تک میں محسوس نہیں کر سکا تھا کہ میرے بارے میں اس کا نظریہ کیا ہے؟

لیکن میں نے اس بات پر ضرور غور کیا تھا کہ اب وہ اپنے گروہ سے مخلص ہے اور اس کے انداز میں ایسی تبدیلی آ چکی ہے جو اس سے پہلے محسوس نہیں کی گئی۔

یہ تبدیلی میرے لیے نہیں تھی' میرے ساتھ وہ اتنی ہی پرخلوص اور پر محبت تھی اور میری زندگی اسے ابھی تک عزیز تھی کیونکہ وہ میری لائف کی حفاظت کا خیال بھی رکھتی تھی لیکن شاید یہ میرے اپنے احساسات تھے میں نے اکثر محسوس کیا کہ وہ اندرونی طور پر ایک عجیب سی کش مکش کا شکار ہے لیکن اس کے بارے میں' میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

وہ کش مکش کیا تھی' مجھے اس بارے میں معلوم نہیں تھا اور میں نے اس سے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

مکلینو اب صحت یاب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے آج تک کسی سے کوئی گفتگو نہ کی تھی۔ اس سے بہت سے سوالات کیے جاتے تھے لیکن وہ عام طور سے خاموش رہتا تھا۔

نہ جانے کیوں؟ لیکن ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ممکن ہے مکلینو پر ذہنی طور سے کوئی اثر ہوا ہے کیونکہ چوٹ اس کے دماغ پر لگی تھی۔

بنی جب ڈاکٹرز کی یہ باتیں سنتی تو وہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ اس کا چہرہ ستا جاتا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

اور وہ سسکیاں لے کر روتی تھی۔ پھر انہی دنوں وہ ایک شام مجھے تنہا مل گئی۔ جس عمارت میں مکلینو کو رکھا کو رکھا گیا تھا' اس کے پائیں باغ میں پھولوں کے کنج کے نزدیک خاموش کھڑی تھی اور اتفاقاً" میں بھی ادھر پہنچ گیا۔

میرے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور اس کے چہرے پر کسی قدر خوش گوار تاثرات پیدا ہو گئے۔

"ہیلو بنی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو نواز! آؤ۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت کچھ نواز۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بنی! سب سے پہلے تو یہ بات بتاؤ کہ کیا میں تمہاری تنہائی میں مخل ہوا ہوں؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو نواز' میری تنہائیوں میں تمہاری آمد اجنبی تو نہیں ہے۔" بنی ہلکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ممکن ہے ہو گئی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا بنی لیکن مجھے تمہارے اندر کافی تبدیلیاں محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟ کیسی تبدیلیاں؟ کیا ان سے تم نے کوئی برا تاثر لیا ہے؟" بنی نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' البتہ میں تمہارے بارے میں سوچنے لگا ہوں۔"

"نواز کیسی باتیں کر رہے ہو؟" بنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اور کیسی باتیں کروں بنی' کیا تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں؟"

"اوہ نواز' میری زندگی کا یہ موڑ کیا غیر متوقع نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر کیا یہ تبدیلی غیر فطری کہی جا سکتی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے پورے خلوص سے جواب دیا۔

"تو نواز' تم تو اس سلسلے میں شکایت نہ کرو۔ میری پریشانیوں پر غور کرو۔ یہ پریشانیاں میرے ذہن پر مسلط ہو کر مجھے پژمردہ کر دیتی ہیں تو تم اس سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ برائے مہربانی نواز------" بنی پر محبت لہجے میں بولی۔

"نہیں بنی' میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں' البتہ تم سے باتیں ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز۔"

"اس وقت تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت سی الجھنیں میرے ذہن میں ہیں نواز۔ عجیب غریب حالات کا شکار ہو گئی ہوں اور تم دیکھ

رہے ہو کہ پپا کی حالت کیا ہے۔ وہ کسی سے نہیں بولتے' بالکل خاموش رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مجھ سے بھی نہیں بولتے حالانکہ ان کے چہرے کے تاثرات' ان کے ہاتھوں کی اضطرابی کیفیت سے میں یہ اندازہ لگا سکتی ہوں کہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ سکتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں وہ اس قدر خاموش ہیں' حالانکہ ان کی قوت گویائی بھی درست ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ الفاظ ادا کرتے ہیں لیکن وہ صرف ان کی اس ضرورت سے متعلق ہوتے ہیں جو انہیں درپیش ہوتی ہے اس کے علاوہ نہ وہ کسی سوال کا جواب دیتے ہیں اور نہ خود کوئی بات کرتے ہیں۔"

"ہاں بنی' یہ بھی تو ممکن ہے کہ مکلینو کا ذہن کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو' وہ کچھ فیصلے کر رہے ہوں۔" میں نے کہا۔

"مگر وہ مجھ سے بھی بات نہیں کرتے؟"

"شاید اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہو۔"

"اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے نواز؟"

"بنی' ممکن ہے وہ تمہارے کردار کے بارے میں بھی سوچتے ہوں۔" میں نے بھرپور وار کیا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟"

"ممکن ہے اب ان حالات سے فارغ ہونے کے بعد یعنی سکون ملنے کے بعد انہوں نے ہوریشو کی باتوں پر غور کیا ہو۔ کیا وہ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ کیا بنی ان سے کسی قسم کی بے وفائی کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیا ہوریشو نے درست کہا ہے کہ میرے تعلقات تم سے ایسے ہی ہیں جیسا کہ ان سے ذکر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ اسی سوچ میں مبتلا ہوں۔"

"لیکن وہ اس بارے میں مجھ سے سوالات تو کر سکتے ہیں نواز۔" بنی نے ویران آنکھوں کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بنی' مکلینو بہرحال ایک ذہین انسان ہے' ممکن ہے وہ براہ راست سوالات کرنا پسند نہ کرتا ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میں ان حالات سے بہت پریشان ہوں نواز۔"

"کیوں بنی؟"

"دیکھو نا میری شخصیت کس بری طرح مجروح ہو رہی ہے۔ میں نہ تو تمہارے بارے میں سوچ سکتی ہوں اور نہ ہی پپا کے بارے میں۔ میں عجیب و غریب دوراہے پر کھڑی ہوں اور عجیب و غریب ہی کشمکش کا شکار ہوں۔"

"میں تمہیں اس سلسلے میں مشورہ دے سکتا ہوں بنی۔"

"ہاں نواز لیکن بات ایسی ہے کہ میں تم سے مشورہ بھی نہیں کر سکتی۔"

"اوہ۔ تب میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں بنی۔" میں نے سرد سے بے جان لہجے میں کہا اور بنی ایک دم جذباتی ہو گئی۔

"نہیں نواز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ میری زندگی میں تم بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو' ایک ایسی حیثیت جس کو نظرانداز کرنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں۔ تب بنی آگے بڑھی۔ اس نے بڑے پیار سے مکلینو کے چہرے کو اوپر اٹھایا اور اس پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "پپا ----- پپا! کیا بات ہے' آپ اب بھی نہیں بولیں گے؟"

"نہیں بنی ----- نہ بولنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" مکلینو نے آہستہ سے بنی کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"پھر پپا ----- کیا بات ہے آپ خوش نہیں ہوئے؟"

"خوش -----" مکلینو نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہاں پپا! آپ خوش کیوں نہیں ہیں؟"

"بات دراصل یہ ہے میری بچی کہ میں اپنے ایک مضبوط ارادے میں ناکام ہو گیا ہوں۔" مکلینو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھی پپا!"

"ان تمام دنوں میں میری بیٹی! میں سوچتا رہا ہوں کہ صحت یاب ہونے کے بعد میں ہوریشو کے وفاداروں کو کس طرح چن چن کر ہلاک کروں گا اور ہوریشو کا نام و نشان کس طرح سے اس زمین سے مٹاؤں گا اور اس سے کس طرح انتقام لوں گا۔ یہ سارے پروگرام میرے ذہن میں ترتیب پاتے رہے ہیں لیکن لیکن -----" مکلینو دردانگیز انداز میں خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا پپا؟" بنی پریشان لہجے میں بولی۔

"بنی! میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں دیکھ نہیں سکتا۔" مکلینو نے سرد لہجے میں کہا اور کمرے میں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔

ڈاکٹر اس کی آنکھوں پر جھک گئے لیکن مکلینو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ "ٹھہر جاؤ۔ ان کاموں کے لئے بہت وقت باقی ہے۔ مجھے بات کر لینے دو۔"

"پپا ----- پپا -----" بنی بڑے کرب سے چلائی۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پپا؟" وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی اور اس نے مکلینو کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"سر کی چوٹ تھی بنی! بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اور میری بچی! میری خاموشی بے مقصد نہیں تھی۔ میرے ذہن میں یہی خیال بھی تھا کہ ممکن ہے اب میں دوبارہ دنیا کو نہ دیکھ سکوں۔ البتہ مجھے اپنے ذہنی توازن کا یقین تھا کہ یہ قائم رہے گا۔ اب دوسری چیز آنکھوں کی بینائی ہی ہو سکتی تھی اور میرا خدشہ درست ہی نکلا۔"

"اوہ مسٹر مکلینو! آپ فکر مند نہ ہوں۔ ہم آپ کی آنکھوں کا ----- بجلی سے علاج کریں گے اور آپ کی بینائی واپس آ جائے گی۔"

"شاید۔"

"شاید نہیں پپا ----- یقیناً یقیناً۔" بنی نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بنی! لیکن تم یہ سوچو کہ اس دوران ہوریشو کہاں سے کہاں نکل جائے گا۔"

"اوہ پپا! میں موجود ہوں۔ میں آپ کی زیر ہدایت کام کروں گی اور ہر وہ کام پورا کروں گی جو آپ نے سوچا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ۔" مکلینو کے چہرے پر کسی قدر تبدیلی نظر آئی اور اس نے بنی کی کلائی مضبوطی سے پکڑ لی۔

"ہاں پپا! آپ مجھ پر اعتماد رکھیں۔ میں یقینی طور پر آپ کے کاموں کو پورا کرنے کے سلسلے میں آپ کی معاون ہوں گی۔"

"تم ------ ہاں بنی! تم واقعی یہ کام کر سکتی ہو۔ تم یہ کام کر سکتی ہو۔ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ میری بیٹی میرے پاس موجود ہے اور وہ میرا مشن پورا کر سکتی ہے۔"

"پپا! تم بے فکر رہو۔ میں اس کالے کتے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" بنی نے دانت پیس کر کہا اور مکلینو کے چہرے پر کسی قدر خوشی کے آثار نظر آئے۔

میں خاموش کھڑا بنی کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب صورت حال کافی بدل جائے گی۔

بنی کے ذہن میں جو جذبہ پیدا ہوا ہے وہ ظاہر ہے میرے مفاد کے خلاف تھا۔ وہ مجھ سے یہی کہے گی کہ میں ہوریشو سے انتقام لینے میں اس کی مدد کروں اور بہرصورت یہ درست ہے کہ ہوریشو میرا شکار تھا۔ میں اس سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن اس کے لئے میں بنی کا غلام نہیں بن سکتا تھا۔ یہ بات تو میری فطرت کے ہی خلاف تھی۔

میں آزاد تھا اور آزاد اور تنہا ہی رہنا چاہتا تھا اور میں اسی طرح بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب مجھے یہ سوچنا تھا کہ بنی سے آخری بات کر کے یہ جزیرہ کب چھوڑوں اور سردارے کے بارے میں مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ یا تو مارا گیا ہے کسی ایسی گمنام جگہ جہاں اس کی لاش دستیاب نہ ہو سکی یا پھر وہ جزیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اب میں اس کی تلاش میں زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اب جلد از جلد پوائنٹ فور سے نکل جانا ہے۔ سو میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو میں بھی وہاں سے نکل آیا۔

مکلینو درحقیقت اندھا ہو چکا تھا۔ اس وقت میں اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا جب بنی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

میں نے اسے دیکھا اور چائے کا کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ "آؤ بنی!" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

اس نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ "میرے لئے بھی چائے منگواؤ۔ نواز ------" اس نے کہا اور میں نے ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد بنی کے سامنے بھی چائے پہنچ گئی۔ اس دوران بنی خاموشی سے سر جھکائے کچھ سوچتی رہی تھی۔

"تم پریشان نظر آ رہی ہو بنی ------" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"کیا میرے لئے یہ شدید ترین پریشانی کی بات نہیں ہے نواز!" اس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بنی۔"

"مکلینو اندھا ہو چکا ہے نواز ------ کیا اس کی حالت قابل رحم نہیں ہے؟"

"ہے بنی! کیوں نہیں ------"

"ایسی صورت میں کیا میں اسے چھوڑ سکتی ہوں؟"

"میرا خیال ہے نہ تو یہ مناسب ہے اور نہ ممکن۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر ہم کیا کریں نواز!"

"بنی! تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے اسے صاف صاف کہہ دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ نواز! کیا کہوں ------ کیسے کہوں؟"

"بنی! جو کہنا ہے کہو' اس لئے کہ حالات میری نگاہ میں بھی ہیں۔"

"نواز! میرے ذہن میں ایک شدید الجھن ہے۔"

"کیا ------؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس وقت تک میرا ساتھ دے سکتے ہو جب تک کہ مکلینو کی آنکھیں درست نہ ہو جائیں؟" بنی نے کہا۔

"کس انداز میں بنی؟"

"کیا تم میرے ساتھ اسی حیثیت سے رہ سکتے ہو؟"

"اس بات کا کیا جواب چاہتی ہو؟"

"وہ جو حقیقت پر مبنی ہو۔" بنی نے بھی صاف لہجے میں کہا۔

"تو بنی! میرے لئے یہ مشکل ہے۔"

"اوہ ضرور ہو گا۔ میں جانتی ہوں کہ تم الجھنوں میں رہنا پسند نہ کرو گے۔ تم آزاد دنیا کے آزاد انسان ہو اور اگر میں تمہیں روکنا بھی چاہوں تو یہ میرے لئے مشکل ہو گا۔"

"ہاں بنی! تمہارا خیال درست ہے۔ یہ صرف میرے خلوص کا ثبوت ہے کہ میں نے وہ بات تمہیں بتا دی جو میرے ذہن میں ہے۔ میں بہت زیادہ عرصے یہاں نہ رہ سکوں گا۔ میری انتہائی کوشش ہو گی کہ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں۔"

"نواز! مجھ پر بھروسہ نہیں رہا کیا؟"

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"کیا میں تمہیں یہاں سے نکلنے میں مدد نہ دوں گی؟"

"شکریہ بنی! میرا خیال ہے کہ تم ایسا کرو گی۔"

"ضرور کروں گی نواز ------ میرا فرض مجھے روک رہا ہے اور میں نے محبت کو فرض پر قربان کر دیا ہے کہ کبھی کبھی یوں بھی جیا جاتا ہے۔ مکلینو اگر اندھا نہ ہوتا تو میں ایک بار پھر اسے دھوکا دینے کی کوشش کرتی اور خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جاتی۔ میں نے تمہارے دل کو ٹٹولا ہے۔ اگر تم میرے لئے اپنے ذہن میں اتنی گنجائش پاتے ہو جتنی کہ تمہارے لئے میرے دل و ذہن میں ہے تو پھر میرے پاس رک جاؤ اور اگر تم نہیں رک سکتے تو میں کسی بھی طور تمہیں مجبور نہیں کر سکتی ------ میں مکلینو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ ہی رہوں گی نواز ـــــــ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔"

"ٹھیک ہے بنی! میں تمہیں سوچ کر جواب دوں گا۔"

"نہیں نواز ـــــــ ابھی اور اسی وقت۔"

"بنی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں ہر قیمت پر یہاں سے جانا چاہتا ہوں تو تمہارا رویہ کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا رویہ ـــــــ نواز! میں آخری بار تم سے کہہ رہی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو اور آخری بھی ـــــــ تم کہیں بھی رہو گے میں تمہیں ہمیشہ چاہتی رہوں گی خواہ تم میرے پاس ہو یا نہ ہو ـــــــ اگر تم میرے ساتھ رہتے تو بنی صرف ایک عورت رہتی۔ ایک ایسی عورت جو اپنا محبوب رکھتی ہے اور اس کی پناہ میں رہتی ہے۔ اور تمہارے جانے کے بعد وہ صرف ایک خطرناک انتقام ہو گی۔ وہ ہوریشو سے انتقام لے گی اور اگر اس کے بعد مکلینو کی آنکھیں درست ہو گئیں تو اس کے بعد بنی کا آخری مشن تمہاری تلاش ہو گا۔ تم کہیں بھی چلے جاؤ نواز! میں تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کروں گی........ لیکن اسی وقت نواز جب اپنے مشن سے فارغ ہو گئی تو۔" بنی نے درد بھرے انداز میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے وہ اتنی صاف دلی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں کس طرح اسے دھوکا دے سکتا تھا ـــــــ میں اسے جھوٹا دلاسہ دے کر مزید بیوقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ سو میں خاموش رہا۔

میں نے اسے رونے دیا اور وہ کافی دیر تک روتی رہی۔ پھر خاموش ہو گئی۔ "تو نواز! تم کہاں جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں ہے بنی ـــــــ نہیں کہہ سکتا کہاں جاؤں گا۔ اب تو مجھے اپنے دوست کی زندگی کی طرف سے بھی مایوسی ہو چکی ہے۔ بہرحال میں آوارہ گرد ہوں کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ تم میرے لئے اس قدر پریشان نہ ہو بنی۔"

میں نے جواب دیا اور بنی بسورتی رہی۔ میں نے دل ہی دل میں یہ سوچا تھا کہ اب یہاں رکنا تقریباً بے کار ہی ہے۔ جو کچھ ہو گیا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے وہی بہتر ہے۔ تب میں نے بنی کو ایک اور پیشکش کی۔

"بنی! میں تم سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز! کہو ـــــــ" بنی نے جواب دیا۔

"مکلینو سے میں نے جو کچھ لیا ہے اسے واپس کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میں تمہیں ساری تفصیلات نوٹ کرائے دیتا ہوں۔ تم ان بنکوں سے اپنی رقومات وصول کر لینا۔" میں نے کہا اور بنی ٹوٹے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔

"نواز! اب بھی یہ بات کہہ رہے ہو؟" وہ درد بھرے انداز میں بولی۔

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"نواز! میں بتا چکی ہوں کہ بات صرف مکلینو کی آن کی تھی۔ اس نے اپنی آن کے لئے تم دونوں کو شکست دینی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد اس کی کیا آن رہ گئی۔

تم نے دیکھا نواز ـــــــ ہوریشو نے اس سے غداری کی ہے شدید تر غداری ـــــــ میں نہیں کہہ سکتی کہ مکلینو صحت یاب ہونے کے بعد اس بات کو کس حد تک محسوس کرے گا۔ اگر وہ اندھا نہ ہوتا تو شاید اسے اپنی بے بسی کا احساس نہ ہوتا۔ لیکن اب تو وہ بے بس بھی ہو گیا ہے۔

لیکن اب تم ہی بتاؤ نواز ـــــــ ہوریشو کو شکست دینے میں یا اس سے انتقام لینے میں مکلینو کیا عملی اقدام کر سکتا ہے؟ رہا دولت کا مسئلہ' تو نواز! یقین کرو ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور مکلینو یقیناً اس کے لئے پریشان نہیں ہو سکتا۔"

"پھر بھی بنی! میرا دل نہیں چاہتا کہ اب میں تمہاری دولت لے کر جاؤں۔" میں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"نواز ـــــــ تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اگر کبھی زندگی میں میں تم سے مل گئی تو اس دولت کو میں تم سے واپس لے لوں گی ورنہ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے ہی بنی سے پوچھا۔ "تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم جس وقت یہاں سے نکلنا چاہو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔" بنی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ بمشکل تمام اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھی۔ یہ جملے کہتے ہوئے اس کی جو کیفیت تھی مجھے اس کا صحیح اندازہ تو نہیں تھا تاہم میں اسے محسوس کر سکتا تھا۔ میں اتنا سوچ سکتا تھا کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ میں ڈکسن کی حیثیت سے ہمیشہ اس کے پاس رہوں۔ لیکن میرے لئے یہ سب کچھ ناممکن تھا۔ میں کسی ایک عورت کے لئے خود کو وقف نہیں کر سکتا تھا۔

میری زندگی میں کون نہیں آیا ہے' بے شمار لوگ ایسے تھے جنہوں نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ ایسی لڑکیاں بھی تھیں جو مجھ پر جان دینے کو تیار تھیں۔ لیکن مجھے کسی عورت کے ساتھ زندگی وابستہ نہیں کرنی تھی۔

اگر میں کسی عورت کے ساتھ زندگی گزارنا ہی چاہتا تو زرتاش کیا بری تھی۔ ایک حسین ترین لڑکی جو صحیح معنوں میں بنی سے زیادہ مظلوم تھی۔ اس کا پوری دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ بنی تو پھر بھی مکلینو کی بیٹی تھی۔

کروڑوں روپے کی جائیداد اور لاکھوں کی مالک ـــــــ اسے زندگی گزارنے میں کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں جبکہ زرتاش کی زندگی کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ اس کی زندگی کسی سہارے کی منتظر تھی۔ لیکن میں کسی کو سہارا دینے کے لئے سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میں ان لائنوں سے بہت دور نکل آیا تھا۔

چنانچہ میں نے بنی سے کہہ دیا کہ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ وہ جب بھی چاہے میرے لئے انتظام کر دے۔

"تو کیا نواز ـــــــ تم کچھ دن بھی نہیں رہو گے؟" بنی نے پوچھا۔

"نہیں بنی! یہ سب فضول ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

بنی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔ بہرصورت دوسرے روز بنی کی ایک ملازمہ میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاس آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ بنی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ میں بنی کے پاس جانے کے لئے ضروری تیاریاں کرنے لگا۔

جلد ہی میں بنی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بنی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے حیرت ہوئی۔

اس وقت اس کے چہرے پر عجیب سی خشونت نظر آرہی تھی۔ بالکل بدلا بدلا سا انداز تھا۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"مسٹر ڈکسن! آپ ایک ضروری کام سے بھیجے جارہے ہیں۔ براہ کرم جو ہدایات میں آپ کو دوں، آپ ان پر عمل کریں۔"

"بہتر ہے مادام۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور بنی نے اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ میں مسٹر ڈکسن سے بات کررہی ہوں۔"

"یس باس۔" لڑکی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تب بنی نے میری طرف دیکھا لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے آپ کے لئے انتظام کردیا ہے مسٹر نواز! ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر سویڈن پہنچ جائے گا۔ سویڈن میں آپ جس قسم کی مراعات چاہیں، ریگ اسٹور سے حاصل کرسکتے ہیں۔ میں اسٹورز کے مالک مسٹر گراہم کے نام آپ کو ایک خط دے دوں گی۔"

"بہت بہتر بنی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کتنی دیر میں روانہ ہونے کی تیاریاں کرسکتے ہیں؟"

"جس وقت آپ کہیں۔"

"میری طرف سے آپ کو اجازت ہے مسٹر نواز ------ ہیلی کاپٹر بھی تیار ہے۔" بنی اسی لہجے میں بولی۔ نہ جانے اسے کیا ہوگیا تھا۔

"بہت بہتر مس بنی۔" میں نے کہا اور گردن جھکا کر باہر نکل آیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

ویسے میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ غم کی انتہا ہے۔ لیکن وہ خود پر قابو پاچکی تھی اور بہرصورت یہ اس کی خوبی تھی۔

ایک لمحے کے لئے میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی اُمڈی تھی۔ لیکن ہمدردیوں نے کسی کو کیا دیا ہے جو میں مزید اس کے ساتھ کوئی ہمدردی کرتا۔

میں باہر نکل آیا اور پھر یہاں سے روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ مجھے خود بھی احساس تھا کہ اوسلو میں میرا رہنا اب بالکل بے کار ہے۔ یہاں مجھے کوئی کام نہ تھا۔ صرف ایک سردارے تھا جس کی تلاش میں میں یہاں رکا ہوا تھا۔ میں نے اسے تلاش کرنے کی بیحد کوشش کی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سردارے کا وجود اب اس دنیا میں نہ ہو۔

ہونہہ ----- مرگیا تو مرجائے مجھے کون سی پرواہ ہے۔ ظاہر ہے زندگی کسی کے قابو میں نہیں ہوتی۔ میں نہ کسی کو مرنے سے روک سکتا تھا اور نہ ہی خود کو مرنے سے ------ جب ہم اپنی سانسوں پر

ذات میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے۔ میں تم سے کیا سوالات کروں جبکہ وہ سوالات میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہیں۔"

"تم غور کرلو بنی مجھے تمہاری کسی سوچ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نواز، اس سوچ میں کوئی برا تاثر نہیں ہے، میں ہر حالت میں تمہیں مد نگاہ رکھتی ہوں، براہ کرم ایسی کوئی بات نہ سوچو۔"

"ٹھیک ہے بنی، میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں سوچوں گا، اس لیے کہ میں تمہاری الجھنوں میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں اس کے ساتھ ساتھ تمہیں ایک پیش کش بھی کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پیش کش؟" بنی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بنی!"

"کیا نواز؟"

"تم اگر حالات میں الجھ رہی ہو اور میرے لیے کچھ نہیں کرسکتیں تو بنی بے فکر رہو میں تمہیں اس کی تکلیف بھی نہ دوں گا۔"

"نواز! تمہارے ان خیالات سے تمہاری ناراضگی ظاہر ہورہی ہے۔"

"نہیں بنی۔ تمہاری سوچ کا انداز مختلف ہے۔ بہت ساری باتوں میں، میں بھی اسی انداز میں سوچ سکتا ہوں جس طرح تم سوچتی ہو۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تمہاری الجھنیں کافی بڑھ گئی ہیں، تمہاری ذمہ داریاں بھی کافی بڑھ گئی ہیں۔ تم جس انداز میں اپنے گروہ کو ہینڈل کررہی ہو، میرا خیال ہے اس سے تمہیں اپنی ذمہ داری کا مکمل احساس ہوتا ہوگا۔

مکلینو اس وقت ان لوگوں کو حکم دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور جس طرح تم اس کے قائم مقام کی حیثیت سے احکامات صادر کررہی ہو، اس سے مکلینو کو بھی بڑی ڈھارس ہوگئی اور وہ سوچ رہا ہوگا کہ اگر وہ کسی طرح معذور رہے تو اس کا کام بنی بخوبی سنبھال سکتی ہے۔" میں نے بنی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن نواز اس صورت میں تم ------"

"میری بات چھوڑو بنی، میں دوسری قسم کا انسان ہوں، مجھ سے اس قسم کی گفتگو نہ کرو۔"

"نواز! تم مجھ سے ناراض سے ہو؟"

"نہیں بنی۔ ایک بار پھر کہتا ہوں بلکہ تم اسے آخری بار سمجھو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی انسان ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنے آپ میں اس طرح الجھ جاتا ہے کہ بہت سے مسائل اس کے لیے آکھڑے ہوتے ہیں، مجھے تمہارے مسائل کا بھی پورا پورا احساس ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم اس طرح نہ سوچو کہ میں تم سے ناراض ہوں، البتہ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا تعاون کروں؟"

"نواز! جب تم مجھے اس پوزیشن میں لے آئے ہو تو میں تم سے چند باتیں اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بنی کرو۔ میں حاضر ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پپا ٹھیک تو ہو جائیں گے لیکن ہمیں وہ کسی طور اجازت نہیں دیں گے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔"

"ہاں بنی مجھے اندازہ ہے۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گے نواز؟"

"نہیں سمجھا بنی؟"

"کیا تم ڈکسن کی حیثیت سے ایک طویل عرصے تک یہاں رہ سکتے ہو؟" بنی نے گہرے لہجے میں پوچھا۔

"طویل عرصے سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟" میں نے پوچھا۔

"اتنے طویل عرصے تک نواز جب تک کہ ہمیں ضرورت ہو۔ میرا مطلب ہے دس سال، پندرہ سال، بیس سال۔"

"اوہ بنی نہیں۔ میں تمہیں کسی فریب میں نہیں رکھوں گا۔ میں اتنے عرصے اس حیثیت سے یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم خود غور کرو جس انسان کی اپنی شخصیت کھو جائے کیا وہ خوش رہ سکتا ہے۔"

میرے الفاظ پر بنی چند ساعت خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"نہیں نواز۔ واقعی وہ خوش نہیں رہ سکتا۔ بدلا ہوا انسان اپنی ذات ہی سے فریب نہیں کر سکتا۔"

"تو بنی پھر میرے لیے کس طرح ممکن ہے؟"

"تو پھر ہم کیا کریں گے نواز؟ میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی اور یہ بھی نہیں چاہتی کہ تم اپنی ذات میں ایسا کوئی خلا پیدا کرو جو تمہاری شخصیت کو ختم کر دے۔"

"ہاں بنی، اگر تم یہ نہیں چاہتیں تو ایسا مت سوچو۔"

"اچھا نواز۔ پپا درست ہو جائیں، جس وقت تک پپا ٹھیک نہ ہو جائیں، اس وقت تک تو تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں بنی۔ اگر تم ایسا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اس کے بعد ہم فیصلہ کر لیں گے نواز۔ میں ہر قیمت پر تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تمہارے بغیر میں نہیں رہ سکتی۔"

"جو تمہاری مرضی بنی۔ میں تمہیں فوری طور پر مجبور نہیں کروں گا کہ تم کوئی ایسا قدم اٹھالو۔"

"تم ناراض تو نہیں ہو گے نواز؟"

"ہرگز نہیں۔"

"میرے لیے کوئی اور خدمت بتاؤ۔"

"ہاں بنی۔ تم سے ایک کام ہے۔" میں نے کہا اور بنی مستعدی سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہاں نواز۔ تم نے اب تک مجھ سے کیوں نہیں کہا۔"

"بنی! میں سوچ رہا تھا کہ تم ان حالات سے کسی حد تک نکل آؤ تو میں تم سے اس بارے میں کہوں۔"

"ہاں نواز میں مکمل طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں۔"

"بنی، موجودہ حالات اتفاقیہ طور پر ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ ہم اپنے پچھلے پروگرام نظرانداز کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"ہاں۔ یقیناً۔ مجھے احساس ہے اس کا۔"

"تب میں تم سے اس سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"نواز۔" بنی خفگی سے بولی۔ "کیا میرے ساتھ بات کرنے میں تمہیں سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں بنی!"

"نواز! میری خواہش ہے کہ تم مکمل بھروسے کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرو۔"

"میں چاہتا ہوں بنی کہ تم اپنے کسی خاص حکم کے ذریعے میرے دوست سردارے کو تلاش کرانے کی کوشش کرو۔ اسے پوائنٹ فور جزیرے کے علاوہ قرب و جوار کے جزیروں میں دیکھو۔ میری مراد یہ ہے کہ میں اسے ہر قیمت پر پالینا چاہتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو اس قسم کی ہدایت کر دو کہ مکلینو کے حکم سے اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ مکلینو نے اسے زندگی کی امان دے دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی وہ خود کو گروہ کے حوالے کر دے، اس کی آزادی کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔ یہ اعلان جزیرے کے چپے چپے پر کرا دو تاکہ وہ ہم سے آن ملے۔"

"اوہ۔ سوری نواز تمہیں مجھ سے یہ کہنے کی ضرورت پڑی، حالانکہ یہ تو میرا فرض تھا۔ مجھے یہ کام تمہارے کہنے سے پہلے ہی انجام دے دینا چاہیے تھا۔ بہرحال تم فکر نہ کرو، میں آج شام ہی تمہارا یہ پیغام نشر کرا دوں گی۔ اور ہر قیمت پر تمہارے دوست کو تلاش کر کے تم تک پہنچا دوں گی۔ ویسے مجھے بھی یہی اندازہ ہے کہ ہوریشو اس پر قابو نہیں پا سکا۔ حالانکہ اس نے گولڈ مین، گرانٹ اور نوئیل وغیرہ کو قبضے میں کر لیا تھا۔ افسوس! ان لوگوں کو ختم کر دیا گیا۔ لیکن تمہارا دوست اس کے قبضے میں نہ آسکا اور آتا بھی کیسے —— بہرحال وہ تمہارا ساتھی ہے، تمہارا تربیت یافتہ۔" بنی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے مل جانے کے بعد ہی مجھے اصل سکون ہو گا بنی۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

بنی نے اسی روز سردارے کی تلاش میں ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اس نے کہا۔

"کسی طور ان ایشیائیوں کو تلاش کر کے لایا جائے۔" اس نے تنہا سردارے کے لیے نہیں کہا تھا اور بہرحال یہ اس کی اپنی ذہانت تھی، جس کا میں نے بعد میں اعتراف کیا۔

اس نے وہ الفاظ بھی دہرائے جو میں نے اس سے کہے تھے اور بنی کے ساتھی سردارے اور میری تلاش میں چل پڑے۔

بہرصورت بنی کے اس اقدام سے میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ سردارے، ممکن ہے اس اعلان کو کوئی فریب سمجھے۔ لیکن بہرصورت اب اسے تلاش کرنے والے اس کے ساتھ زیادتیاں تو نہیں کر سکتے تھے جو ہوریشو کے آدمی کر رہے تھے۔ ممکن ہے سردارے رسک لینے پر آمادہ ہو جائے۔

حالانکہ یہ ایک موہوم سی امید تھی۔ لیکن بہرصورت امید تو تھی۔ اگر اس طرح سردارے ہاتھ آجائے تو اس سے اچھی کون سی بات ہو سکتی تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ اوسلو کے دن اور اوسلو کی راتیں میرے لئے بے جان ہو گئی تھیں۔ بیزار کن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حد تک میں اوسلو سے چڑا ہوا تھا۔ لیکن سردارے ------ اس شخص کا مجھے انتظار تھا۔ مکلینو کے سارے وفادار یا تو مکلینو کی تیمارداری کرتے رہتے یا پھر جزیرے کی نگرانی۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔

کوئی تفریح نہیں تھی اور اس کے علاوہ یہ موقع بھی تفریح کا نہیں تھا۔ مکلینو کی صحت بھی مکمل طور پر بحال نہیں ہوئی تھی۔

میں سب سے زیادہ ذہنی الجھنوں کا شکار رہا تھا۔ بعض اوقات اپنی فطرت سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگتی تھی۔ خواہ مخواہ سردارے کے لئے اتنا پریشان ہو رہا ہوں' خوار ہو رہا ہوں کیا فائدہ ------ میری زندگی میں کون سا اتنا بڑا ساتھ دے جائے گا۔ آخری وقت تک تو نہیں رہے گا اور ممکن ہے مر بھی چکا ہو۔

پھر میں کیوں اس کے لئے سرگرداں ہوں۔ مجھے اپنے طور سے سوچنا چاہئے۔ بنی' مکلینو اور دوسرے لوگ میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں کیوں اپنے دن ضائع کر رہا ہوں۔ بعض اوقات الجھنیں بڑی شدت اختیار کر جاتی تھیں اور اس وقت خود کو سنبھالنا بڑا مشکل ہو تا تھا۔

لیکن بہرصورت نجانے کون سی قوت تھی جو مجھے ابھی تک کسی اقدام سے روکے ہوئے تھی۔

میں نے ابھی تک کوئی ایسا قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی جو کسی بھی طور میرے لئے یا کسی کے لئے پریشان کن ہو تا۔

ہوریشو بالکل ہی غائب ہو گیا تھا۔ اب اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہا تھا۔ ویسے جزیرے سے ہوریشو کے آدمیوں کی تین سو لاشیں اٹھائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ زخمی ہونے والے الگ تھے۔ پورا جزیرہ جہنم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اور جب ان لاشوں کو دفنایا گیا تو بڑے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آئے تھے۔

اتنے وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری ہوئی تھی لیکن مجھے حیرت تھی کہ کوئی بیرونی مداخلت یہاں نہیں ہوئی تھی۔ گویا مکلینو اس طرح اپنے معاملوں میں آزاد تھا۔ اور یہ حیرت انگیز بات تھی۔

وقت اور گزر گیا۔ تقریباً پندرہ دن بیت گئے لیکن ابھی تک سردارے کا کوئی پتہ نہ چلا تھا۔ حالانکہ مکلینو کے آدمی' بنی کے حکم پر اسے بہت سی جگہوں پر تلاش کر چکے تھے۔

البتہ مکلینو کے زخم تقریباً بھرتے جا رہے تھے۔ وہ کافی حد تک تندرست ہو رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں اور آج ڈاکٹر پٹیاں کھولنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اور آج میں بھی موجود تھا جب مکلینو کے سر سے پٹیاں اتاری گئیں۔ اب صرف ٹیپ چپکا دیئے گئے تھے۔

لیکن پٹیاں اتارنے کے بعد جو واقعہ رونما ہوا' وہ کسی حد تک درد انگیز تھا۔

مکلینو نے آنکھیں کھولیں۔ بنی اس کے قریب کھڑی مسکرا رہی تھی۔ خوش تھی کہ بہرصورت مکلینو صحت یاب ہو چکا ہے۔ لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد مکلینو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور یہ کیفیت بہت دیر تک طاری رہی۔

بنی اور دوسرے لوگ مسکرا رہے تھے۔ اس سے اس کی خیریت پوچھ رہے تھے۔ لیکن مکلینو گم سم سا چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس کا چہرہ کسی پتھر کے بت کی طرح ویران نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے جان محسوس ہو رہی

قادر نہیں ہیں تو دوسروں کی زندگی کے لئے فکر مند کیوں ہوں۔

سو میں نے خود کو لاپرواہ کر لیا۔ میری فطرت میں اب یہ تبدیلی ہو گئی تھی کہ میں جس چیز سے خود کو بے نیاز کرنے کی کوشش کرتا اس میں مجھے زیادہ دقت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دو افراد میرے پاس پہنچ گئے۔ انہیں بنی نے میرے پاس بھیجا تھا۔

"مسٹر ڈکسن! کیا آپ تیار ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں میں تیار ہوں۔"

"تب دوسرا شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "مسٹر ڈکسن! ہیلی کاپٹر تیار ہے۔ مادام نے حکم دیا ہے کہ آپ فوراً تیار ہو جائیں۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھایا اور آگے بڑھ آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمارا ہیلی کاپٹر اوسلو سے فضا میں پرواز کر گیا۔ اس کا رخ سویڈن کی طرف تھا۔

اور میں خاموش بیٹھا اپنے آیندہ اقدامات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ میری زندگی ایک بار پھر ایک مخصوص ڈگر پر آ گئی ہے۔ ایسی ڈگر پر جس پر میں پہلے تھا۔ بس ذرا سی تبدیلی ہوئی تھی۔

پہلے میں ایک بے بس انسان کی حیثیت سے تھا۔ لیکن آج میرے پاس اتنا کچھ تھا کہ اگر میں چاہتا تو پوری زندگی عیش و عشرت سے بسر کر سکتا تھا۔

میری حیثیت اتنی بلند تھی کہ میں چاہتا تو ساری زندگی ایک شہنشاہ کی حیثیت سے گزار سکتا تھا۔

لیکن مجھے یہ شہنشاہی بھی پسند نہ تھی۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ آخر میں چاہتا کیا ہوں؟

بہرحال جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور ذہن کو جھٹکنے کی کوشش کی لیکن عجیب سا مسئلہ تھا' جتنا نہ سوچنے کا فیصلہ کرتا' خیالات کی یلغار اسی تیزی سے بڑھتی جاتی۔ اس وقت جو سفر میں طے کر رہا تھا اس میں میرا کوئی دوست بھی نہ تھا اور رہ رہ کر مجھے سردارے یاد آ رہا تھا۔ بہرصورت میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور خیالات کی یلغار سے بچنے کی کوشش کی۔

اور باقی سفر میں نے خالی الذہنی کے انداز میں طے کیا ------ ہیلی کاپٹر نے مجھے سویڈن کے ایک مخصوص علاقے میں اتار دیا۔

پھر ان دونوں نے مجھ سے واپسی کی اجازت چاہی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور سوٹ کیس لے کر میں آزاد فضا میں آ گیا۔ ابھی تک میں ڈکسن کے میک اپ میں تھا۔ پھر میں نے رینک اسٹور تلاش کیا اور کچھ دیر کے بعد میں رینک اسٹورز پہنچ گیا۔

یہاں میری ملاقات طویل القامت مسٹر گراہم سے ہوئی۔ چمکدار آنکھوں والا خوبصورت آدمی تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے مجھے ریسیو کیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر ڈکسن! آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔"

"ہاں مسٹر گراہم! میں نے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"تشریف لایئے۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ مس بنی نے آپ کے نام ایک خط دیا ہے۔"

"اوہو' باس بنی۔ کہاں ہے وہ خط؟" گراہم نے پوچھا اور میں نے وہ خط نکال کر اس کے سامنے رکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیا۔

گراہم نے بڑے احترام سے خط کھولا اور اسے پڑھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"اوکے مسٹر ڈکسن! ظاہر ہے آپ باس کے کام سے جا رہے ہیں۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ مجھ سے فرما دیجئے۔ میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے آپ یہ بتا دیں کہ آپ کہاں جانا پسند کریں گے؟"

"دراصل مجھے ہالینڈ تک سفر کرنا ہے۔"

"ہالینڈ۔۔۔۔۔" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "تب پھر آپ کو سویڈن سے ڈنمارک اور پھر جرمنی کے راستے ہالینڈ جانا ہو گا۔ کیا آپ یہاں سے بائی پلین سفر کرنا پسند کریں گے یا بذریعہ کار۔۔۔۔۔ کیونکہ یہاں سے براہ راست ہالینڈ تک کوئی پلین نہیں جاتا۔ اس لئے آپ کو ڈنمارک جانا ہو گا اور ڈنمارک سے آپ سیدھے ہالینڈ جا سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ میں یہاں سے براہ راست ہوائی سفر کروں میں ٹرین کا سفر پسند کروں گا کیونکہ باس کی یہی ہدایت ہے۔"

"اوکے۔ باقی ا[illegible]ت میں کر دوں گا۔ میرا خیال ہے آپ کو ایک یا دو دن یہاں قیام کرنا ہو گا۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ [illegible] مناسب جگہ کا بندوبست کر دوں یا آپ وہیں ٹھہریں گے؟"

"وہیں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے باس کے ہیڈ کوارٹر پر۔۔۔۔۔"

"نہیں۔"

"پوچھ سکتا ہوں کیوں؟"

"ہاں' اس لئے مسٹر گراہم کہ میری آمد کو انتہائی خفیہ رکھا گیا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تو ایسا کوئی سلسلہ ہے۔" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں آپ کو کوئنز میں ٹھہرا دیتا ہوں۔"

"بہت بہتر۔ لیکن یہ یاد رہے کہ میری آمد انتہائی خفیہ ہے۔"

"میں انتہائی خیال رکھوں گا جناب! ظاہر ہے باس بنی نے اس سلسلے میں ہدایات دی ہیں۔ آپ قطعی طور پر بے فکر رہیں۔" گراہم نے کہا اور پھر مجھے ہوٹل کوئنز پہنچا دیا گیا۔ گراہم میرے ساتھ تھا۔

خاصا خوبصورت ہوٹل تھا۔ اس سے پہلے میں اس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا تھا۔ بہرصورت یہ جگہ مجھے کافی پسند آئی۔ میں نے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اپنی آیندہ زندگی کے اقدامات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

مجھے کرنا کیا ہے' جو کچھ ہو چکا ہے اسے تو ذہن سے جھٹکنا ہی ہو گا۔ یہاں سے ہالینڈ تک پہنچ جایا جائے اس کے بعد آئندہ اقدامات کو صحیح ترتیب دی جا سکتی ہے۔ میں نے سوچا اور اس دن میں سارا وقت آرام کرتا رہا۔

سویڈن کے یہ دو دن انتہائی بیزار کن گزرے۔ ذہن پر ہر وقت خیالات کی یلغار رہتی تھی۔

یہ بھی سوچتا تھا کہ اب زندگی کو نئے سرے سے چلانا ہے اور اب میرے ساتھ سردارے بھی نہیں تھا۔ پھر میں سوچتا کہ آخر میں کسی کے لئے کیوں پریشان ہوں' یہ دور کسی کے لئے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔ انتہائی حماقت کی بات ہے۔ سردارے مر چکا ہے' مر چکا ہو گا۔ بھلا مجھے اس سے کیا۔ جب میں مروں گا تو میری موت سے دلچسپی لینے والے یا میرے لئے غمزدہ ہونے والے کتنے لوگ ہوں گے۔ کیوں بلاوجہ میں لوگوں کا بوجھ اپنے ذہن پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔ میں نے جھنجھلا کر سوچا اور اپنی کیفیت پر خود کو برا بھلا کہنے لگا۔ چنانچہ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے۔ اب میں اپنی اصلی کیفیت میں واپس آ گیا تھا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں یہاں کی خوبصورت سڑکوں پر اپنے لئے دلچسپیاں ڈھونڈتا۔۔۔۔۔ گراہم نے مجھے پاسپورٹ اور دوسری چیزیں مہیا کر دیں اور اس کے بعد اس نے کہا کہ میں روانہ ہو سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سویڈن میں رہنے کا پروگرام ترک کر دیا۔

سویڈن کے دوسرے شہر گوئنبرگ تک میں نے ہچ ہائیکنگ کے ذریعے سفر کیا۔ گوئنبرگ سے ہینسور جو ڈنمارک کا علاقہ تھا۔ ہینسور سے ڈنمارک کے چھوٹے قصبوں ساحلی علاقوں سے ہوتا ہوا کوپن ہیگن پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن میں قیام کے دوران مجھے کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ میں بدستور ڈکسن کی حیثیت میں تھا۔ اس دوران مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ بس ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے سفر کر رہا تھا۔

کوپن ہیگن میں چند روز قیام کرنے کے بعد میں نے ہیمبرگ جانے کے لئے سوچا۔۔۔۔۔ کوپن ہیگن سے ہیمبرگ تک کا سفر بذریعہ ریل کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دوران چند لوگ میرے قریب آئے۔ لیکن کوئی میرے لئے قابل اعتناء نہ تھا۔ ذہن پر اس وقت عجیب سی جھلاہٹ طاری تھی۔ بس کچھ سوچنے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ ہر شخص سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنی ان کیفیات کو سمجھ نہ سکا اور مسلسل بور ہوتا رہا۔

وارڈن برگ کے طویل ترین پل سے گزر کر میں فرینکفرٹ آ گیا۔ فرینکفرٹ میرا جانا پہچانا شہر' جہاں بارش ہو رہی تھی۔ شہر کی گیلی اور کہر آلود عمارتیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ یہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور یہیں سے مجھے ہالینڈ پہنچنا تھا۔

ہوٹل آرگن کے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھ کر میں نے اپنے کہر آلود ذہن پر نگاہ دوڑائی جو باہر کی گیلی اور کہر یلی فضا سے مختلف نہیں تھا۔ آخر یہ میرے ذہن پر برف کیوں جم گئی ہے؟ یہ بیزاری کیوں سوار ہے؟ میں پہلے جیسا نواز کیوں نہیں رہا؟ یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے' سب کچھ موجود ہے لیکن زندگی کی کوئی دلچسپی' کوئی دلکشی ساتھ نہیں ہے' آخر کیوں۔؟"

کیا کچھ کھو جانے کی وجہ سے۔۔۔۔۔؟ کیا کھویا ہے؟ میں نے باہر برستی ہوئی بارش کو دیکھتے ہوئے سوچا اور میرے ذہن نے جواب دیا۔

کھونے کو تو بہت کچھ کھویا ہے نواز۔۔۔۔۔ جہلم۔۔۔۔۔ سرسبز کھیت' نواز۔۔۔۔۔ راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔ جہلم کے کسان کا بیٹا۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد' اس کے بعد بھی بہت کچھ۔۔۔۔۔ کیسے کیسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یاد کروں ــــــــ سب کچھ ہی تو کھو گیا ہے۔

لیکن اس میں میرا قصور ــــــــ؟ میں نے خود سے کیا کھویا ــــــــ کردار۔ اسکرین پر نظر آنے والی تصویریں کون پکڑ سکتا ہے۔ میں انہیں پکڑ تو نہیں سکتا۔ پھر ان کے لئے غمزدہ کیوں ہوں۔ کیا میں غمزدہ ہوں؟ لیکن کیوں ــــــــ یہ کیا حماقت ہے۔ رونا ہے تو نواز کو روؤں۔ جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ دنیا پر کس کا اختیار ہے۔ کسی کا نہیں ــــــــ حالات ایک خود کار مشین کی مانند ہیں اور انسان اس کے سامنے بے بس ہوتا ہے اور اس مشین کو روک نہیں سکتا کیونکہ اس کا آف سوئچ نہیں ہے۔ پھر میں کیوں پریشان ہوں۔ سب قابل نفرت ہیں۔ وہی کردار ٹھیک ہے جو بدلے ہوئے نواز کا ہے۔ وہی نواز زندہ رہ سکتا ہے۔

مگر ــــــــ میں نواز کہاں ہوں۔ ایک مردہ شخصیت کے طفیل جی رہا ہوں۔ ہاں، میں ڈکسن ہوں۔ ہرگز نہیں ــــــــ میں نواز ہوں۔ میں کسی کی شکل کے سہارے نہیں جینا چاہتا۔ میں نے جھلاہٹ میں ڈکسن کا میک اپ نوچ پھینکا۔ میری آنکھوں سے شعلے ابلنے لگے۔ ہاں میں نواز ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں ــــــــ وہ نواز جسے حالات نے تخلیق کیا ہے، صرف حالات نے ــــــــ میں اس نواز پر کوئی اور خول نہیں چڑھا سکتا۔ کھونے والے کھو گئے ــــــــ غلام سیٹھ ــــــــ سردارے اور بہت سے ــــــــ گولڈ مین ــــــــ ٹھیک ہے۔ میں باقی ہوں۔ خود کو برباد نہیں کروں گا۔ میں ایک گھٹیا انسان ہوں۔ ایک اسمگلر ــــــــ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور جو میں ہوں، مجھے وہی رہنا چاہیے۔

☆ ☆ ☆

دولت کے یہ انبار مجھ تنہا انسان کے لیے بے حقیقت ہیں، کیا کروں گا ان کا ــــــــ؟ سب فضول چیزیں ہیں۔ انسان کچھ گوشت اور چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ سڑکوں پر کچل جانے والا ہسپتالوں میں خون تھوک تھوک کر مرجانے والا، پھر وہ خود پر اس قدر مان کیوں کرتا ہے؟

اور میں ــــــــ میں بھی تو وہی ہوں۔ "راجہ نواز اصغر ــــــــ" ہونہہ راجہ بھی، نواز بھی اور اصغر بھی ــــــــ تین تین کنیتیں رکھتا ہوں۔ لیکن حیثیت ان میں سے کسی کی بھی نہیں، سب فضول باتیں ہیں، بے کار چیزیں، مہمل ــــــــ

عجیب سی دحشت ذہن پر سوار تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ٹٹولا۔ لیکن وہاں سے بھی کوئی دلاسہ نہ ملا۔ پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور چند ساعت کے بعد ویٹر اندر آ گیا۔

"جی صاحب!"

"شراب۔" میں نے وحشیانہ لہجے میں اس سے کہا، جس کا احساس مجھے اس سے ہوا تھا کہ ویٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر بہت ہی مودب انداز میں اس طرح گردن جھکائی تھی، جیسے مجھے نیم پاگل سمجھ رہا ہو۔

لیکن اس وقت مجھے کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ چاہے کوئی مجھے پاگل سمجھتا یا خبطی ــــــــ

ہاں، نواز پاگل ہو گیا تھا ــــــــ تنہا اور اجاڑ زندگی، سخت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ روح نجانے کن سناٹوں میں گھری ہوئی تھی۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی تھی، تنہائی ہی تنہائی ــــــــ حالانکہ اس تنہائی میں پہلے بھی کسی کا دخل نہیں تھا ــــــــ لیکن رہ رہ کر سردارے کی یاد آ جاتی تھی۔

سردارے، میرا دوست جس کی یاد میرے سینے میں کانٹا بن کر چبھنے لگتی تھی۔ اگر میں نے عشق کیا تھا تو دنیا میں صرف ایک شخص سے ــــــــ اور یہ اس وقت کی بات تھی جب میں راجہ نواز اصغر کے معصوم خول سے نکل کر باہر آ گیا تھا اور ایک وحشی صفت انسان بن گیا تھا۔ اس وقت اگر کسی نے میرے ذہن میں جگہ پائی تو وہ سردارے تھا، ورنہ آج تک مجھے کوئی اور شخص متاثر نہ کر سکا تھا۔

گو غلام سیٹھ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کا ایک راستہ منتخب کر کے دیا تھا۔ وہ مارا گیا ــــــــ مجھے اس کا افسوس نہیں تھا۔ بہرحال اس کے لیے میں نے جو جدوجہد کی تھی وہ میرے اندازے کے مطابق مکمل تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اگر میں اس کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکا تو بہرصورت مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں تھا۔

رہا سردارے، تو اس کا مقام دوسرا تھا۔ وہ میرا بہترین دوست، بہترین ساتھی اور بہترین ہمدرد تھا۔ یہ سب کچھ وہی تھا۔ اگر دنیا میں مجھے کسی دوست کا احساس تھا تو صرف اسی کا تھا۔ لیکن اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دنیا میں ہر شخص ساتھ چھوڑ جانے والا ہے، ہر چیز جدا ہو جانے والی ہے۔ پھر کسی چیز سے لگاؤ کیوں رکھا جائے ــــــــ خود اپنے آپ سے بھی ــــــــ ہونہہ خود کو بھی کیوں چاہا جائے، کیا میری روح جسم کی قیدی نہیں ہے؟ مجھے اپنی روح سے بھی نفرت ہونے لگی۔ اس نے مجھے نجانے کن کن مصیبتوں میں لا ڈالا تھا ــــــــ دل چاہا کہ اپنے بدن کی قوتوں کو ختم کر دوں۔ لیکن میں نے وحشت کو عریاں نہ ہونے دیا اور اس وقت ویٹر کی آمد کو غنیمت جانا تھا۔

شراب کی بوتل، گلاس اور دوسری چیزیں اس نے میرے سامنے رکھ دیں اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "صرف ایک بوتل؟"

"جی ــــــــ جی صاحب؟" ویٹر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اور لاؤ ــــــــ دو تین بوتلیں لے آؤ۔"

"جی ــــــــ جی بہتر صاحب؟" ویٹر نے پریشان انداز میں کہا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بوتلیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں۔ اور میں اس وقت تک پیتا رہا جب تک کہ میرے حواس میرا ساتھ دیتے رہے۔

پھر مجھے کوئی سدھ بدھ نہ رہی۔ مجھے پتہ تک نہیں چلا کہ میں کس طرح اٹھا، کہاں بیٹھا، نجانے کہاں لیٹا، ویٹر نجانے کب آیا اور نجانے کس طرح اس نے یا کسی اور نے مجھے مسہری پر لا کر ڈالا ــــــــ دوسرے دن تقریباً "گیارہ بجے صبح آنکھ کھلی۔

پورا بدن بے جان ہو رہا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے میں دیر تک چھت کو تکتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ راجہ نواز اصغر ہوش میں آؤ۔ یہ درست ہے کہ زندگی کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ لیکن زندگی کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہے ــــــــ خودکشی ــــــــ اور اگر خودکشی نہ کرنا چاہو تو زندگی سے سمجھوتہ کر لو اور اس کا صحیح استعمال کرو۔

لیکن زندگی کا صحیح استعمال کیا ہے؟ میں نے چھت کو گھورتے ہوئے اپنے آپ سے پوچھا۔

بس زندگی کی اقدار سے پیچھا چھڑا لو اور یہ بوجھ جہاں جہاں گھسیٹا جا سکے، زندگی کا تحفہ سمجھ کر گھسیٹتے رہو ــــــــ اور جب بوجھ گھسیٹنے کی بات ہے تو اس کے لیے راہوں یا سمتوں کا، منزلوں کا تعین کیوں کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے۔ وقت اور حالات ہمیں جہاں لے جائیں۔ خود کو ان کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا جائے' یہی بہتر ہے۔

ہاں دولت سے مجھے شدید نفرت ہو گئی تھی۔ دولت ہی سے نہیں' اپنے وجود تک سے نفرت ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں---- نجانے کیوں؟ ذہن پر وحشت کا اس قدر شدید حملہ ہوا تھا کہ مجھ میں مقابلے کی سکت نہیں رہی تھی۔

بہت دیر تک اسی کرب کے عالم میں پڑا رہا۔ تقریباً" بارہ بج چکے تھے۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن بھوک کو اہمیت نہ دینا بھی اپنے وجود سے انتقام لینے کے مترادف تھا۔ اس لیے میں نے دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو تڑپایا۔ پھر بمشکل تمام بستر سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

وہاں جا کر کپڑے اتارے اور ٹھنڈے پانی کا شاور کھول دیا۔ حالانکہ گرم پانی بھی موجود تھا۔ باہر بے پناہ خنکی تھی۔ بدن پر پڑنے والے ٹھنڈے پانی نے میرے بدن کے ایک ایک رونگٹے کو کھڑا کر دیا۔ لیکن مجھے اپنے بدن کو یہ اذیت دینے میں لطف آ رہا تھا۔ میں نجانے کب تک شاور کے نیچے بیٹھا رہا۔ میرے ہونٹ سردی سے نیلے پڑ گئے تھے' دانت بجنے لگے تھے اور بدن کی کیفیت بالکل عجیب ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا بدن سن ہو گیا ہو۔ جب بہت دیر گزر گئی تو مجھے کمرے کے باہر دروازے پر دستک سنائی دی' پھر کوئی اندر آیا اور باتھ روم کے دروازے سے ویٹر کی آواز سنائی دی۔ "ناشتہ لے آؤں صاحب؟"

"ناشتہ؟ ہاں لے آؤ۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا صاحب" ویٹر نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے سوچا کہ ویٹر اب تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ لے کر آئے گا' اس لیے باہر چلنا چاہیے۔ یہاں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ چنانچہ جیسے تیسے لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا۔ سردی تھی کہ جان لیے لے رہی تھی۔ لیکن نجانے کیوں میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ بدن پر کوئی ایسا کپڑا لوں جس سے سردی کا احساس ختم ہو جائے۔

میں شدید سردی کے عالم میں بیٹھا ہوا ٹھٹھر رہا تھا کہ ویٹر ناشتہ لے کر آگیا۔ اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا اور پھر متحیرانہ لہجے میں بولا "ارے صاحب! آپ کا چہرہ تو نیلا پڑا ہوا ہے۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ویٹر چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ مگر فوراً" ہی اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے کے بعد میں نے خود کو بہتر محسوس کیا تھا۔ وہ سرور جو رات کو شراب بھی نہ دے سکی تھی' اس وقت میں نے مکمل ناشتہ کرنے کے بعد حاصل کیا تھا۔ شراب نے میرے حواس تو چھینے تھے لیکن سکون دینے میں ناکام رہی تھی۔

ناشتے کے بعد طبیعت میں ہلکی سی فرحت آگئی تھی اور میں نے ہنس کر اپنے بارے میں سوچا۔ راجہ نواز اصغر! کیا ہے؟ ماحول سے فرار' زندگی کی حقیقتوں سے انکار' یا کچھ اور؟ راجہ جی! تمہاری یہ حرکت خودکشی کی دوسری قسم ہے' لہٰذا بہ ہوش و حواس واپس آجاؤ تو بہتر ہے۔

پھر میں نے اپنے آپ کو سمجھایا' کیا دیوانگی ہے یہ؟ کن فضول الجھنوں میں پھنس گیا ہوں میں۔ سردارے نہیں ہے تو کیا ہوا' بہت سے لوگ نہیں ہیں۔ میری ماں کہاں ہے' میرا باپ کہاں ہے' میرے بہن بھائی کہاں ہیں؟ وہ جہلم کہاں ہے جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ سرسبز کھیت کہاں ہیں' راجہ نواز اصغر کہاں ہے' وہ چھوٹی سی مسجد کہاں ہے جس کا عکس دریائے جہلم میں نظر آتا ہے۔ وہ مٹی کہاں گئی جس کی سوندھی خوشبو آج بھی میری سانسوں میں ہے؟ کچھ بھی تو نہیں ہے' راجہ نواز اصغر! کچھ بھی نہیں ہے------ نہ وہ زرخیز مٹی نہ ماں' نہ باپ۔ وقت نے سب کچھ چھین لیا حتیٰ کہ راجہ نواز اصغر! تمہاری معصومیت بھی------ اور جب وہ سب کچھ نہیں ہے تو سردارے کا کیا غم؟ فانی چیزوں کا غم کیوں کیا جائے؟ کھو جانے والی چیزوں کو کیوں ڈھونڈا جائے؟ نہیں' سب کچھ بے کار ہے۔ لاہور کی گلیاں' کراچی کی سڑکیں' جہلم کی زرخیزی' پیارے وطن میں پیارے ماں باپ بھی مجھ سے دور ہو چکے ہیں------ وہ مٹی جس کی سوندھی سوندھی خوشبو میرے بدن میں رچی ہوئی تھی کیا آج بھی موجود ہے؟ شاید نہیں' میں نے تو اس سوندھی مٹی کو بے حد رسوا کیا ہے۔ اسی رسوائے زمانہ راجہ نواز اصغر نے جس نے اپنے وطن کو' اپنی ماں کو بدنامی کے علاوہ کچھ اور نہیں دیا۔ اوہ' رسوائے زمانہ نواز اصغر------ نواز اصغر------ نہیں نواز اصغر نہیں' پھر کون' جان' مکلینو' ہوریشو سب فضول سب بے کار باتیں کچھ بھی نہیں' کچھ بھی نہیں------ نواز اصغر------ صرف بوجھ------ صرف بوجھ------ دھرتی کا بوجھ۔ جس کی زندگی کا کوئی مصرف نہیں' اپنی خاک وطن کے لیے رسوائی کا وجود۔

میرا ذہن پھر سے بھٹکنے لگا تھا' اس لیے میں نے اپنے سر کو دو تین جھٹکے دے کر کافی کے کئی گرم گرم گھونٹ حلق میں اتار لیے۔ سینے تک آگ سی اتر گئی تھی اور مجھے یہ آگ بے پناہ دلکش محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں گرم گرم کافی پیتا رہا اور سکون سا محسوس کرتا رہا۔

کافی ختم کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ اس کمرے کی فضا سے باہر نکلوں اور باہر کی دنیا میں جا کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں' ورنہ پاگل ہو جاؤں گا۔

زندگی کی تحقیر اور اس طرح مجھے کسی بھی طور منظور نہیں تھی۔ کم از کم میں پاگل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔

فرینکفرٹ کی گیلی سڑکوں کے باوجود پررونق بازاروں میں بارش کا کوئی تاثر محسوس نہیں ہوتا تھا' لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔

میں چلتا رہا چلتا رہا------ بے سدھ' بے پرواہ' نجانے کہاں' اور پھر مجھے کچھ ایسے لوگ نظر آئے۔ جنہیں دیکھ کر میرا ذہن چونک اٹھا۔ وہ چار پانچ ہپی تھے۔ جو سڑکوں پر آوارہ گردی کر رہے تھے۔ معقول لباس سے بے نیاز' جیسا بھی ملا تھا پہن لیا تھا' لمبی لمبی داڑھیاں' الجھے الجھے بال' مٹی میں اٹے ہوئے۔ زندگی سے انتقام لینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا۔

خود کو بھٹکانا زیادہ مشکل تو نہیں تھا۔ چنانچہ ایک عجیب سی اپنائیت محسوس کر کے میں ان کے پاس پہنچ گیا اور وہ سب مجھے دیکھ کر رک گئے۔

"ہیلو!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو سر!" ان میں سے ایک ہپی خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ دبلا پتلا مخنی سا آدمی تھا۔

"کہاں گھوم رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یونہی سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پیسے ہیں جیب میں؟"

"کک ــــــ کیا مطلب؟" وہ بے چارہ معصومیت سے ہکلا کر بولا۔

"نہیں ہیں؟" میں نے پوچھا اور ان لوگوں نے گڑبڑا کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنا شروع کر دیں۔

"یہ لو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک موٹی گڈی نکالی اور ان کے سامنے کر دی۔ وہ عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور اس نے گڈی میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔

"بتایئے' ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں جناب؟"

"خدمت؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا "نہیں' کوئی خدمت نہیں۔ مجھے تو صرف تمہارے قرب کی ضرورت ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے جناب!"

"میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے وضاحت کی۔

"بخوشی جناب!" یہ کہتے ہوئے ان لوگوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون پاگل دیوانہ ہے اور ہمارے ساتھ کیوں رہنا چاہتا ہے؟

پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور بولا "کیا تم نشے میں ہو؟"

"نہیں۔"

"کچھ چاہیے؟"

"مل سکے گا؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"ہمارے اڈے پر۔"

"چلو۔"

دوسرا ہپی بھی آگے بڑھ آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کوئی سرکاری جاسوس تو نہیں ہو؟ ہمارے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔ صرف اپنے استعمال کی چند چیزیں ہیں۔ تم چاہو تو اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو ہم بحیثیت ایک ساتھی کے تمہیں بخوشی قبول کرتے ہیں۔ آؤ آ جاؤ اور ہاں' نوٹوں کی گڈی اپنے پاس رکھو۔ دوستوں میں ایسی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔"

"نہیں ــــــ اگر یہ تمہارے کام آ سکتی ہے تو تم بخوشی اسے استعمال کرو۔ میرے پاس اور بھی بہت سے نوٹ ہیں۔ میں وہ سب تم میں بانٹ دوں گا۔ یہ لو ــــــ یہ لو ــــــ یہ لو ــــــ" میں نے نوٹوں کی متعدد گڈیاں نکالیں اور ایک ایک ہپی کے حوالے کرنا شروع کر دیں۔

وہ خوش تو تھے لیکن بڑے مضطرب نظر آنے لگے تھے' سوچ رہے تھے کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ مگر یہ کون سا نشہ تھا جو میرے چہرے سے عیاں نہیں ہوتا تھا۔ بہرصورت وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑے ــــــ سڑکیں' گلیاں اور بازار چھوڑ کر وہ اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں ان کے خیمے لگے ہوئے

تھے ــــــ جہاں غربت جھانک رہی تھی' افلاس اور مصیبت' وہ ان چیزوں کے دلدادہ تھے اور میں انہی میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ہپیوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ کر میں نے اپنا قیمتی کوٹ اتار کر پھینک دیا اور ایک شخص سے کہا "میں بھی تمہاری مانند رہنا چاہتا ہوں۔"

"مناسب ہے میرے دوست لیکن یہ کوٹ ــــــ؟" ان میں سے ایک نے جلدی سے آگے بڑھ کر وہ کوٹ اٹھا لیا تھا۔

"تمہیں پسند ہے تو پہن لو۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے جلدی سے میرا کوٹ پہن لیا' جو اگرچہ اس کے بدن پر ڈھیلا تھا لیکن اچھی خاصی گرمی بخش سکتا تھا۔ وہ اس کوٹ کو لے کر بہت خوش ہوا تھا۔ جس شخص نے میرا کوٹ لیا تھا' وہ وہی تھا جسے سب سے پہلے میں نے نوٹوں کی گڈی دی تھی' اس کا نام پیٹر تھا۔

بلاشبہ دولت' دوست بنانے میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ انہیں یہ خدشہ تھا کہ شاید اس وقت میں نشے میں ہوں اور جب ہوش میں آؤں گا تو ان سے اپنی دولت واپس لے لوں گا ــــــ حالانکہ میں نشے میں نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے اس وقت میری بڑی آؤ بھگت کی۔

وہ مجھے اپنے خیمے کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ازراہ اخلاق مجھ سے کھانے پینے کے بارے میں پوچھا۔ اور ظاہر ہے کہ میں اس وقت کھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے پیتھوڈین کے دو انجکشنوں اور چرس کے دو سگریٹوں پر اکتفا کی اور خاصی دیر کے لیے معزول ہو گیا۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو کھلے آسمان کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔

وہ خیمہ وہاں سے اکھاڑ لیا گیا تھا جہاں میں سویا ہوا تھا۔ البتہ اس کے کھونٹوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ میرا دوست پیٹر اور اس کے ساتھی وہاں پر موجود نہیں تھے۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی' ہپی کافی تعداد میں تھے اور مجھے ان کے اس طرح اچانک چلے جانے پر حیرت ہونا ہی چاہیے تھی۔ انہوں نے مجھے میری جگہ سے ہلایا بھی نہیں تھا اور خاموشی سے خیمے کھول لیے اور اب جا چکے تھے۔

اس کی صرف ایک ہی وجہ میری سمجھ میں آئی' وہی وجہ جو میں پہلے بھی سوچ چکا تھا۔ یعنی کہ ساری ذمے داری دولت پر عائد ہوتی تھی۔ انہوں نے مجھے نشے میں سمجھا تھا اور مزید نشے میں مبتلا کر دیا تھا تاکہ میں دیر تک ہوش میں نہ آؤں اور اب وہ اپنی دولت بچانے کے لیے یہاں سے فرار ہو گئے تھے۔

میں ہنس پڑا اور کافی دیر تک ہنستا رہا۔ بھلا مجھے اس دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں چونکہ وہاں بہت دیر لیٹا رہا تھا اور دیگر بہت سے ہپیوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا اس لیے کئی نئے افراد میرے قریب پہنچ گئے۔

ان میں ایک لڑکی بھی تھی' بہت خوبصورت سی۔ لیکن اس کا چہرہ خوبصورت ہونے کے باوجود بے رونق تھا۔ خوب لمبی سی تھی۔ وہ غمزدہ انداز میں میرے قریب بیٹھ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا بات ہے تم یہاں کیسے آ پھنسے؟ غالباً" نشے میں تھے۔ تمہیں لوٹ لیا گیا ہے؟" اس نے بہت سے سوالات ایک ساتھ پوچھ ڈالے۔

"ہرگز نہیں ——— یہاں میرے کچھ دوست تھے' جانے کہاں چلے گئے؟" میں نے جواب دیا۔

"دوست؟ دوست کیا ہوتا ہے؟" لڑکی نے اداس لہجے میں پوچھا۔

"کیا دوست کچھ نہیں ہوتا؟"

"نہیں ——— کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ سب اپنے نفس کے دوست ہیں' سب اپنے آپ میں زندہ رہتے ہیں اور پھر خاموشی سے مرجاتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ دنیاوی اقدار سے منحرف نظر آ رہی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی سچا دوست اسے مل جاتا تو اس کا یہ نظریہ تبدیل ہو جاتا ——— بہرحال میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اداس لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا تم نے کسی دوست کو کسی دوست کے بدلے قبرستان جاتے دیکھا ہے یا کسی دوست کو کسی دوست کی قبر میں اترتے دیکھا ہے اور اگر نہیں تو پھر دوست کیا ہوتا ہے؟"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا "ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"انسان' انسان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ ہے؟ کیا کوئی رشتہ ہے؟ نہیں' کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ صرف لفظی رشتہ ہے' ہم اگر تمہارے لیے کچھ کر سکتے ہیں تو ہم تمہارے دوست ہیں ——— الفاظ' صرف الفاظ' کوئی رشتہ اتنا مضبوط نہیں ہے کہ کبھی نہ ٹوٹے۔ ہر رشتہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتا ہے ——— پھر رشتوں کی اہمیت کیا ہوئی؟ محض الفاظ۔" لڑکی نے کہا۔

"ہوں ——— تم مجھے کیا حیثیت دے سکتی ہو؟"

"میں ———؟ خود میری کوئی حیثیت نہیں۔ ہاں' اگر تم بھوکے ہو تو اس وقت میرے پاس ڈبل روٹی اور پنیر موجود ہے' میں وہ تمہیں پیش کر سکتی ہوں اور بس ———"

"لیکن کس جذبے کے تحت؟"

"صرف وقتی ہمدردی اور لفظ رشتے کے لیے۔" لڑکی نے کہا۔

میں نے وہ لفظی رشتہ قبول کر لیا اور اٹھ کر اس کے خیمے کی جانب چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دوسروں کی طرح مجھے چھوڑ کر نہیں بھاگے گی۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں لیا تھا بلکہ کچھ دے رہی تھی۔

ڈبل روٹی شاید کئی دن کی تھی ——— اوپر سے سخت لیکن اندر سے نرم۔ ڈبل روٹی کے گودے میں پنیر کا ٹکڑا رکھ کر کھانے سے مجھے عجیب سی فرحت کا احساس ہوا ——— انسان دراصل اتنا ہی بے وقعت ہے اور اسے اپنی اوقات سے آگے بڑھنا نہیں چاہیے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جوزیفائن"

"آہ ——— نام ملکہ کا اور حیثیت؟" میں نے قہقہہ لگایا اور وہ بھی میرے ساتھ ہنسنے لگی۔

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ حالانکہ اسے میری اس بات کا برا ماننا چاہیے تھا لیکن وہ میرے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ "ہاں میں ملکہ جوزیفائن کا مذاق اڑانے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی

مذاق اڑانے کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ ہم سب جب اپنی بے بسی کا مذاق نہیں اڑا سکتے تو پھر کسی دوسرے کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔"

"واہ' تم تو اچھی خاصی فلسفی ہو۔"

"فلسفہ ——— لفظ فلسفہ بھی انسان کی اختراع ہے۔ وہ کچھ کہہ سکتا ہے مگر کر نہیں سکتا' اسے فلسفہ قرار دیتا ہے۔"

لڑکی خاصی تعلیم یافتہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اس سے متاثر ہونے لگا۔ "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو جوزیفائن ——— تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"پھر وہی بات ——— کون ساتھی ———؟ کیسا ساتھی؟"

"اوہ' تو تم تنہا ہو؟"

"ہاں ——— تنہا ——— بالکل تنہا ——— ازل سے ابد تک یونہی رہوں گی۔ ہر انسان تنہا ہے' وہ بہت سے رشتوں کا سہارا لیتا ہے لیکن اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو جانے کے بعد وہ سمجھ جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی رشتہ کوئی حیثیت' کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ سب فضول باتیں ہیں۔ ہاں' ہم سب دنیا میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں' رشتہ ایک بے معنی لفظ ہے۔"

"جوزیفائن! تمہارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے ——— وہ کہاں ہیں؟"

"اپنی اپنی جگہ' اپنے اپنے ٹھکانوں پر۔"

"تم تنہا ہو؟" میں نے اپنا پچھلا سوال دوبارہ دہرایا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"کیا کوئی ایسا شخص' کوئی ایسا ساتھی نہیں جو تمہارے ساتھ رہتا ہو؟"

"نہیں ——— کوئی نہیں۔"

"تو سنو جوزیفائن! میرے پاس جو کچھ تھا میں نے اپنے دوستوں کو دے دیا۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قلاش ہو چکا ہوں۔"

"اچھا ——— اب تمہیں کیا چاہیے؟" اس نے پوچھا۔

"زندگی گزارنے کے لیے کچھ لوازمات۔"

"دیکھو! لوازمات کا تعین ایک غیر مناسب بات ہے۔ ہمیں وقت پر جو کچھ مل جائے' ہمارے ہاتھ میں آ جائے' ہم اسے اپنا سمجھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی کسی چیز کی توقع بے کار ہے۔ آؤ سڑکوں پر چلتے ہیں' لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگ لیں گے۔ جس کے پاس زیادہ ہے' وہ دے دے گا۔ جس کے پاس نہیں ہو گا وہ منع کر دے گا۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"بھیک؟"

"ہاں۔ بھیک ہی سمجھ لو۔" جوزیفائن نے جواب دیا۔

ایک لمحے کے لیے میں نے دل ہی دل میں کچھ سوچا اور پھر تیار ہو گیا۔ یہ تجربہ بھی کر لینا چاہیے' دیکھوں کیسا لگتا ہے ———؟ حالانکہ میری اس کیفیت کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بس ذہن پر ایک کہر سی چھائی ہوئی تھی جسے میں جھٹک دینا چاہتا تھا۔ سو میں جوزیفائن کے ساتھ چل پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن وہ بے چاری سخت مایوس ہوئی۔ اس کے ساتھ مجھے دیکھ کر لوگوں نے بھیک نہیں دی۔ لوگ عجیب سی نگاہیں ہمارے اوپر ڈالتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ تب جوزیفائن نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"یہ لباس کہاں سے آیا تمہارے پاس؟"

"اس۔" میں نے اپنی شاندار قمیض اور پتلون کو دیکھا۔ "میرا ہے۔"

"لیکن اس لباس کے بعد تمہارے پاس کچھ بچا؟"

"کچھ نہیں بچا جوزیفائن!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر ایسا کرو تم یہاں ٹھہرو۔ لوگوں نے اپنے کچھ اقدار قائم کر رکھے ہیں۔ ضرورت مند کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بہت سے روپ دھارنے پڑتے ہیں۔ تم جس لباس میں ہو' لوگ تمہیں اس میں دیکھ کر خوش نہیں ہیں۔ میں البتہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں بھیک مانگ سکتی ہوں۔ تم یہاں رکو۔ دیکھو میں کچھ کر کے لاتی ہوں۔" جوزیفائن نے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھ گئی۔

میں خاموش کھڑا اسے اداس نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دل چاہ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ جاؤں۔' کہیں دور چلا جاؤں۔ بہت دور' جہاں انسان کا وجود نہ ہو۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ میرے لیے ناممکن ہے------ میں جوزیفائن کی طرف دیکھتا رہا۔

چند افراد کے سامنے وہ رکی۔ ہاتھ پھیلایا اور انہوں نے اسے کچھ دے دیا تھا۔ جوزیفائن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب وہ آگے بڑھی اور اس نے کچھ دوسرے افراد کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ پھر وہ تیسرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ایک تنہا شخص تھا' رک گیا۔ اس نے جوزیفائن سے کوئی بات کی اور وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلا دی اور وہ شخص جوزیفائن کا رخسار نوچ کر آگے بڑھ گیا۔ جوزیفائن نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پیسے دیکھے۔ غالباً" وہ اتنے ضرور تھے کہ ان سے کچھ خریدا جا سکتا۔ بہر حال اس نے اپنی وقتی ضرورت پوری کر لی تھی اور آئندہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"آؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"چلو جوزیفائن! تمہیں کیا ملا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اتنا کچھ مل گیا ہے کہ اس سے کچھ کھانے کے لیے خریدا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ------"

اور میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ "چلو------" میں نے کہا پھر چلتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ لمبا آدمی تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

"مذاق کر رہا تھا۔" جوزیفائن نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔"

"اوہ' پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس وقت میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی ہاں اگر اس کی ضرورت کبھی پیش آئی تو میں اس سے مل لوں گی------ فی الحال اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔"

یہ سن کر میں نے گہری سانس لی۔ جوزیفائن نے ایک دکان میں داخل ہو کر------ ڈبل روٹی اور اس کے ساتھ کچھ دوسری چیزیں خریدیں' انہیں پارسل میں پیک کرانے کے بعد ہم لوگ خیمے میں واپس آ گئے۔

مجھے ڈبل روٹی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن راجہ نواز اصغر کو قتل کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں تھا------ راجہ نواز اصغر کروڑوں روپے کا مالک تھا۔ لیکن ان میں سے ایک پیسہ بھی وہ اپنی ذات پر خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا------ ہاں' اگر کسی کے لیے کچھ کر سکا تو ضرور کر دوں گا۔ میں نے سوچا۔

میں جوزیفائن کے خیمے میں لیٹ گیا۔ دوپہر کا کھانا کھا لیا تھا اس لیے اب آرام کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ جوزیفائن نے بھی مجھے نہ چھیڑا اور نہ جانے کس وقت تک سوتا رہا۔

جاگا تو خاصی رات ہو گئی تھی۔ کیمپ میں ہپیوں کے شور و غوغا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کوئی چیز بجائی جا رہی تھی۔ اور وہ لوگ ناچ گا رہے تھے------ یہ ماحول میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور نہ وہ آوازیں۔

میں لیٹا رہا۔ جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اپنی قمیض' پتلون سے نکالی اور باہر نکل آیا۔

باہر کہیں موم بتیوں اور مشعلوں کی روشنی تھی اور ان روشنیوں میں لچکتے ہوئے ہپیوں کے بدن عجیب سے نظر آ رہے تھے۔

بے پرواہ عجیب و غریب' ماحول سے لاپرواہ لوگ------ اگر صحیح معنی میں دیکھا جائے تو زندگی سے در حقیقت وہی لوگ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ نہ کھانے کا غم نہ کمانے کی فکر۔ نہ کوئی پریشانی یا کوئی الجھن۔ جہاں جگہ ملی سو گئے جو کھانے کو ملا کھا لیا' جو پہننے کو ملا پہن لیا۔ نہ فکر' نہ فاقہ نہ غم۔

بلاشبہ انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں ہپیوں کے اسی گروہ کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن ابھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا کہ جوزیفائن مل گئی۔ اس نے مجھے کہیں سے دیکھ لیا تھا۔

"جاگ گئے؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"جو چاہو نام رکھ لو------ ناموں سے کیا ہوتا ہے؟"

"میں نے اب تک نہیں پوچھا تھا۔ بس سوچ رہی تھی تمہیں کس نام سے یاد کروں؟"

"میں نے کہا نا جو چاہو رکھ لو۔"

"خود تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"شاید نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب ہو------ بھلا کوئی شخص بغیر نام کے بھی ہوتا ہے۔"

"میں ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں بتانا چاہتے نہ بتاؤ' تمہاری مرضی۔"

"اوہ جوزیفائن! نہیں ------ تم مجھے ------ کیا نام بتاؤں۔"

"نہیں ------ صرف اصلی نام۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وکی کہہ لو۔" میں نے کہا۔

"اوہ وکی! اچھا نام ہے۔" جوزیفائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر پوچھا۔ "بھوک لگ رہی ہے؟"

"نہیں جوزیفائن ------ اس دنیا میں بھوک کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن بھوک کا مسئلہ دنیا کے ہر مسئلے سے بڑھ کر ہے۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن بیڈ لک ہے وکی۔ اس وقت ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے جوزیفائن! کچھ نہیں کھائیں گے۔ بلاوجہ کھانے کی الجھن میں پھنستے۔" میں نے کہا اور جوزیفائن ہنسنے لگی۔

"دلچسپ آدمی ہو ------ آؤ دیکھتے ہیں' کچھ کرتے ہیں۔ لیکن رات کی خوشیاں تو کالے سونے ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہپیوں کے غول تک پہنچ گئے' جوزیفائن چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہی تھی۔

چرس کی اور پیتھوڈین اور دوسرے نشوں کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ یہ بو مجھے ناگوار نہیں محسوس ہوتی تھی۔ اب تو میں اس کا عادی ہو گیا تھا۔ یونہی دل چاہنے لگا کہ چرس پیوں ------ لیکن میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جسے بیچ کر چرس حاصل کر سکتا تھا۔

جوزیفائن بھی شاید کسی شناسا کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر اس نے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا "تم یہاں رکو وکی! میں کچھ کوشش کرتی ہوں۔"

"اوہ جوزیفائن! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم اپنے لیے ہی کچھ کر لو تو بہتر ہے۔"

"اپنے لیے نہیں ------ دونوں کے لیے۔" اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کس طرف گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جوزیفائن واپس آئی۔ وہ اپنے ہاتھ میں چرس کی کچھ گولیاں اور سگریٹ لیے ہوئے تھی۔ اس نے وہ چیزیں مجھے دے دیں اور بولی "سوری وکی! اس وقت میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی اور شاید رات کو بھی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"دیکھو نا وکی! کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا بھی پڑتا ہے۔ میں یہ رات بنیل کے ساتھ گزاروں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"او کے جوزیفائن! میں خیمے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" جوزیفائن نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور آگے بڑھ گئی۔

"واہ راجہ جی ------ ایک لڑکی ایک رات کی قیمت چرس کی دو گولیاں اور سگریٹ ------ عیش کرو عیش۔" میں نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اور گولیوں کو مسلنے لگا۔ پھر سگریٹ خالی کر کے میں نے چرس بھرنا شروع کی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ کوئی میرے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔

پلٹ کر دیکھا تو لمبے لمبے بال میری پیشانی کو چھونے لگے۔ وہ بڑے دلچسپ انداز میں مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ ایک دبلی پتلی مدقوق سی لڑکی تھی جو بڑی لالچی نگاہوں سے مجھے چرس بھرتے دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو!" اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاس دو سگریٹ ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا میں تمہاری پارٹنر بن سکتی ہوں؟"

"سوری۔ میرے پاس سگریٹوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ بیٹھ جاؤ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ بڑی اپنائیت سے اس نے میرے زانو پر اپنی کہنی رکھ دی تھی۔ پھر وہ مجھے چرس بھرتے دیکھتی رہی۔ اور میں نے ایک سگریٹ اس کی جانب بڑھا دیا اور دوسرا اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

اس نے جلدی سے ماچس نکالی۔ "میرے پاس ماچس موجود ہے۔" اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

تب ہم دونوں نے سگریٹ سلگا لیے اور لڑکی بڑی احتیاط سے سگریٹ کے کش لگانے لگی۔

"تھینک یو ویری مچ۔" وہ بار بار مجھ سے کہہ رہی تھی اور سگریٹ کے کش لیتی جا رہی تھی۔

ہپیوں کی اچھل کود جاری تھی۔ لڑکی چرس پی رہی تھی ------ میں بھی چرس کا دھواں حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ لڑکی میرا ساتھ دے رہی تھی میں نے ابھی تک اس کا نام نہیں پوچھا اور نہ اس نے میرا۔

بہت سے ہپی ناچ رہے تھے۔ ان کا شور و غوغا جاری تھا۔ ہم ان کا تماشا دیکھتے رہے۔ ایک سگریٹ سے بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جب سگریٹ کا آخری سرا بھی ہماری انگلیوں کو چھونے لگا تو ہم نے سگریٹ پھینک دیے ------ ہپی ڈفلی بجا رہے تھے۔ کسی کے پاس منڈولن نہیں تھا۔ ہم ہپیوں کی بے ہنگم آوازیں سنتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد بوریت محسوس ہونے لگی۔ میں نے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"موسیو!" اس نے گردن جھکا کر مجھ سے کہا۔

"ہوں۔"

"کیا ارادہ ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"نیند آ رہی ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاس خیمہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے پاس تو خیمہ بھی نہیں ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہارے ساتھ رات گزار سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ دبلی پتلی' مریل سی لڑکی' نجانے کون کون سی بیماریوں کی پوٹ۔ لیکن بہرحال انسان ہے اور صرف ایک رات کے لیے جگہ مانگ رہی ہے------ جوزیفائن کا خیمہ میرے پاس ہے اور جوزیفائن یقیناً" اس شخص کے پاس ہو گی جس نے اسے چرس اور سگریٹ دیے تھے۔

"چلو۔" میں نے کہا اور لڑکی فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اسے ساتھ لے کر خیمے میں آ گیا۔

اس نے خیمے کو دیکھا اور پرمسرت لہجے میں بولی۔ "اچھی جگہ ہے۔ کھلے آسمان کے نیچے تو بڑی سردی لگتی ہے۔"

اس مدقوق عورت کے چہرے پر اس وقت بے پناہ بے بسی اور معصومیت تھی۔ دنیا اسی طرح کے حالات کا شکار رہتی ہے۔ سو میں نے بھی الجھے بغیر کہا "آج رات تم یہاں رہ سکتی ہو۔"

اس نے خیمے کا پردہ نیچے گرا کر باندھ دیا اور بڑے اطمینان سے اپنا لباس اتارنے لگی۔

میں خاموش نہ رہ سکا۔ "کیوں------ لباس کیوں اتار رہی ہو؟"

"اوہ' دراصل میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں ہیں اور اگر میں انہیں پہن کر سو جاؤں تو یہ پھٹ جائیں گے۔ میں ہمیشہ انہیں اتار کر سوتی ہوں کیونکہ یہ کمزور ہو چکے ہیں۔"

"کھلے آسمان کے نیچے بھی؟"

"ہاں۔ اس وقت میں انہیں اپنے بدن پر ڈال لیتی ہوں۔ پہننے سے کسی بھی وقت ضائع ہو سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی------ لباس اتار کر لیٹ گئی۔ میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔ وہاں بستر وغیرہ تو تھا نہیں' جس کا اہتمام ہوتا------ چند ساعت وہ اسی طرح لیٹی رہی۔ اس کی نگاہیں میری جانب اٹھی ہوئی تھیں اور میں خیمے کی چھت کو دیکھ رہا تھا۔

اچانک وہ آہستہ سے بولی "میں تمہارے پاس آ جاؤں؟"

"آ جاؤ------ انتظار کیوں کر رہی ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' دراصل میں------" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی اور جلدی سے اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔

میرے ذہن میں اس وقت کچھ نہیں تھا' بھوک لگ رہی تھی۔ وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر لیٹ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

میں نے اس کے سانسوں کی گرمی محسوس کی اور اس کے بعد سب کچھ بھول جانے کو دل چاہا------ یاد صرف اتنا رہا کہ ایک عورت اور ایک مرد------ دو جسم تھے جو دنیا کی کثافتوں سے آزاد ہو کر ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔ اس کے جذبات بھی تیز ہوتے جا رہے تھے اور میں بھی بھول گیا تھا کہ میں کیا ہوں اور کن حالات میں وقت گزار چکا ہوں۔

بس مجھے وہ یاد تھی اور خیمے کا گھٹا گھٹا سا ماحول تھا۔ اس گھٹے گھٹے ماحول میں ہماری گھٹی گھٹی سانسیں ابھرتی اور ڈوبتی رہیں۔ یہاں تک کہ سانسوں کا سلسلہ ذہنوں سے محو ہو گیا۔ ہم دونوں کو نیند آ گئی تھی۔

"رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اس نے مجھے جگا دیا۔ "موسیو! سنو------" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے نیم غنودگی کی آواز میں کہا۔ ویسے میرا ذہن جاگ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید اسے نیند نہیں آ رہی ہے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پھر پوچھا۔

"تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اوہ' بھوک لگ رہی ہے؟"

"کب سے بھوکی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" دو دن سے------ چرس کے سگریٹ سے بھی مجھے نیند نہیں آئی۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ "افسوس لڑکی! میرے پاس بھی کھانے کو کچھ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔ لہجے میں برا ماننے کا انداز یا مایوسی قطعی نہیں تھی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ ہم جیسے لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

کافی دیر تک وہ خاموش رہی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا واقعی تم دو دن سے بھوکی ہو؟"

"ہاں۔ پرسوں ناشتے میں ڈبل روٹی کے کچھ ٹکڑے مل گئے تھے۔"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"فرانس کی۔" اس نے جواب دیا۔

"کب چلی تھیں وہاں سے؟"

"طویل عرصہ گزر گیا۔"

"وہاں تمہارے اپنے لوگ تو ہوں گے؟"

"ہاں۔ کچھ تھے۔"

"کون تھے وہ؟"

"نجانے کون تھے' کچھ یاد نہیں ہے۔"

"اوہ' تو تم انہیں بھول چکی ہو؟"

"ہاں بھلا دینے میں بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"نیتاں۔" اس نے جواب دیا۔

"نیتاں! اس زندگی میں تم اپنی مرضی سے آئی تھیں؟"

"کیا دنیا میں کوئی بھی اپنی مرضی سے آتا ہے موسیو؟" اس نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے' دنیا میں کوئی اپنی مرضی سے نہیں آتا۔ لیکن میں نے تم سے موجودہ زندگی میں آنے کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"اس دنیا میں بھی اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی۔ ہاں زندگیاں خود راستے متعین کر دیتی ہیں اور انسان ان پر چل پڑتا ہے۔"

"گویا تم اس زندگی سے خوش نہیں ہو؟"

"تعجب ہے تم اسے زندگی کہتے ہو۔ میں بھوکی ہوں اور مستقبل میں بھی میرے سامنے کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو میری بھوک مٹا سکے' اس کے باوجود اگر تم اسے زندگی کہتے ہو تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔۔۔۔۔"

"نیستاں! زندگی کا تمہاری نگاہوں میں کیا مفہوم ہے؟"

"دیکھو! انسان اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا۔ بس حالات یا اسے تم جو کچھ بھی کہو' اسے دنیا میں لے آتے ہیں' وقت اس کے لیے راستے متعین کرتا ہے اور پھر وہ دنیا اور وقت کے رحم و کرم پر رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا اسے اچھا ماحول' اچھی زندگی دے دے تو وہ خوش رہتا ہے اور پر سکون موت مر جاتا ہے اور اگر دنیا اس سے ناراض ہو اور اسے کچھ دینا نہ چاہے تو پھر وہ نیستاں بن جاتی ہے۔"

"اوہو' تو تمہاری نگاہوں میں زندگی کا مفہوم ایک اچھی طرز رہائش' ایک خوبصورت شوہر اور کچھ بچوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے؟"

"ہاں' عورت کے لیے یہی تفویض کیا گیا اور میرا خیال ہے کہ ازل سے عورت یہی سب کچھ پسند کرتی آئی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص رنگ پا لیا ہے۔ اب اگر اس سے یہ مخصوص رنگ چھین لیا جائے تو ظاہر ہے وہ خود کو مکمل نہیں سمجھ سکتی۔"

"تم اس رنگ سے کیوں دور ہو نیستاں؟"

"دور نہیں' دور کر دی گئی ہوں موسیو!"

"کس طرح نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"وجہ یہ تھی کہ پیدا ہوئی تو ماں مر گئی۔ باپ نے اپنی دانست میں اچھی پرورش کرنے کی کوشش کی' تھوڑا سا پڑھایا لکھایا بھی۔ لیکن وہ خود ایک مفلوک الحال آدمی تھا۔ کوئی خاص ذریعہ آمدنی بھی نہیں تھا۔ عموماً بیمار رہتا تھا۔ ایک چھوٹا سا قطعہ تھا جس پر کھیتی باڑی کر کے ہم زندگی گزارتے تھے۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن' بس ہم دونوں باپ بیٹی تھے۔ پھر موسم سرما میں ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میرے باپ کو نمونیہ ہو گیا۔ علاج کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے در در بھیک مانگی' بہت سے لوگوں کی خوشامد کی۔ لیکن اپنے باپ کو زندگی دینے میں کامیاب نہ ہو سکی اور وہ مر گیا۔ زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ شہر آئی' کوشش کی کہ کہیں ملازمت حاصل کر سکوں۔ ایک سٹور پر ملازمت ملی لیکن وہ ملازمت سیلز گرل کی نہیں بلکہ ایک کال گرل کی تھی۔۔۔۔۔ لوگوں نے مجھے جس راہ پر لگایا' پیٹ کی خاطر اس پر چل پڑی۔ پیٹ بھرنے کے لیے کچھ نہ کچھ درکار تھا۔ طویل عرصے تک لٹتی رہی۔ پھر میں نے سوچنا بھی چھوڑ دیا کہ میں لٹ رہی ہوں۔ حالات نے مجھے اس بازار تک پہنچا دیا جہاں کال گرلز گاہکوں کی تلاش میں کھڑی رہتی ہیں۔ تب ایک دن ایک پادری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بے وقوف نیکی اور بدی کی تلقین کرنے آیا تھا میں نے اسے اپنی

قیام گاہ پر دعوت دی اور پوچھا کہ نیکی کیا ہوتی ہے۔ اس نے حفظ کیے ہوئے الفاظ دہرا دیے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں نیکی کیسے کروں؟ نیکیاں پیٹ بھرنے کے کام نہیں آتیں۔ ہاں' کیا آپ کسی گرجا گھر میں مجھ نن بنوا سکتے ہیں؟" احمق پادری جوش میں آ گیا اور مجھے ساتھ لے چلا۔ راستے میں بھی اس نے مجھے یہی ہدایات دی تھیں کہ سچ بولو' مذہب سے محبت کرو اور یسوع کی تعلیمات کی پیروی کرو۔ اسی میں نجات ہے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں بھی نجات چاہتی ہوں۔"

پادری مجھے ایک گرجا گھر میں لے گیا۔ اس وقت بڑے پادری تقریر کر رہے تھے۔ اگر مجھے اس چرچ میں پناہ مل جائے تو میں باقی زندگی مذہب کی خدمت میں گزار دوں گی' میں نے تقریر سن کر سوچا۔ پھر اس پادری نے مجھے بڑے پادری کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے ان سے کہا میں مقدس مریم کے قدموں میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ تو پادری نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے میرے کوائف پوچھے۔ میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور یہ جان کر کہ میں ایک کال گرل ہوں اور کن کن حالات میں گزار چکی ہوں' پادری صاحب سن رہ گئے۔۔۔۔۔ اور پھر انہوں نے معذرت کر لی اور کہا کہ مجھ جیسی خراب لڑکی کو چرچ میں جگہ نہیں مل سکتی۔۔۔۔۔ میں نے مسکرا کر نیکیوں کی تلقین کرنے والے پادری کو آنکھ ماری اور واپس چلی آئی۔ لیکن وہاں سے واپسی پر میری طبیعت اپنے پرانے کاروبار سے اچاٹ ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک دن ہپیوں کی ایک ٹولی مجھے نظر آئی اور میں ان میں شامل ہو گئی۔۔۔۔۔ بس یہ کہانی ہے میری۔ کتنی مختصر لیکن مکمل۔۔۔۔۔"

میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے تم بھی دولت کا شکار ہو؟"

"دولت کی۔۔۔۔۔؟ ہاں شاید!" اس نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے دل میں کبھی یہ خواہش جاگتی ہے نیستاں کہ تم پھر اسی پر سکون زندگی کو اپنا لو۔ اپنا گھر بناؤ۔ اور ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کرو؟"

"ہاں۔ جب پینے کو چرس کا ایک سگریٹ نہ ملے تو ایسے خواب اکثر نظر آنے لگتے ہیں اور اس وقت چرس کی تلاش میں' میں ہر اس جگہ نکل جاتی ہوں جہاں چرس مل سکے۔ اس وقت میں اپنے خون کے آخری قطرے کے عوض چرس خرید لینا چاہتی ہوں۔"

"چرس؟"

"ہاں۔ ان خوابوں کا علاج صرف ایک سگریٹ ہے۔ نہ ملے تو یہ خواہش دیوانہ کر دیتی ہے۔ کہ کاش میں بھی ایک شریف عورت کی حیثیت سے زندگی بسر کروں۔"

"نیستاں! میں تمہیں دولت دوں گا۔ شاید وہ تمہیں خوشیاں دے سکے۔ لیکن ایک وعدہ کرو۔"

"وعدہ۔۔۔۔۔ کیسا۔۔۔۔۔؟"

"اگر تمہیں دولت مل جائے تو اس زندگی کو مکمل طور سے فراموش کر دو گی۔"

"دولت۔۔۔۔۔ کہاں سے ملے گی؟"

"میں دوں گا نیستاں۔۔۔۔۔ میں دوں گا۔"

"اوہ' ڈارلنگ! تم نے بھی تو صرف ایک سگریٹ پی تھی؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ کیوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاید تمہارا نشہ ٹوٹ چکا ہے' لیکن اس وقت؟ میرا خیال ہے سو جاؤ۔ ورنہ تم بھی تڑپو گے۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو نیستاں!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد نیند آ گئی اور سب کچھ ذہن سے نکل گیا اور پھر صبح کی تیز روشنی نے آنکھوں کے پپوٹوں کو چکاچوند کر دیا۔ میں جاگ گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر نیستاں گھٹنوں میں سر دیے گہری نیند سو رہی تھی اور اس سے ذرا پرے ایک اور وجود موجود تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

وہ سوکھی' دبلی پتلی جوزیفائن تھی' جو بے سدھ پڑی تھی' میں اٹھ بیٹھا۔ جوزیفائن خیمے میں کب آئی تھی؟ شاید رات کے کسی حصے میں ------ کیسی ہے یہ لڑکی؟ اس نے نیستاں کی موجودگی کے بارے میں کیا سوچا ہو گا؟

بہرحال میں نے ان دونوں کو نہیں چھیڑا خاموشی سے بیٹھا ہوا انہیں دیکھتا رہا۔ دل چاہا کہ خاموشی کے ساتھ خیمے سے نکل جاؤں۔ لیکن طبیعت پر ایسی کسالت طاری تھی کہ اٹھا ہی نہیں گیا۔ تب جوزیفائن نے کروٹ بدلی اور جاگ گئی۔ اس نے گردن گھما کر میری جانب دیکھا اور اس کے چہرے پر بدرونق سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ہیلو!" وہ باریک سی آواز میں بولی۔

"ہیلو!" میں نے بھی کہا۔

"صبح ہو گئی؟"

"ہاں۔"

"یہ کون ہے؟"

"نیستاں۔" میں نے جواب دیا۔

"جگادوں اسے؟" اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

"جگادو۔" میں نے کہا اور وہ نیستاں کو جھنجھوڑنے لگی۔ نیستاں نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

کیسی مایوسی تھی ان دونوں کے چہروں پر۔ صبح ہونے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ ہر صبح مایوسیوں اور تھکن کے انبار لے کر آتی ہے اور لمحات روح پر وزن ڈالتے رہتے ہیں اور اس وزن کے تصور سے چہروں کی بدرونقی میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ تب جوزیفائن خیمے کے ایک کونے میں رکھے کاغذوں کو ٹٹولنے لگی۔

ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ وہ مسکرائی بھی تھی اور پھر اس نے فخریہ انداز میں چند ڈبل روٹیاں' مچھلی کے کچھ ٹکڑے جو باسی تھے اور تھوڑا سا بھنا ہوا گوشت ہمارے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس طرح خوش تھی جیسے قارون کا خزانہ لے آئی ہو اور اب ہم سے داد کی طالب ہو۔

"شروع ہو جاؤ ------ اس کے بعد کچھ اور بھی پیش کروں گی۔" اس نے کہا۔

نیستاں نے میری جانب دیکھا اور میں نے اسے کھانے کا اشارہ کیا ------ "آجاؤ نیستاں! تم بھی آ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک کھسک آئی۔

باسی مچھلیاں' باسی ڈبل روٹیاں' طبیعت نے ایک لمحے کے لیے بغاوت کی۔ لیکن بھوک لگ رہی تھی اور میں قلاش تھا۔ کروڑپتی بھکاری ------' میں نے سوچا اور پھر اطمینان سے کھانے لگا۔ باغی فطرت کو

میں نے سلا دیا تھا۔

جوزیفائن کا دوسرا تحفہ چرس بھرے سگریٹوں کا پورا پیکٹ تھا' جسے اس نے فخریہ طور پر ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔

"پورے دس سگریٹ ہیں۔" اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"دس!" اس کے مسرت بھرے لہجے کی بھرپور پیروی نیستاں نے کی تھی۔ میں احمق سا آدمی بھلا ان دس سگریٹوں کی حقیقت کیا سمجھ سکتا تھا۔

"ہاں۔ پورے دس۔"

"کیا میں اس میں سے ایک سگریٹ لے لوں؟" نیستاں بڑی عاجزی سے بولی۔

"لے لو۔ ہم تینوں کے حصے میں تین تین سگریٹ آئیں گے۔ ایک بچ جائے گا' وہ میری طرف سے ------" اس نے میری جانب دیکھا' مسکرائی اور بولی "تمہارے لیے ------"

میں نے سپاٹ نگاہوں سے اس بے تکی لڑکی کو دیکھا۔ نہ اس کے نقوش میں کوئی جاذبیت تھی' نہ میرا اس سے کوئی تعلق تھا۔ ایک رات بھی تو اس کے ساتھ نہیں گزری تھی۔ بلکہ اس نے میری خاطر اپنی ایک رات کسی اور کے ساتھ گزاری تھی۔ ہمدردی ------ صرف ہمدردی ------ تب میں نے ایک اور نظریے سے اسے دیکھا۔

نیستاں میرے ساتھ اس کے خیمے میں تھی' اس کا کیا ردعمل ہوا تھا اس پر؟ لیکن یہ سوچنا میری حماقت تھی۔ اس نے نیستاں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور خاموشی سے اپنی بساط کے مطابق اس کی خاطر مدارت میں مصروف ہو گئی تھی۔

چرس کے سگریٹ سلگ اٹھے۔ عیاشی ہو رہی تھی' جوزیفائن کے کرم پر ------ اور نیستاں محض مسکرا رہی تھی۔ دو سگریٹ پینے کے بعد آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ نیستاں نے اپنے حصے کی ایک سگریٹ بچا لی تھی جسے اس نے نہایت احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیا ------ لباس اس نے چند ساعت قبل ہی پہنا تھا۔

پھر وہ اٹھ گئی۔ "میں اب چلتی ہوں۔"

"کہاں جاؤ گی نیستاں؟"

"ابھی تو اسی کیمپ میں ہوں گی۔ اگر تلاش کرو گے تو کسی نہ کسی خیمے کے آس پاس مل جاؤں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"نیستاں! مجھے تم سے کام ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا کام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بہت ضروری ------ ڈیر جوزیفائن! کیا تم مجھے تھوڑی دیر جانے کی اجازت دو گی؟" میں نے جوزیفائن سے پوچھا۔

"ضرور ------ کیوں نہیں۔" اس نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نیستاں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نیستاں آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔

"تم نے بتایا نہیں ڈیر! تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟" نیستاں نے کچھ دور چل کر پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم شام کو مجھے کس وقت ملوگی؟" میں نے دریافت کیا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اگر میری ضرورت محسوس کرو تو یہیں کہیں تلاش کر لینا۔ میری کوئی منزل تو ہے نہیں' کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے میرا۔ بلکہ میرا تو خیمہ بھی نہیں ہے۔ کہ میں تمہیں اس کا پتہ دے دوں۔ کہیں نہ کہیں کھلے آسمان کے نیچے مل جاؤں گی۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

"ہوں' شام کو تقریباً" چھ بجے مجھ سے ملنا------ آؤ گی؟"

"آ جاؤں گی۔" نیستاں نے مسکرا کر کہا۔ پھر آہستہ سے بولی "وہ لڑکی تمہاری کون ہے؟"

"کون------جوزیفائن؟"

"ہاں۔"

"دیکھو نیستاں! میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو رشتوں کو نہیں مانتے۔ پھر بھلا کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کون ہے۔ کیا اس دنیا میں کوئی کسی کا ہوتا ہے؟" میں نے پھیکے انداز میں کہا۔

نیستاں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی "ہاں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اوقات ذہنی رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ ان رشتوں کا کوئی نام نہیں ہوتا' بے نام سے رشتے' لیکن ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تمہیں چاہتی ہے؟"

"جوزیفائن کے بارے میں کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

"چاہتی ہو گی نیستاں! مجھے اس بارے میں معلومات نہیں ہیں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"پچھلی رات وہ کہاں تھی؟ میرا مطلب ہے اس وقت وہ خیمے میں نہیں تھی جب ہم لوگ وہاں گئے تھے۔"

"ہاں۔ اس وقت وہ وہاں نہیں تھی۔"

"کہاں گئی تھی وہ؟" نیستاں نے پوچھا۔

"میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست اور چرس کا انتظام کرنے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔" وہ مسکرائی۔ "چرس وہی لائی تھی؟"

"ہاں۔ اور تم نے دیکھا ہو گا کہ اس نے وہ چیزیں مجھے دیں تھیں۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی کہ اس نے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ کیا وہ تنہائی میں بھی تم سے میرے بارے میں نہیں پوچھے گی؟"

"میں نہیں جانتا نیستاں۔"

"کیوں------ کیا تم اس کی عادت سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"اس کی وجہ؟"

"وجہ صرف یہ ہے کہ اسے مجھ سے ملے ہوئے ابھی صرف چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے۔ یہ خیمہ اسی کا ہے اور اس نے مجھے اس خیمے میں پناہ لینے کی اجازت دی تھی۔"

"اوہو۔" نیستاں نے آہستہ سے گردن ہلائی پھر بولی "ٹھیک ہے' میں شام کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں! وعدہ۔" اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

☆ ☆ ☆

کسی کے لیے کچھ کرنے کی خواہش تو اب دل میں زیادہ شدت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا بحران طاری تھا۔ خود تو اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ بس جو سوچ لیا' سو سوچ لیا۔

نیستاں جا چکی تھی۔ میں واپس جوزیفائن کے خیمے میں نہیں گیا تھا بلکہ وہاں سے دور نکل آیا تھا۔

میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ لباس بھی میلا کچیلا سا ہو رہا تھا۔ ایسی حالت میں میری کوئی شخصیت تو رہی نہیں تھی' بس چلا جا رہا تھا۔ ذہن میں بہت سارے خیالات تھے۔ نجانے کتنی دیر میں شہر کے مخصوص حصوں میں پہنچا تھا۔ اور پھر میں نے ایک بنک کا رخ کیا تھا۔

بنک سے ایک سلپ حاصل کر کے میں نے اس میں اپنی رقومات کے بارے میں تفصیلات درج کیں۔ دستخط کیے اور ایک درخواست بھی لکھی کہ میرے پاس چیک بک وغیرہ نہیں ہے۔ اس لیے تمام چیزیں میرے دستخطوں سے ملا لی جائیں۔ یہ درخواست لکھ کر میں بنک مینجر کے پاس پہنچ گیا۔

مینجر نے میرا حلیہ دیکھا تھا پھر اس نے دوبارہ میری درخواست دیکھی۔ بہر صورت حیرانی کے باوجود اس نے میرے ساتھ تعاون کیا' متعلقہ کلرکوں کو اس نے ہدایات جاری کیں اور تھوڑی دیر کے بعد تمام تفصیلات بنک مینجر کے پاس پہنچ گئیں۔ میری رقومات کا جائزہ بھی لیا گیا اور مینجر مستعد ہو گیا۔

اس نے ایک بار پھر تعجب سے میرے حلیے کو دیکھا اور ازراہ اخلاق مجھ سے پوچھا۔ "کیا آپ کسی الجھن کا شکار ہیں جناب؟ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

"نہیں جناب! میں ٹھیک ہوں۔ بس بعض اوقات انسان عجیب و غریب حالات سے گزرتا ہے۔" میں نے رسمی انداز میں کہا۔

مینجر نے مجھ سے چند اور دستخط لیے۔ پھر انہیں ماہرین کے پاس بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے بارے میں ماہرین کی تصدیقات حاصل کر چکا تھا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کی ایک کثیر رقم اس بنک میں جمع ہے۔ چنانچہ وہ مجھے رقم دینے پر تیار ہو گئے------ اس نے مجھے چیک بک دی۔ میں نے ایک لمبی رقم کا چیک کاٹا اور چیک فوری طور پر کیش ہو گیا۔

نوٹوں کی گڈیاں میں نے جیب میں ٹھونس لی تھیں۔ پھر میں اطمینان سے بنک سے باہر نکل آیا۔

کل میں ان نوٹوں کو خیرباد کہہ چکا تھا------ میں نے نوٹوں کو ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ گویا اس دولت سے میں نے چھٹکارہ پایا تھا۔ لیکن کمبخت دولت انسانی زندگی پر کس قدر مسلط ہے۔ آج پھر مجھے اس کی ضرورت پڑ گئی تھی' اپنے لیے نہ سہی نیستاں کے لیے' کسی کے بھی لیے------ لیکن بہرحال یہ بات درست تھی کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔

چنانچہ آج پھر یہ گڈیاں میری جیبوں میں تھیں۔ کافی دیر تک میں شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بہت سی چیزوں کے لیے دل چاہ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے چند ساعت سوچا' پھر مسکراتا ہوا ایک بازار کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے جوزیفائن کے لیے بہت سی چیزیں خریدیں۔ نیستاں کے لیے بھی کچھ سامان لیا۔ پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر کیمپ کی جانب چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کئی بنڈل لٹکائے ہوئے جوزیفائن کے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ شاید وہ میرے لیے یا اپنے لیے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کرنے گئی تھی۔ میں نے وہ بنڈل خیمے میں ڈھیر کر دیے۔ انہی میں نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھ دیں اور اطمینان سے لیٹ گیا۔

نجانے میں کب تک لیٹا اپنے بارے میں غور کرتا رہا۔ جہلم کے راجہ نواز کو ڈھونڈتا رہا ------ اپنے دوست سردارے کو یاد کرتا رہا۔ اپنے وطن کی مٹی کی سوندھی خوشبو کو ذہن میں بساتا رہا۔ پھر اپنی زندگی کے موجودہ رخ پر غور کرنے لگا۔ زندگی کا یہ رخ جو میں نے اختیار کیا تھا کیا میرے لیے مناسب تھا؟ کیا میری موجودہ کیفیت کو سہارا دے سکتا تھا؟ ذہن میں ایک الجھن سی برپا تھی۔ چنانچہ میں نے یکایک فیصلہ کر لیا کہ اس علاقے کو فوراً" چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ نجانے نوبت کہاں تک پہنچے۔

بہت سی باتیں سوچنے کے بعد میں اپنی جگہ سے جانے کے لیے اٹھا۔ لیکن اسی وقت جوزیفائن خیمے کے دروازے پر نظر آ گئی۔

"اوہ' تم آ گئے۔" وہ مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ شاید اس میں کھانے پینے کا سامان تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

ابھی تک کونے میں پڑے ہوئے بنڈلوں پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اپنا پیکٹ کھولا اور میرے سامنے چند روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت رکھ دیا۔ ایک لمحے کے لیے جہلم کا راجہ نواز میرے اندر جاگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے سختی سے اسے سلا دیا۔

"لو کھاؤ۔" جوزیفائن نے کہا۔

"کہاں سے لائی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کہیں سے بھی ------ کھاؤ۔"

"جوزیفائن! ایک بات پوچھوں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"ضرور پوچھو۔" جوزیفائن نہایت اطمینان سے بولی۔

"تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو؟"

"بس جی چاہتا ہے۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"جوزیفائن! اگر تم مجھے دوست کہتی ہو تو پھر میری دوستی تمہیں کافی مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"مہنگی اور سستی ------ یہ الفاظ ہم لوگوں کے لیے مناسب نہیں ہوتے۔ ہم ان چیزوں سے بے نیاز ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھاتے کھاتے جوزیفائن کی نظر اتفاقیہ طور پر اس طرف اٹھ گئی تھی۔ اس نے تعجب سے بنڈلوں کی طرف دیکھا اور بولی۔ "ان میں کیا ہے؟"

"چند چیزیں جو میں بازار سے لایا ہوں۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔

"ہاں' ہاں پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد دیکھ لینا۔" میں نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن جوزیفائن متواتر تعجب سے مجھے دیکھتی رہی' پھر الجھے ہوئے انداز میں کھانا کھانے لگی۔ بار بار اس کی نگاہیں میری جانب اٹھ جاتی تھیں۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہیں پا رہی تھی۔

میں نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی۔ "کیا سوچ رہی ہو جوزیفائن! کیوں الجھ رہی ہو؟"

"تم یہ سب ------؟" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔

"میں تمہاری کیفیت سمجھ رہا ہوں جوزیفائن! تم سوچ رہی ہو کہ مجھ جیسے قلاش آدمی میں کچھ خریدنے کی اہلیت کہاں سے آ گئی؟" میں نے کہا۔

"ہاں' میرے ذہن میں یہی خیال تھا۔"

"تم نے اپنی ایک رات کی اجرت میرے کھانے کی شکل میں مہیا کی میرے اوپر بھی کچھ فرائض تھے جوزیفائن! جو میں نے پورے کیے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن ------؟" جوزیفائن پھر رک گئی۔ وہ کچھ کہنے سے احتراز کر رہی تھی یا پھر ہچکچا رہی تھی۔

"جوزیفائن! میرے خیال میں تمہیں جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں' ظاہر ہے میں مرد ہوں' میرے وہ ذرائع نہیں ہیں جو تمہارے ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جوزیفائن بھی مسکرانے لگی۔ یہاں کسی شرم و حیا کا تصور نہیں تھا۔ اور اگر میں کوئی تصور کرتا تو یقیناً" وہ میری حماقت ہوتی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے چند بنڈل جوزیفائن کے سامنے رکھ دیے۔ ان میں جو کچھ تھا' وہ میں نے جوزیفائن کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "جوزیفائن! میں یہ چیزیں تمہارے لیے خرید کر لایا ہوں ------ اور لو' یہ بھی رکھ لو۔ ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔" میں نے جوزیفائن کو نوٹوں کی گڈی دیتے ہوئے کہا ------ اور جوزیفائن کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا۔

اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا' پھر آہستہ سے بولی "مم ------ مگر یہ سب کچھ ------"

"ڈاکہ نہیں ڈالا' کسی کو قتل نہیں کیا' تم بے فکر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"لیکن یہ تم لائے کہاں سے ہو؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے جوزیفائن! تم نے میرے لیے جو کچھ کیا' اس کے عوض میں نے بھی تمہارے لیے کچھ کیا ہے۔ قبول کرنا چاہو' کر لو۔ نہ کرنا چاہو' واپس کر دو۔ اس سے زیادہ میں کوئی جواب نہ دوں گا۔"

وہ متحیر نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ تب میں آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے بولا۔ "شاید اب تم مجھے یہاں دیکھنا نہیں چاہتیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں 'نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس حیران ہو رہی ہوں۔"

"حیران نہ ہو جوزیفائن ------ اپنے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتاتا ہوں کہ میں کوئی بھٹکا ہوا قلاش نہیں ہوں۔"

"اوہ۔" جوزیفائن نے گردن ہلائی۔ چند ساعت وہ سوچتی رہی پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولی۔ "شکریہ دوست!"

میں نے گردن ہلا دی تھی۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد جوزیفائن نے مجھے مخاطب کیا۔ "شاید تم بھی کسی الجھن کے شکار تھے۔ اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ نئے نئے ہماری دنیا میں داخل ہوئے ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"نہیں جوزیفائن! میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اور بہتر بھی یہی ہے ورنہ میری الجھنیں اور بڑھ جائیں گی۔"

"دوستوں سے اپنی الجھنیں کہہ دینے سے کچھ سکون مل جاتا ہے۔"

"میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جوزیفائن! پلیز ------" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔

ظاہر ہے اب میں ان الجھنوں میں زیادہ وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا ------ مجھے یقین تھا کہ جوزیفائن بری لڑکی نہیں ہے۔ جو کچھ اسے مل گیا ہے اس کے بعد اسے کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہے گی اور باقی جو سامان خیمے میں موجود ہے' وہ اسے ٹٹولنے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔

شام کو حسب وعدہ نیستاں میرے پاس پہنچ گئی جوزیفائن بھی اس وقت خیمے میں موجود تھی۔ نیستاں نے جوزیفائن کو دیکھا اور ٹھٹک کر رک گئی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔

"آؤ نیستاں!" میں نے اس سے کہا اور جوزیفائن نے بھی مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔

اس وقت جوزیفائن نے میرا خریدا ہوا ایک عمدہ لباس پہن رکھا تھا اور بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی شخصیت میں تقریباً" پچاس فیصد خوبصورتی زیادہ بڑھ گئی تھی۔

نیستاں نے اسے خاصی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا ------ وہ میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔" جوزیفائن نے اٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" جوزیفائن نیستاں کو میرے قریب دیکھ کر بولی او ہمارے جواب کا انتظار کیے بغیر خیمے سے نکل گئی۔ نیستاں اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر ویسی ہی بدرونقی چھائی ہوئی تھی۔ غالباً" صبح کے بعد ابھی تک اسے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ تب میں نے اسے کھانے کے لیے کچھ دیا اور وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔

"میرا خیال ہے تم نے صبح سے اب تک کچھ نہیں کھایا نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا موسیو!" نیستاں نے مستانہ انداز میں کہا۔

"میری تم سے کچھ گفتگو ہوئی تھی؟"

"ہاں ------ پھر ------؟" وہ بدستور کھاتے ہوئے بولی۔

"تم نے اپنے بارے میں جو کچھ بھی مجھے بتایا تھا' اس نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔"

"کیوں؟" اس نے غذا چباتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے بڑی بات یہ تھی کہ تم نے اس زندگی کو بحالت مجبوری اپنایا ہے ------ میرا مقصد ہے کہ ہپی ازم سے تم اس قدر متاثر نہیں ہو جس قدر کہ دوسرے لوگ۔ لیکن اس میں شامل ہونے پر مجبور ہو ------ کیا یہ درست نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

نیستاں کھانا کھا چکی تھی ------ چند ساعت اس نے میری جانب دیکھا۔ پھر پرخیال انداز میں بولی۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"نیستاں! اگر تمہیں اس زندگی سے نکلنے کا موقع مل جائے اور جیسا کہ تم چاہتی تھیں کہ تم گھریلو زندگی گزارو اور اگر اب تمہیں ایسی زندگی گزارنے کا موقع ملے تو کیا تم اسے قبول کر لوگی؟"

"ہاں۔ اکثر جب ذہن خالی ہوتا ہے تو میں ایسے خیالات کو ذہن میں لا کر خود کو بے حد پرسکون پاتی ہوں ------ سوچتی ہوں کہ میں ایک چھوٹے سے' خوبصورت سے مکان میں ہوں' میری شادی ہو چکی ہے ------ میرا شوہر ہے' بچے ہیں اور میں ان کے درمیان ایک ایسی مطمئن عورت کی زندگی گزار رہی ہوں جیسی کہ ہم مختلف گھروں میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہم خود اس قابل نہیں ہیں ------ مجھے یہ خواب بہت سکون بخشتے ہیں۔ اکثر میں یہ خواب دیکھتی ہوں لیکن اس یقین کے ساتھ کہ یہ صرف خواب ہیں' حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔"

"ہوں ------ تو یہ خواب تمہیں پسند ہیں؟"

"بے حد۔"

"اور تم ویسی ہی ایک گھریلو عورت جیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو؟"

"اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ چاہتی بے شک ہوں لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔"

"نیستاں! میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔"

"تم ------؟"

"ہاں۔"

"کیسے؟" اس نے پوچھا۔

"نیستاں! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے بہت ہی صاف ستھری گفتگو کرو۔"

"میں تیار ہوں۔"

"نیستاں! اس دنیا میں ہم سب آزاد ہیں۔ اگر غور کرو تو سب کا ایک دوسرے پر حق ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم کرنا چاہیں تو میرا خیال ہے ہم سب کو ایک دوسرے سے تعاون کی ضرورت ہے۔ نیستاں ------ تم نے کہا تھا کہ تم نے باعزت زندگی گزارنے کے

لیے دولت حاصل کرنے کی' میرا مقصد ہے' اتنی رقم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جو تمہیں باعزت زندگی دے سکتی۔ لیکن تم اس میں کامیاب نہ ہو سکیں اور یہی ناکامی تمہیں ان راستوں پر لے آئی۔ میں نہیں کہتا کہ یہ راستے کس حد تک اچھے ہیں اور کہاں تک برے ---- لیکن بہرصورت اگر ہمارے ذہن میں کوئی خواہش ابھرتی ہے تو ہمیں اس کی تکمیل کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے بددلی اور مایوسی میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔"

"نجانے تم کیا کہہ رہے ہو ---- میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا؟"

"صرف ایک بات نیستاں! کہ اگر تمہیں دولت مل جائے' اتنی دولت کہ تم ایک باعزت زندگی بسر کر سکو تو کیا تم اپنے وطن جانا پسند کرو گی؟ کیا تم زندگی کے اس دور کو بھلا سکتی ہو ---- اور نہ بھی بھلا سکو تو اسے اپنے سینے کی گہرائیوں میں دفن کر کے ایک نئی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو' کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"

"آہ ---- میرے ذہن میں یہ خواب ہمیشہ رینگتے رہتے ہیں۔ نجانے کیوں میں ان خوابوں کو پورا نہیں کر سکی۔ میرے ذہن میں یہ طلب اب بھی باقی ہے ---- لیکن یہ پوری کیسے ہو گی؟" نیستاں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہر قسم کی طلب پوری ہو سکتی ہے نیستاں! بعض اوقات انسان کو اس قسم کے مواقع مل جاتے ہیں ---- میں چاہتا ہوں تم اپنے وطن واپس چلی جاؤ' وہاں جا کر ایک باعزت حیثیت سے زندگی بسر کرو۔ دولت کے عوض تم محبت نہیں خرید سکتیں۔ لیکن تمہاری زندگی کم از کم اس راستے تک ضرور پہنچ سکتی ہے جو تمہاری پسند کا راستہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے ---- مگر میں اپنے وطن کیسے واپس جاؤں؟"

"میں تمہیں کچھ دینا چاہوں گا۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے میری جانب دیکھا جو جوزیفائن کے چہرے سے عیاں ہوا تھا۔

"ہاں نیستاں! میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے فضول سوالات نہ کرنا۔ جو کچھ تمہیں دوں اس کے بارے میں یہ مت سوچنا کہ وہ میں نے کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کیا ہے۔ اور اب اس سے جان چھڑا کر تمہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نیستاں ---- تم واحد لڑکی نہیں ہو' دولت حاصل کرنے کے لیے اگر ہم ایک آواز لگا دیں تو کتنے ہی لوگ ہماری طرف دوڑ پڑیں گے۔ مگر میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم وہ زندگی حاصل کر لو جو تمہاری پسند اور طلب ہے اور اس کے لیے میں نے کچھ انتظام کیا ہے۔"

میں خیمے کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ تب میں نے اپنی خریدی ہوئی چیزیں اس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ اس کے علاوہ نوٹوں کی بہت سی گڈیاں اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نوٹ تمہارے خوابوں کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوں گے۔"

نیستاں کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ وہ کبھی میری جانب دیکھتی اور کبھی نوٹوں کی گڈیوں کی طرف ---- اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ پھر اس کے بدن پر بھی ویسا ہی لرزہ طاری ہو گیا جیسا کہ جوزیفائن پر طاری ہوا تھا ---- "یہ کمبخت کاغذ کے حقیر ٹکڑے بڑی قوت رکھتے ہیں۔ نہ جانے یہ انسان کو کون کون سی کیفیات سے دوچار کرتے ہیں۔" میں نے تلخی سے سوچا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ پھر میں نے لرزہ اندام نیستاں کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں نیستاں! یہ تمہارے خوابوں کی تکمیل کریں گے۔ بھول جاؤ اپنے آپ کو' انہیں رکھ لو ---- یہاں سے چلی جاؤ۔ اس لباس کو پہن لو' فرینکفرٹ کے کسی عمدہ ہوٹل میں قیام کرو' وہاں سے تیاریاں مکمل کر کے فرانس واپس چلی جاؤ ---- اگر تم فرانس میں ایک معزز شہری کی حیثیت حاصل کر سکیں تو مجھے بے حد مسرت ہو گی۔"

"لیکن ---- لیکن ---- مجھے بتاؤ؟ تم میرے لیے ---- تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو اور یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا ہے؟"

"نیستاں! میں ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ بولو کیا تم وہ زندگی حاصل کرنا چاہتی ہو۔ جس کے خواب دیکھتی رہی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر انہیں لو اور فوری طور پر یہ کیمپ چھوڑ دو۔"

"فوری طور پر؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمہارا شکریہ بھی نہ ادا کروں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں نیستاں نہیں ---- میں نے کہا نا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے' ہاں' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس کا ہاں یا ناں میں جواب دو۔"

"میں ---- میں تیار ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خود کو مطمئن پانے لگا۔

بہرحال اب وہ صرف ایک عام سی لڑکی بن گئی تھی۔ نوٹ دیکھ کر بہت سے لوگ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ میری طرف دیکھا اس نے نوٹ اور سامان کے بنڈل سنبھالے اور خیمے سے باہر نکل گئی ---- وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ---- وہ خوفزدہ سی لگ رہی تھی جیسے کہ میں ابھی جھپٹا مار کر اس کے نوٹ چھین لوں گا' بے وقوف احمق لڑکی ---- بھلا میں کسی کے خواب کیوں چھینتا؟

جوزیفائن کا خیال ہو گا کہ شاید میں آج بھی نیستاں کے ساتھ اس کے خیمے میں رات گزاروں گا۔ اس نے خود کو تو اس قابل سمجھا ہی نہ ہو گا کہ میں اسے پسند کروں گا۔ ممکن ہے اس کی سوچ کسی اور راستے پر ہو۔ لیکن میں تو اب الجھنوں کا قائل ہی نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اب یہاں رکنا بے مقصد ہے ---- نیستاں اس دولت سے فائدہ اٹھائے گی اور جوزیفائن کو بھی میں نے بہت کچھ دے دیا تھا۔ مگر کچھ رقم میں نے اپنے پاس بھی رکھی تھی کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اس کے بغیر زندگی گزارنا بے حد مشکل کام ہے ---- میں نے اپنی رقم جگہ جگہ بنکوں میں رکھوائی ہوئی تھی۔ ہالینڈ میں بھی اگر میں پہنچا تو مجھے اتنا کچھ مل سکتا تھا کہ اگر میں اپنی ساری زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو سکون سے گزار سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میری رقومات بہت سے دوسرے ممالک میں بھی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہالینڈ------" ایک بار پھر میرے ذہن میں ہالینڈ کا تصور آگیا پہلے بھی میں وہیں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ہرج بھی کیا تھا' یہاں رکھا ہی کیا ہے' زندگی جس انداز میں گزرے ٹھیک ہے۔ لیکن حیثیت کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

سو میں خیمے سے نکل آیا اور اس کے بعد کیمپ میں بھی نہیں رکا۔ ایک بار پھر فرینکفرٹ کی سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔

نیستاں' جوزیفائن ہپیوں کا گروہ' سبھی کچھ بھول گیا تھا اور میں چلا جا رہا تھا۔

لباس بالکل میلا کچیلا اور گندا ہو رہا تھا۔ گو اچھے کپڑے تھے لیکن پھر بھی ان کی شکل بگڑ چکی تھی۔ شیو بڑھنے لگی تھی اور اب مجھے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ باہر آکر میں نے ایک تھیلا خریدا' اس میں ضرورت کی چند چیزیں لے کر رکھیں اور پھر اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔

اچانک ہی میں نے یہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ریلوے سٹیشن پہنچ کر میں نے ایک بک سٹال سے نقشہ خریدا۔ اس کے مطابق پہلے مجھے آرنہم جانا تھا' اس کے بعد ڈیرن------"

ڈیرن ایک قصبہ تھا۔ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں کوئی خاص تفصیل تو معلوم نہیں تھی۔ یونہی بے مقصد سفر بھی بے کار تھا۔ اور میں ضروری نہیں سمجھتا تھا کہ مکمل تفاصیل اور معلومات حاصل کروں۔ پورا دن گزر گیا۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ٹرین کا سفر ہی اختیار کروں گا۔ سارے کام مکمل تھے۔ چنانچہ تقریباً" آٹھ بجے ٹرین نے پر ہجوم سٹیشن چھوڑ دیا------ تھوڑی دیر کے بعد جرمنی کا مشہور دریا روائن ساتھ ہو لیا۔ دریا میں بادبانی کشتیاں' سامان بردار کشتیاں اور جہاز چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر سرسبز پہاڑوں کے دامن میں گاؤں تھے جو رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے دوسری جانب پہاڑوں پر خوبصورت پریوں کے قلعے کھڑکیوں سے ضرور نظر آجاتے تھے اور پھر طلسماتی طور پر غائب ہو جاتے تھے۔ جرمنی کے صدر مقام بون سے گزر کر بالآخر میں کولون پہنچ گیا جہاں روائن کے کنارے گوتھک طرز تعمیر کے کلیسا بے مثال مانے جاتے ہیں۔

کولون سے ہالینڈ جانے والی گاڑی مل سکتی تھی۔ جس وقت میں کولون پہنچا تو شہر کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہالینڈ جانے والی گاڑی کو دیر سے روانہ ہونا تھا۔ اس لیے میں تھوڑی دیر تک کولون کے سٹیشن پر چہل قدمی کرتا رہا۔ خاصی سردی تھی۔ لیکن مجھے کوئی سردی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ میرے جسم پر لباس بھی سردی سے بچنے والا نہیں تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے احساسات سو چکے تھے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر تھی جب ہالینڈ جانے والی گاڑی میں مسافروں سے سوار ہونے کی درخواست کی گئی۔ میں بھی سوار ہو گیا اور تقریباً" تین گھنٹے بعد میں آرنہم سٹیشن پر پہنچ گیا۔

میرے ساتھ بے شمار مسافر تھے لیکن میں نے کسی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یوں بھی رات کا وقت تھا اور کوئی ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

آرنہم پہنچنے کے بعد میں نے چند لمحات کچھ سوچا۔ یوں تو میری کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن یہاں رکنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں ایک مقامی گاڑی کے ذریعے ڈیرن کے لیے چل پڑا۔ جس وقت ڈیرن پہنچا تو دن پوری طرح نکل آیا تھا۔ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ بمشکل پندرہ بیس دکانوں اور چند سو رہائشی مکانات

پر مشتمل تھا۔ البتہ میں نے ایک خاص بات یہاں دیکھی۔ پھولوں کی کئی دکانیں یہاں نظر آ رہی تھیں۔ چند بچے سڑک کے ایک طرف چاک سے کھینچی ہوئی لکیروں پر کوئی کھیل کھیل رہے تھے کبھی کبھار کوئی سائیکل سوار بھی آنکلتا تھا۔

ہالینڈ کے لوگ انگریزوں کی طرح گھروں کو قلعہ نہیں بناتے تھے۔ عام طور پر یہاں چار دیواری بنانے کا رواج بھی نہیں ہے۔ سرشام لوگ آرام کرسیاں باغیچوں میں ڈال کر پڑوسیوں سے خوش گپیاں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کھیلتے ہوئے بچوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ پارکوں میں گڑیوں اور پن چکیوں کے ماڈل سجے ہوتے ہیں۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لوگ میری جانب متوجہ ہوتے ہیں' مسکراتے ہیں' ہاتھ ہلاتے ہیں' نجانے انہیں مجھ میں کیا دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پیچھے پیچھے بچے بھی تھے۔ میں رک گیا تو بچے بھی رک گئے۔ تب میں نے ایک بچے کو اشارے سے بلایا وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہاں پر کوئی قیام کرنے کی جگہ ہے؟" میں نے بچے سے پوچھا۔

بچہ شاید سمجھا نہیں تھا۔ وہ مستفسرانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تھا۔ تب باغیچے میں سے دو آدمی اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک ایک نے ڈچ زبان میں سوال کیا۔ "آپ کیا معلوم کر رہے ہیں جناب؟" ٹوٹی پھوٹی ڈچ زبان مجھے آتی تھی اس لیے میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔

تب میں نے ان سے انگریزی زبان میں پوچھا "کیا آپ میں سے کوئی انگریزی بول سکتا ہے؟ میں آپ کی زبان نہیں سمجھتا۔"

اتفاق سے دونوں ہی انگریزی نہیں جانتے تھے۔ وہ میری شکل دیکھنے لگے' پھر ایک دوسرے کی۔

"کوئی بات نہیں ہے' میں صرف رہنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ میری اس بات کو بھی نہ سمجھے ہوں گے۔

میں سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ بچے پھر میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہوں نے مجھے تماشہ سمجھ لیا تھا۔ بہرحال کب تک میرے پیچھے لگے رہیں گے۔ میں آگے بڑھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ یہاں کہیں قیام کی جگہ تلاش کر لوں۔ ایک رات قیام کرنے کے بعد کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں انگریزی سمجھنے والے لوگ نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو گی۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ کوئی انگریزی جاننے والا مل ہی جائے۔ چنانچہ چلتا رہا۔ بچے کافی دیر میرے پیچھے لگے رہے۔ پھر شاید انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس طرح وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ انہوں نے آہستہ آہستہ میرا پیچھا چھوڑ دیا۔

پھر ریلوے لائن کے قریب ایک پرانی طرز کا فارم نما مکان نظر آیا۔ جس پر بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے یونہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ بورڈ شاید کسی ہوٹل کا ہو چنانچہ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک درمیانی عمر کا آدمی نظر آیا۔ اس کے شانے بہت زیادہ جھکے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے گردن کافی لمبی محسوس ہو رہی تھی۔ سر پر سفید بالوں کا گچھا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور میں اندر پہنچ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں بھی میں نے انگریزی ہی استعمال کی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ شخص میری بات کو بخوبی سمجھ رہا ہے۔

"جی ہاں! جناب یہ چھوٹی سی سرائے ہے اور آپ یہاں قیام کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں بہت خوش ہوا مجھے قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ ہی تو چاہیے تھی۔ چنانچہ میں اس شخص کے ساتھ اندر چلا گیا۔ سرائے بہت چھوٹی تھی۔ جس کمرے میں اس نے مجھے ٹھہرایا اس کا رقبہ زیادہ سے زیادہ چار مربع گز ہو گا۔ اس کمرے میں ایک چھوٹا سا بیڈ پڑا ہوا تھا۔ اور باقی کمرہ خالی تھا۔

بہر حال میں نے اسے بہتر سمجھا' اس نے مجھے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس کا کرایہ بتایا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ یہ ڈچ کرنسی نہیں تھی لیکن اس نے اسے قبول کر لیا اور خوش دلی سے گردن ہلائی۔

بوڑھا ڈیون اس چھوٹی سی سرائے کا مالک تھا۔ اس نے مجھے کھانے کے لیے پنیر' سینڈوچ اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں دیں' یہ سب میں نے خوشی سے قبول کر لیں۔ اور پھر میں اس اکلوتے بستر میں بیٹھ کر ڈیون کے بارے میں سوچنے لگا۔

اب کیا کرنا چاہیے۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں خیال آیا کہ اس گھٹے ہوئے ماحول سے تو بہتر ہے کہ کسی کھلی جگہ میں وقت گزاروں لیکن مجھے چھت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ سردی کافی محسوس ہو رہی تھی اور میرے پاس کوئی ایسا لباس نہیں تھا جس سے سردی کا بچاؤ ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں بیمار نہ پڑ جاؤں۔ ذہن کو ایک بار پھر ٹٹولا تو ذہن نے کہا کہ یہی زندگی بہتر ہے' کیونکہ تہذیب یافتہ زندگی میں کچھ نہیں مل سکا ہے۔

کھانا کھا کر ذہن پر کچھ بوجھ بھی ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سونے کی ٹھانی اور رات تک سوتا رہا۔

تقریباً" رات کے نو بجے آنکھ کھلی۔ اس دوران کسی نے مجھے جگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ نو بجے جب جاگا تو اٹھ کر باہر نکلا مسٹر ڈیون سامنے ہی موجود تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھی عورت بھی موجود تھی۔ جو یقیناً مسز ڈیون ہوں گی۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دونوں نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے اکلوتے مہمان کے آنے سے بہت خوش تھے۔

وہ دونوں میرے نزدیک آ گئے' اور مسٹر ڈیون نے کہا۔

"مسٹر! میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔"

"آپ مجھے فریڈرک کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' تھینک یو مسٹر فریڈرک! ویسے ڈیرن میں آپ کا آنا کیسے ہوا؟ آیئے میرا خیال ہے میں آپ کو عمدہ چائے پیش کروں۔ آپ دن بھر سوتے رہے ہیں کیا رات کو جاگنا پڑا تھا؟"

"ہاں مسٹر ڈیون۔ یہی سمجھ لیجئے۔"

تشریف لایئے۔" ڈیون نے کہا اور میں مسز ڈیون کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مسٹر ڈیون مجھے لے کر سرائے کے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک جانب ٹیلی ویژن رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی ویژن کے سامنے تقریباً" درمیانی عمر کے دو نوجوان لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی ویژن پر کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ میں اس ہال میں پڑے ہوئے اکلوتے صوفے پر بیٹھ گیا۔

مسٹر ڈیون بولے "ہاں تو میں پوچھ رہا تھا کہ آپ کا ڈیرن کیسے آنا ہوا؟"

"بس یونہی' ہالینڈ دیکھنے کے لیے آیا تھا۔" میں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"کس ملک سے تعلق ہے آپ کا؟"

برطانیہ سے!" میں نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی تو جواب دینا ہی تھا اور جب کہ میں ان کا مہمان بھی تھا۔

مسز ڈیون جلدی سے بولیں "اوہ تو برٹش ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

مسز ڈیون غالباً" چائے لینے کے لیے چلی گئیں تھیں۔ مسٹر ڈیون میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

"سیاح ہیں-----؟"

جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ ویسے میری توجہ ٹیلی ویژن پروگرام کی جانب تھی۔ حالانکہ میرے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن مسٹر ڈیون کے سوالات سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ٹیلی ویژن میں دلچسپی لی جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد مسز ڈیون چائے لے کر آ گئیں اور میں ان کے ساتھ چائے پیتا رہا۔ پھر میں نے اجازت چاہی۔

"اوہو۔ کہیں گھومنے جائیں گے۔"

"نہیں' آرام کروں گا۔"

"دن بھر آپ سوتے رہے ہیں اگر چاہیں تھوڑی دیر یہیں بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھیں۔" مسٹر ڈیون نے کہا۔

"جی نہیں! اس کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ تو بتایئے یہاں سے آگے کون سا شہر یا آبادی ہے؟"

"اپیل ڈارن' یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے' وہاں آپ کو میوزن ٹیورن میں جگہ مل جائے گی۔" بوڑھے نے معلومات دیتے ہوئے کہا۔

"میوزن ٹیورن۔" میں نے کہا۔

"جی۔"

"ٹھیک ہے میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

اوہو' اتنی جلد' میرا خیال ہے ڈیرن اتنی بری جگہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کے اطراف دیکھیں۔"

"جی دیکھ لوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔

اپیل ڈارن۔ میں نے اپنے بستر پر لیٹ کر سوچا۔ نیند نہیں آ رہی تھی لیکن پھر بھی لیٹ گیا تھا۔ ظاہر ہے باہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس قصبے میں کوئی دلچسپی تو ہو نہیں سکتی تھی۔ کہ میں وہاں سے نکل جاتا اور رات گزار لیتا۔ چنانچہ اپنے بستر پر ہی لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے میں نے طے کیا کہ فی الحال کسی مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ کیوں نہ ہالینڈ کے تمام چھوٹے بڑے شہر دیکھے جائیں اور یہ بات مجھے اچھی خاصی دلچسپ محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ سوچنے کے بعد مجھے کسی قدر سکون کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احساس ہوا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ آنکھیں جھپکنا شروع ہوئیں اور میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح ہی اس سرائے میں صفائی کی آواز سے میری آنکھ کھلی اور میں اٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ کسی بھی طرح چاہے پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ ضروری نہیں تھا کہ کسی سواری کا بندوبست کیا جاتا چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

مسٹر ڈیون اور مسز ڈیون اپنی سرائے کی صفائی میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا وہ کافی تھا اس لیے انہوں نے مجھ سے کچھ طلب نہیں کیا اور پھر مجھے ناشتہ پیش کر دیا گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے مسٹر ڈیون سے اجازت مانگی۔

"اوہ جناب۔ میری خواہش تھی کہ آپ کچھ روز یہاں رہتے لیکن خیر آپ کی مرضی۔ سیاحوں کو کون روک سکتا ہے؟" مسٹر ڈیون نے پرتپاک انداز میں ہاتھ ملایا۔ مسز ڈیون نے بھی مجھے سلام کیا اور میں ان دونوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے باہر نکل آیا۔

قصبے کی اکلوتی سڑک پر چلتا ہوا میں کافی دور چلا گیا۔ سامنے ایک بارات آ رہی تھی۔ دولہا اور دلہن شادی کے روایتی لباس میں ملبوس ایک شہری بگھی پر سوار تھے۔ جسے دو مشکی رنگ کے چاق و چوبند گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ ان کے پیچھے اور بھی درجنوں بگھیاں تھیں جن پر باراتی سوار تھے۔ اس قافلے کے دونوں طرف گھڑ سوار ہاتھوں میں بگل لیے بارات کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ میں نے دلچسپی سے اس بارات کو دیکھا۔ یوں بھی آج اتوار کا دن تھا۔

سڑکوں پر بہت سی سائیکلیں نظر آ رہی تھیں۔ لوگ پکنک منانے نہروں کے کنارے جا رہے تھے۔ ایک سائیکل کی ٹوکری میں ایک ننھا منھا سا بچہ بڑے مزے سے لیٹا انگوٹھا چوس رہا تھا۔

سڑک کے ساتھ کھیتوں اور چھوٹی چھوٹی نہروں کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ نہروں کے کنارے دیو زاد تتلیوں کی مانند اپنے چوڑے پر پھیلائے درجنوں ہوائی چکیاں ساکن و صامت کھڑی تھیں۔ جیسے ذرا سی آہٹ پر جھٹ فضائے بسیط میں پرواز کر جائیں گی۔

ان ہوائی چکیوں کی عجیب داستان تھی۔ ہالینڈ کی ہوائی چکی واقعی کسی زمانے میں دھن کی پوری اور کام کی پکی ہوا کرتی تھیں۔ پچیس ہزار مربع میل کے کل رقبہ سے ہالینڈ کا سوا چار ہزار مربع میل علاقہ زیر آب ہے۔ تقریباً" پورا ملک سطح سمندر سے دس فٹ نیچے ہے۔

کہا جاتا ہے' دنیا کی کوئی اور قوم اہل ہالینڈ کے اس بظاہر ناممکن کارنامے کی ہمسری نہیں کر سکتی کہ انہوں نے اپنا ملک خود اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ پورے ہالینڈ کا آدھا رقبہ سمندر کو خشک کر کے حاصل کیا گیا ہے۔

آج سے تقریباً" ایک ہزار سال پہلے ہالینڈ یعنی نشیبی علاقے کے باشندوں نے اپنے دلدل اور پانی سے گھرے ہوئے مکانوں اور زمینوں کو وسعت دینے کا خواب دیکھا' اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے بند باندھے' نہریں کھودیں' اور اپنے ہاتھوں سے پانی کی نکاسی کی----- زمانہ بدلا تو انسانی ذہن کی اختراع نے ہوائی چکیوں کو جنم دیا جو زمین کو خشک کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوئیں۔ بجلی کی ایجاد اور جدید مشینوں نے ہوائی چکیوں کی افادیت کو ختم کر دیا اور نکاسی کے لیے واٹر پمپ استعمال ہونے لگے۔ اب یہی ہوائی

چکیاں اپنی افادیت کی مدت پوری کر کے پنشن یافتہ بوڑھوں کی مانند آرام کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

خاصی دلچسپ چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ سامنے ہی ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔ گیتھورین یعنی بائیں طرف۔ میں نے بائیں سمت دیکھا ایک پرسکون نہر بہہ رہی تھی۔ میں نہر کے کنارے چلتا رہا اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی نہر کی پرسکون سطح پر تیرنے لگی۔ نہر کے کنارے چند تہہ خانوں اور ہرے بھرے کھیتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ایک نکتے پر نہر نوے درجے کا زاویہ بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کو مڑ گئی تھی۔ ڈچ لڑکے نے موڑ پر کشتی کا انجن بند کر دیا اور کمر کے ساتھ بندھے ہوئے سینگ نما بگل کو پوری قوت سے بجایا تاکہ دوسری کشتیوں کو اس کشتی کی آمد کی خبر ہو جائے۔ اور تصادم نہ ہونے پائے۔ جب دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو لڑکے نے انجن دوبارہ سٹارٹ کر دیا۔ کشتی دائیں طرف مڑی تو گیتھورین کا خوبصورت قصبہ نظر آنے لگا۔ قصبے کے بیچوں بیچ بہنے والی پرسکون نہر کے کنارے کسانوں کے قدیم وضع کے مکانات درختوں اور خودرو بیلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ سفید بطخوں کے غول نہر میں تیر رہے تھے۔ اور جب کبھی کشتی چلانے والا لڑکا اپنا سینگ نما بگل کو بجاتا تو بدک کر منتشر ہو جاتے تھے۔ ایک ننھی منھی سی ندی بڑی نہر سے جدا ہو کر چند سو گز کے فاصلے پر واقع قصبے کے واحد کلیسا کی جانب چلی گئی تھی۔ ہر گھر کے ساتھ ذاتی کشتیاں کھڑی کرنے کے چھوٹے چھوٹے گھاٹ بنے ہوئے تھے۔

بہرحال میں گیتھورین میں اتر گیا۔ حالانکہ ارادہ اپیل ڈارن کا تھا۔ لیکن میں بے مقصد ہی ادھر آ گیا تھا۔

خوشنما قصبہ انتہائی پسند آیا تھا۔ حالانکہ یہاں کے باشندے اتنے آرٹسٹک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ ان کا رہن سہن عام تھا۔ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے یہاں کئی نظر آ رہے تھے انہی میں کچھ ایسے ہوٹلوں کی قسم رکھتے تھے جہاں کھانا بھی مل جاتا تھا۔ البتہ رہائش کے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی۔

باشندے انگریزی زبان سے ناواقف تھے۔ ایک بھی ایسا نہ مل سکا جو انگریزی جانتا اور میری بات سمجھ سکتا۔ البتہ ایک اور الجھن تھی۔ میرے پاس فرانس کرنسی کے بجائے ڈالر تھے۔ اور اس معصوم سے قصبے کے لوگ ڈالر سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ کشتی والے ڈچ لڑکے نے بھی نوٹ لے کر حیرت سے اسے دیکھا تھا اس کے چہرے سے ایسا ہی اظہار ہوتا تھا کہ جیسے اس نے سوچا ہو کہ اس سفر کی محنت اکارت گئی۔ حالانکہ میں نے اسے اس کی توقع سے کہیں زیادہ رقم دی تھی۔ بہرحال وہ بے چارہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ کچھ کہنا فضول ہی ثابت ہو گا۔

اس لیے میں تھوڑی سی الجھن میں تھا۔ یہاں کرنسی بدلوائی بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس چھوٹے سے قصبے میں اس کا انتظام نہیں ہو گا۔ لیکن کرنسی بدلوانا ضروری تھا۔

گیتھورین کے خوبصورت مکانات' وہاں کے باشندوں اور طرز رہائش کو دیکھنے میں میرا کافی وقت صرف ہو گیا تھا۔ درحقیقت اب میری حیثیت ایک سیاح کی سی تھی اور مجھے اس میں لطف آ رہا تھا۔ ذہن پر سے دوبار کی کیفیت ہٹ گئی تھی اور یہ مناظر فرحت بخش رہے تھے۔ میں نے سوچا اب اسی گمنامی کی زندگی میں دن گزارے جائیں۔ کیا ضرورت ہے کہ کوئی حیثیت ہی حاصل ہو۔ حیثیت کیا حیثیت رکھتی ہے-----؟ جہاں رات ہو دراز ہو جاؤ۔ دن ہو چل پڑو ہالینڈ ہی پر کیا موقوف ہے۔ کہیں بھی اور میں پھر گیتھورین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گیتھورین یعنی "پانی کا سینگ" ہالینڈ کا خوبصورت ترین قصبہ تھا۔ یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہنے والے کسان اپنے جانور کشتیوں پر لے کر کھیتوں کو جاتے تھے۔ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بھی انہی کشتیوں میں سجا کر قصبے میں فروخت کی جاتی تھیں۔

دوپہر ڈھلے جب بھوک خوب چمک اٹھی میں ایک قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ گھاس پھونس کی چھتوں کو خودرو پھولوں والی بیلیں ڈھکے ہوئے تھیں۔ یہ بیلیں درختوں پر بھی چڑھ گئی تھیں اور انہی درختوں کے نیچے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ میں بھی بیٹھ گیا لیکن پھر کچھ خیال آیا تو اٹھ کر اس میز پر پہنچ گیا جہاں کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔

کاؤنٹر پر بھاری بدن کا ایک ڈچ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پپوٹے اتنے بھاری تھے کہ آنکھیں مشکل ہی سے کھل رہی تھیں۔ اس نے بمشکل تمام آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"انگلش بول سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ وہ ہونقوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا۔

"سمجھ بھی نہیں سکتے؟" میں نے دانت پیس کر پوچھا اور پھر جیب سے دس ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے کر دیا "اسے پہچانتے ہو؟"

اس نے اپنی آدھی آنکھوں سے نوٹ کو گھورا اور پھر میری طرف پورا ہاتھ کھڑا کر کے بولا۔

"کیشتہ کیشتہ" آواز کافی کڑک دار تھی اور اس افیونی کے حلق سے نکلتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

میں انتظار کرنے لگا اور کیشتہ کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ سیاہ چغہ میں لپٹی ہوئی سفید گڑیا جس کی ناک کی نوک اور ہونٹ بالکل سرخ تھے آنکھیں نیوی بلیو کلر کی تھیں اور ڈیلے ہلکے آسمانی رنگ کے۔ بڑی حسین آنکھیں تھیں جنہیں دیکھ کر نظر ہٹانے کو جی نہ چاہے۔

سیاہ چغے کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بڑے شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی وہ فربہ اندام کے سامنے پہنچ گئی یا تو بدذوق تھی یا مغرور۔ کیونکہ اس دوران اس نے میری جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔

قہوہ خانے کے مالک نے اس سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ تب لڑکی میری جانب متوجہ ہوئی۔

"یس پلیز؟" اس نے بڑی شستگی سے کہا اور ایک بار میری طبیعت خوش ہو گئی۔

"اوہ شکر ہے۔ تم انگلش بول سکتی ہو؟"

"فرمائیے۔" اس نے کہا۔

"تمہاری زبان سے اجنبی ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ اگر تم نہ ملتیں تو بہت جلد یہاں سے بھاگ جاتا۔"

"میرے پیا سے کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے میری بات میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میں نے اس کے خشک رویے کو صاف محسوس کیا تھا چنانچہ میں بھی سنبھل گیا۔

"سوری میں تم سے فضول باتیں کرنے لگا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں یہاں کھانا کھانا چاہتا ہوں۔"

"تو اشارے سے کہہ دیتے۔" اس نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں سرایت کر گیا۔ یہ ایک شریف لڑکی ہے۔ نہ تو ہپی نہ کوئی آوارہ قسم کی لڑکی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ مجھ سے متاثر ہو۔ اور غالباً" میری شخصیت میں اب کسی شریف لڑکی کے

لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے اپنے دائرے میں ہی رہنا چاہئے۔ اس احساس نے نہ جانے طبیعت اندر سے کیسی کر دی۔

"بات یہ بھی نہیں ہے خاتون! میرے پاس مقامی کرنسی نہیں بلکہ ڈالر ہیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ آپ کے پیا ڈالر قبول کریں گے یا نہیں؟"

"اوہ میرا خیال ہے قبول کر لیں گے؟" اس نے کہا اور موٹے شخص سے اس بارے میں بات کرنے لگی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا "ٹھیک ہے جناب ڈالر لیے جا سکتے ہیں۔ بلکہ اگر آپ چاہیں تو اپنے کچھ اور نوٹ بھی یہاں کیش کرا لیں۔ دوسری جگہوں پر آپ کو دقت ہو گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر بوڑھے کے سامنے ڈال دی اور لڑکی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھل گیا۔ پھر وہ بولی۔

"اوہ جناب ہمارے پاس اتنی رقم تو نہ ہو گی۔ آپ صرف چند نوٹ کیش کرا لیں جو یہاں آپ کی ضرورت پوری کر سکیں۔"

"شکریہ۔ جیسے آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے کہنے سے بوڑھے نے سو ڈالر کا ایک نوٹ کیش کر دیا۔ اور مقامی کرنسی دے دی۔ میں نے شکریہ ادا کر کے کرنسی جیب میں رکھی اور پھر لڑکی سے بولا۔ "اب میرے لیے کھانا آپ ہی بھجوا دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آپ تشریف رکھیں۔" وہ اسی بے نیازی سے بولی اور میں ایک جگہ جا بیٹھا۔

میرے سامنے انڈونیشی طرز کے کھانے آ گئے۔ چاول' پاپڑ اور مرغ کے قتلے جس میں کشمش اور اناس کا استعمال خاص طور سے کیا گیا تھا۔ بہرحال میں نے یہ دلچسپ کھانا بڑی رغبت سے کھایا اس دوران لڑکی اندر چلی گئی تھی۔

میں نے بھی لاپرواہی سے شانے ہلائے۔ کسی بددماغ لڑکی کی طرف متوجہ ہونا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے جو خیال ذہن میں آیا تھا۔ وہ اب زائل ہو چکا تھا۔ اونہہ جہنم میں جائے۔ مجھے بھی اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

کھانے کے بعد میں اٹھ گیا۔ ظاہر ہے اتنی دلکش جگہ تو تھی نہیں کہ میں یہاں دیر تک بیٹھا رہتا۔ کتنا بل تھا اور کیا میں نے ادا کیا۔ اس کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی بس میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

ایک تنہا اور اجنبی انسان کی حیثیت سے میں نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ رات ہوئی تو آبادی سے نزدیک ہی ایک جگہ کا انتخاب کر لیا گو رات گزارنے کے لیے مناسب جگہ نہیں تھی لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی۔ سردی کافی تھی اور میرے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس لیے ساری رات سردی کھائے ہوئے پلے کی مانند کوں کوں کرتے گزری۔ صبح کو طبیعت بے حد بھاری تھی بدن میں ہلکا ہلکا درد بھی ہو رہا تھا۔

سردی اثر کر گئی تھی۔ کافی دیر تک اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ آسمان پر اب بھی سورج کا نشان تک نہیں تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر دھوپ نکل آتی تو شاید تھوڑی بہت گرمی مل جاتی۔

یہاں بیٹھے بیٹھے بدن کا درد اور شدت اختیار کر گیا۔ تب میں نے سوچا کہ اب طبیعت بگڑ جائے گی۔ کچھ کرنا چاہئے۔ لیکن کیا؟ اور پھر مجھے وہی جگہ یاد آئی جہاں کھانا کھایا تھا۔ میں ہمت کر کے اپنی جگہ سے اٹھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ کان اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ سر بھی چکرا رہا تھا۔ نہ جانے کس طرح اس قہوہ خانے میں داخل ہوا جو سنسان پڑا ہوا تھا۔ اس کا فربہ مالک اب بھی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ قہوہ خانہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اب میری حالت بہتر نہ تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا۔ اور پھر اچانک میرا سر بری طرح چکرا گیا۔ زمین گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کسی چیز کا سہارا لینے کی کوشش کی لیکن ہاتھوں میں کچھ نہ آیا۔ اور دوسرے لمحے زمین پر گر پڑا۔

اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا تھا اور نہ جانے کب تک یہی حالت رہی۔ ہاں جب ہوش آیا تو بدن کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ بھی فوراً ہی سمجھ میں آ گئی۔ بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور یہ بستر؟ میں نے گردن گھمائی۔ بالکل اجنبی جگہ تھی۔ لکڑی کا ایک کشادہ کمرہ جس کے آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔ کارنس پر حضرت عیسیٰؑ کا مجسمہ سجا ہوا تھا۔ اور کمرہ خوب گرم تھا۔

لیکن پورے کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ بڑی کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی۔ چہرے پر ہاتھ پھیرا' بڑھا ہوا شیو اب داڑھی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ بال بھی کافی بڑے ہو گئے تھے۔ بکھرے اور الجھے ہوئے تھے۔ پھر گزرے ہوئے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی اور اس میں دقت نہیں ہوئی۔ سردی لگ گئی تھی اور اسی قہوہ خانے میں تھا جہاں میں نے کھانا کھایا تھا۔ اب ظاہر ہے میں ان لوگوں کے رحم و کرم پر پڑا تھا تو انہوں نے میری دیکھ بھال بھی کی ہو گی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جو کچھ ہو رہا تھا میری مرضی کے مطابق تھا۔ بلاشبہ انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ اس کی حیثیت صرف اتنی ہے جو اس وقت میری تھی۔ بے بسی اور بے کسی۔

دیر تک لیٹا رہا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ بہت کمزوری ہو گئی تھی۔ نجانے کتنا وقت گزر چکا ہے میرا یہاں پر۔ میں نے سوچا اور پھر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور اس بار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ نجانے کیوں عجیب سی کیفیت تھی۔ ابھی میں بیڈ سے اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور سیاہ چغے والی سفید گڑیا نظر آئی۔ پہلے اس نے جھانکا پھر دروازے سے اندر آ گئی۔

"اوہو کیسے ہو اب تم؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں خاتون! میرا خیال ہے میں نے آپ کو کافی تکلیف دی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا

"تکلیف دی ہے؟ بس یوں سمجھو کہ بچ گئے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور یہ لہجہ میرے لیے نیا تھا۔

"بچ گیا؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ "افسوس!"

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں مجھے اپنے بچ جانے کا افسوس ہے۔"

"اوہو' تو کیا تم مرنا چاہتے تھے؟"

"چاہتا تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن مر جاتا تو کوئی نقصان بھی نہ ہوتا۔"

"ارے تمہاری سوچ تو بڑی عجیب ہے۔"

"ہاں' شاید تمہیں متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مم ــــــ متاثر کرنے کی کیوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

"بس ایسے ہی' ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس سے بھی ہم کلام ہو اسے اپنی ذات اور اپنے الفاظ سے متاثر کرنے کی کوشش کرے۔"

"بہت ہی عجیب شخص ہو تم تو۔ میں بیٹھ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور بیٹھو۔ شاید یہ تمہارا ہی گھر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ قہوہ خانے کے پیچھے کی جگہ ہے۔ ہم لوگ یہیں رہتے ہیں۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے یہاں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر؟" وہ مسکرائی اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس وقت وہ بے حد شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے جب وہ ملی تھی تو اس نے بڑا خشک رویہ اختیار کیا تھا اور میرے اوپر اسی سابقہ رویے کا اثر تھا' میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی انداز میں اس سے دلچسپی لے لے کر باتیں کروں۔ کہیں اسے گمان نہ ہونے لگے کہ اس کا نرم رویہ میری جرات بڑھانے کا باعث بنا ہے۔

"کیوں' کیا مراد ہے تمہاری؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر کی بات کر رہے ہو؟ ارے جناب آپ کو یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔"

"کیا ــــــ؟" میں تعجب سے اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ پورا ایک ہفتہ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

یہ سن کر درحقیقت میرا دماغ چکرا کر رہ گیا تھا۔ ایک ہفتہ؟ اور مجھے ایک ہفتہ کے بعد ہوش آیا ہے؟ میں نے دل میں سوچا لڑکی کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہو۔

"تم شاید جھوٹ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں' مجھے معاف کرنا مگر میں سوچ رہا ہوں کہ ایک ہفتہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس پورے ہفتہ میں مجھ پر بے ہوشی طاری رہی ہے؟"

"جی ہاں' پورے ہفتے بے ہوش رہے ہو۔ درمیان میں چند ساعت کے لیے آپ نے آنکھیں کھولی تھیں مگر پھر بند کر لی تھیں۔ ہوش اس وقت بھی نہیں آیا تھا۔"

"اوہو تو آپ ایک ہفتے سے میرے لیے پریشان ہیں؟" میں نے خجل لہجے میں کہا۔

"نہیں' ہم پریشان تو نہیں ہیں۔ صرف یہ آرزو تھی کہ تم ٹھیک ہو جاؤ' میرے پاپا بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ تم اچھے ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں دیکھ کر گئے ہیں۔ رات رات بھر تمہارے لیے جاگتے رہے ہیں۔"

"افسوس میں نے آپ لوگوں کو بہت تکلیف دی ہے۔" میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

"سچ' یقین کرو تکلیف کی بات نہیں ہے' مگر بہت سے سوالات میرے ذہن میں مچل رہے ہیں۔ تم کمزور ہو ورنہ میں تم سے وہ سوالات کرتی۔"

"نہیں میں کمزور نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اس وقت وہ بہت معصوم نظر آ رہی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذہن میں کوئی خاص تاثر نہ ہو۔

"کیا سوال پوچھنا چاہتی تھیں تم؟"

"تم دوپہر کو میرے ہاں آئے تھے نا' اس دن' میرا مطلب ہے اس کے دوسرے دن تم یہاں آ کر بے ہوش ہو گئے تھے؟"

"ہاں' میں نے یہاں کھانا کھایا تھا اور بعد کے حالات کا تمہیں علم ہے اور ہاں تم نے ایک مہربانی بھی کی تھی۔"

"یعنی وہ کرنسی بدلوانے والی؟"

"ہاں۔"

"اس کے بعد تم کہاں گئے تھے؟"

"میں تمہارے اس خوبصورت قصبے میں اجنبی ہوں کسی کو نہیں جانتا۔ مقامی لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ ایک تم ہی میری زبان جاننے والی ملی تھیں۔ لیکن تم نے بھی میرے بارے میں غلط سوچ لیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے اپنا رویہ مجھ سے اتنا خشک رکھا تھا کہ جیسے محسوس کر رہی ہو کہ میں تم سے اپنی زبان کا سہارا لے کر راہ و رسم بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"ارے نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہی بات تھی خاتون! بہرحال میں اس کا شکوہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا۔ آپ یقین کریں کہ میں آپ کو اپنی زبان بولتے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ سے باتیں کروں لیکن آپ نے اپنے آپ کو اتنا محتاط رکھا تو میری جرات نہ ہوئی اور پھر میں یہاں سے چلا گیا۔"

"کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں۔ ایک کھلی جگہ رات بسر کی تھی۔"

"اوہ۔ اور تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔"

"نہیں۔"

"سردی ہی نے تو نقصان پہنچایا تھا تمہیں۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار رہے ہو۔ چار دن تک۔"

"طویل عرصے سے گرفتار ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"تم قلاش بھی نہیں ہو۔ میرا خیال ہے جتنی رقم تمہارے پاس موجود ہے اس سے تو رئیسوں جیسی زندگی بسر کر سکتے ہو۔"

"ہاں شاید۔"

"اس کے باوجود تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے کوئی پوستین وغیرہ تک نہیں۔"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"فریڈرک۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب سی فطرت کے آدمی ہو۔" وہ مسکرائی۔

"شاید!"

"میرا نام ------"

"کیشتہ ہے۔" میں نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

"ارے! تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس معلوم ہے۔" میں مسکرایا۔

"میں سچ مچ حیران ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہاں سے معلوم کیا تم نے؟" اس کا سوالیہ چہرہ بھی بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"میں نے کہیں سے معلوم نہیں کیا اس دن جب میں پہلی بار آیا تھا اور تمہارے پاپا سے انگلش میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی تو انہوں نے تمہیں اس نام سے آواز دی تھی۔"

"اوہ۔ اچھا اور تم نے یاد رکھا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں' مجھے یہ نام یاد رہ گیا۔" میں نے جواب دیا۔

وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اچانک اٹھ کر بولی۔ "ایک منٹ ٹھہرو میں تمہارے لیے سوپ بنا لاؤں۔"

"سنو کیشتہ" میں نے اسے آواز دی۔

"جی۔"

"میرا خیال ہے تم نے پہلے بھی میرے لیے کافی تکلیف اٹھائی ہے اب بس کرو۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جوں ہی تم ہوش میں آؤ تمہیں سوپ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سوپ شاید تیار تھا کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سوپ کا پیالہ لے کر واپس آ گئی۔ اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا میں نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور آہستہ آہستہ پینے لگا۔ وہ پھر میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

سوپ کا پیالہ خالی کر کے میں نے اس کے حوالے کر دیا۔

"لیٹ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں لیٹ گیا۔

"ایک بات بتاؤ گی کیشتہ؟"

"ہوں۔" اس نے اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"اس روز۔ تم میرے ساتھ اچھی طرح نہیں پیش آئی تھیں۔ آخر کیوں؟"

"ہاں' لیکن اس کی کوئی خاص وجہ تو نہیں تھی۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"دراصل میں اجنبیوں سے بہت جلدی بے تکلف ہونے کی عادی نہیں ہوں۔ آپ اس چیز کو ذرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی محسوس نہ کریں۔ میرے تجربات اس سلسلے میں زیادہ اچھے نہیں ہیں۔"

"اچھا تو اس سلسلے میں آپ کے تجربات بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تجربات کیے ہیں میں نے۔ دراصل میں مستقل طور پر یہاں نہیں رہتی۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر۔"

"ایمسٹرڈیم میں رہتی ہوں۔"

"اچھا ــــــ وہاں' میرا مطلب ہے؟"

"ہاں' وہاں میں تعلیم حاصل کرتی ہوں۔ ایک ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ اور میرا تجربہ ہے کہ مردوں کی دوستی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔"

"تجربہ ہے تمہارا؟"

"میرا مقصد ہے تم اسے مشاہدہ یا تجربہ سمجھ لو۔ اس لیے میں ذرا محتاط رہتی ہوں محسوس نہ کرنا۔ میں نے اس دن تمہاری طرف اسی لیے توجہ نہیں دی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں' اچھا بھی یہی ہے مردوں سے محتاط رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"کیا آج کل یہاں تعطیل میں آئی ہوئی ہو؟"

"ہاں میرے پپا چھٹیوں میں ہمیشہ مجھے اپنے پاس ہی بلا لیتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ممی ہیں تمہاری؟"

"نہیں۔"

"بہن اور بھائی۔"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"گویا تم اپنے پپا کی اکلوتی بیٹی ہو؟"

"ہاں۔"

"اور ایمسٹرڈرم میں میں پڑھتی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک مس کیشتہ! ایک بار پھر میں یہی کہوں گا کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کا بدلہ کیسے چکاؤں؟"

"دیکھیے مسٹر فریڈرک! میں آپ سے زیادہ بے تکلف تو ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن آپ کی دشمن بھی نہیں تھی۔ میرے پپا بہت نرم دل انسان ہیں۔ آپ اس حالت میں آئے تو مجھے یاد آیا کہ آپ پہلے بھی یہاں آئے تھے اور آپ نے ہم سے اجنبیت کا اظہار کیا تھا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ یہاں نووارد ہیں۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا مسٹر فریڈرک کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اپنا ہمدرد نہیں بنا سکے۔ کیونکہ یہاں کے تمام لوگ دوسری کسی زبان سے قطعی ناواقف ہیں۔ میرے پپا کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ سردی سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ کو ٹھہرنے کی جگہ کہیں نہیں ملی۔ چنانچہ ہم آپ کو یہاں لائے۔ اسے آپ انسانی فریضہ کہہ لیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

"ہاں مس کیشتہ! میں جانتا ہوں کہ اس کی اس سے زیادہ حیثیت ہو بھی کیا سکتی ہے؟ بہرحال آپ نے انسانی فرض کی ادائیگی کے بارے میں غور کیا' یہ بھی آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔"

"کیا مطلب؟" کیشتہ نے تعجب سے پوچھا۔

"مطلب یہ مس کیشتہ کہ میں اب یہاں سے جاؤں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"اوہو' یہ ابھی ممکن نہیں ہے۔ ابھی آپ بہت کمزور ہیں۔ دیکھیے ہمیں آپ کے یہاں رہنے سے کوئی تکلیف نہیں ہے آپ نے یہاں جتنے دن بھی قیام کیا جس طرح بھی آپ رہے اس سے ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ آپ بالکل! بے فکری سے یہاں رہیں۔ جب بالکل تندرست ہو جائیں تو چلے جائیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"میرا دل گوارا نہیں کرتا تاہم اگر آپ کہتی ہیں تو براہ کرم اپنے پپا سے میری ملاقات کرا دیجیے۔"

"کیوں خیریت؟"

"بس میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے مل لیں۔" اس نے اٹھ کر کہا "تو کیا میں پپا کو بھیج دوں؟"

"ہاں۔"

"میں بھی آ جاؤں؟"

"نہیں ــــــ پلیز میں ان سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں یہ تو ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں ــــــ؟"

"مطلب یہ کہ پپا آپ کی زبان کیسے سمجھیں گے؟ ان کی ترجمانی کے فرائض تو میں ہی انجام دوں گی۔"

"اوہ' ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم آ جانا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی شخص کے ساتھ واپس آ گئی جس سے میں پہلے بھی مل چکا تھا۔

بوڑھے آدمی نے مسکراتے ہوئے کچھ کہا "پپا تمہاری خیریت دریافت کر رہے ہیں۔" وہ بولی۔

"میری طرف سے دلی شکریہ ادا کر دو اور بتا دو کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے اپنی زبان میں میرے الفاظ دہرا دیے۔ تب بوڑھا پھر کچھ کہنے لگا۔

"پپا کہہ رہے ہیں کہ نئی زندگی کی مبارک باد قبول کرو۔ اور یہاں آرام کرو۔ ہم تمہاری خدمت کریں گے اور تمہیں بالکل صحت یاب کر کے یہاں سے بھیجیں گے۔"

"اپنے پپا سے کہو کہ میں پہلے ہی ان کا ممنون ہوں لیکن اگر مزید چند روز یہاں رہوں گا تو ایک شرط۔"

"کون سی شرط؟" بوڑھے نے کیشتہ کی معرفت پوچھا۔

"آپ لوگوں کے جس قدر اخراجات ہوئے ہیں وہ مجھ سے لے لیں۔" میں نے کہا اور لڑکی نے چونک کر میری شکل دیکھی۔ وہ کسی قدر رنجیدہ ہو گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرحال اس نے بوڑھے سے میرے الفاظ دہرا دیے۔ بوڑھا سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحوں تک سوچتا ر
پھر کچھ بولا۔ کیشتہ غور سے سنتی رہی۔ پھر میری طرف مڑی اور سپاٹ لہجہ میں بولی "پپا نے حساب پیش کر دیا ہے۔"

"اوہ۔ مجھے بتاؤ۔ میں نہایت خوشی سے ادا کروں گا۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"اب تک ڈاکٹر کا خرچ اور دوسرے اخراجات ملا کر آپ کے اب تک صرف تیس ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ ہماری راتوں کو جاگنے کی قیمت آپ کے لیے دعاؤں کی قیمت اور اس ذہنی پریشانی کی قیمت تعین آپ خود کر کے ادائیگی کر دیں جو آپ کی بیماری سے ہمیں حاصل ہوئی تھی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

اور اس کے الفاظ سے میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرے پاس تمہارے قیمتی اخلاص کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے۔" وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی کیفیت بحال ہو گئی۔

اس نے بوڑھے سے شاید میرے الفاظ دہرا دیے تھے اور بوڑھا بھی مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور لڑکی شوخ لہجے میں بولی "پپا کہہ رہے ہیں کہ پوری ادائیگی آپ نہیں کر سکتے تو سب کچھ ادھار رہنے دیں۔"

"ہاں یہی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

بوڑھا تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا تو لڑکی بولی۔ "چلو سب کچھ بھول جاؤ۔ ٹھیک ہو جاؤ۔ تم سیاح ہو نہ صرف گیتھورن' بلکہ یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم ٹھیک ہو جاؤ تو میں تمہیں نواح کی سیر کراؤں گی۔
اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اسے گھورنے لگا۔ نہ جانے حالات اب کون سے نئے کھیل کی تیاریاں ک
رہے تھے۔ خدا جانے؟

☆ ☆ ☆

کیشتہ عجیب لڑکی تھی' متضاد کیفیات کی حامل۔ میری ذات میں اس کی اچانک دلچسپی تعجب خیز نہیں تھی۔ لیکن اس کے اندر لڑکیوں جیسی محبوبیت نہیں تھی۔ ہر شے کو حقیقی نگاہ سے دیکھنے والی پھولوں کے دیس کے چند خوشنما علاقوں نے مجھ پر جذباتی دباؤ بھی ڈالا۔ لیکن ان جذبات کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔

یوں لگتا تھا جیسے کیشتہ ان جذبات سے ناآشنا ہو۔ مغرب کی یہ نوجوان حسینہ اتنی سادہ اور معصو
تو نہیں ہو گی۔ پھر؟ تب ایک دن اس نے حقیقت ظاہر کر دی۔

"ضروری نہیں ہے مسٹر فریڈرک ——— کہ نزدیک رہنے والے دو انسان جنس ہی میں کھ
جائیں۔ آپ مجھے لڑکا کیوں نہیں سمجھ لیتے؟ ساری الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ دراصل میں آپ کے ا
جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتی۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح بھی مل سکتے ہیں۔ آپ یہ تصور ذہن سے نکا
دیں کہ میں کوئی لڑکی ہوں۔ مجھے لڑکا سمجھیں' اپنا دوست جانیں۔ یہ میری التجا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر بولا۔ "میں نہ تو خود کو دھوکا دے سکتا ہوں مم

کیشتہ ——— اور نہ میرے سمجھنے سے حقیقت بدل سکتی ہے۔ ہاں' ہم میں سے ہر شخص کو فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ میرے ان جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتیں تو مجھ پر آپ کے جذبات کے احترام کا فرض واجب ہے۔ آئندہ آپ کو یہ شکایت نہیں ہو گی۔"

"لیکن برا مانے بغیر ———" اس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نہیں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا۔ اور درحقیقت برا ماننے کی بات تو تھی نہیں۔ ایک لڑکی مجھے اس حیثیت سے پسند نہیں کرتی تھی تو کیا ضروری تھا کہ میں اس کے لئے پریشان ہو جاتا۔ میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپتھپایا ——— "بالکل نہیں کیشتہ! مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔ ہاں' میں نے اس انداز میں سوچا تھا۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ تم میری سوچ سے متفق ہو۔"

"تم بلاشبہ ایک اچھے انسان ہو۔" کیشتہ نے کہا اور مسکرانے لگی۔ میں نے بھی گردن ہلائی تھی۔ "مجھے اجازت دو' ذرا ڈیڈی سے مل آؤں۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں ایک گہری سانس لے کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اچھی لڑکی تھی۔ میرے اوپر احسان کیا تھا۔ اگر وہ میری طرف مائل نہیں ہے تو مجھے بھی اس انداز سے نہیں سوچنا چاہیے۔

شام کو کیشتہ نے پھر سیر کا پروگرام بنا لیا۔ "آج نہیں کیشتہ! کیوں نہ کل چلیں ——— مگر چلو گی کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں 'ساؤتھ سی ڈیم' دکھاؤں گی۔"

"اوہ' میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"کل ٹھیک رہے گا۔ گیسپر بھی آ رہا ہے۔ اس کے پاس کار موجود ہے۔ ہم اس کی کار میں چلیں گے۔"

"ضرور ——— لیکن گیسپر کون ہے؟"

"میرا منگیتر۔" کیشتہ نے مشرقی لڑکیوں کی مانند شرماتے ہوئے کہا۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ تو یہ اجتناب گیسپر کے لئے تھا۔ بہرحال کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے گردن ہلا دی۔

"گیسپر کہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایمسٹرڈیم۔ ویسے وہ آندمیہ میں تجارت کرتا ہے۔ پھولوں کا بہت بڑا تاجر ہے' اس کے کئی فارم ہیں۔" کیشتہ کی آواز میں محبت رچی ہوئی تھی۔

"اوکے کیشتہ ——— پھر ہم کل چلیں گے۔" میں نے کہا۔ اور وہ رات بھی تنہا ہی گزری۔ یہاں کوئی تفریح نہیں تھی۔ ذہن کی برف تھی کہ پگھل ہی نہیں رہی تھی۔ الٹے سیدھے خیالات ذہن کو پراگندہ کرتے رہتے تھے۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ کل گیتھورن چھوڑ دوں گا اور ایمسٹرڈیم چلا جاؤں گا اور وہاں سوچوں گا کہ کیا کروں۔ لیکن یہاں کچھ زیادہ ہی بوریت ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ یہاں پڑا ہوں۔ ایمسٹرڈیم میں میرے لئے بہت کچھ تھا۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں سو گیا۔

دوسرے دن نجانے کیوں دیر سے آنکھ کھلی۔ بہرحال جاگا تو وہ لوگ ناشتے پر میرے منتظر تھے۔ ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں گیسپر بھی تھا۔ چوڑے بازوؤں اور گٹھے ہوئے بدن والا نوجوان۔ تیز آنکھوں کے ساتھ وہ ہنس مکھ بھی تھا۔ نجانے کیوں ایک لمحے کے لئے اس کی شکل شناسا محسوس ہوئی۔ لیکن یہ شناسائی بس ایسی ہی تھی جیسے کسی پر کبھی نگاہ پڑ گئی ہو۔

ہم دونوں بڑے تپاک سے ملے۔۔۔۔۔ "کیشتہ صبح سے کئی بار آپ کا تذکرہ کر چکی ہے مسٹر فریڈرک! یوں لگتا ہے جیسے آپ نے اسے کافی متاثر کر لیا ہو۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت جھانک رہی تھی۔

"وہ ایک معصوم لڑکی ہے' جسے ہر شخص آسانی سے متاثر کر سکتا ہے۔" میں نے بھی جواب میں ہلکا سا طنز کیا۔ ہم دونوں کے طنز کو کوئی نہیں سمجھا تھا۔

"خوب خوب۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" اس نے کہا اور ہم لوگ ناشتہ کرنے لگے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ گیسپر گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ بے وقوف نوجوان۔۔۔۔۔ شاید وہ اپنی منگیتر کی طرف سے بدظن ہو گیا ہے۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور۔۔۔۔۔

"آپ کب آئے مسٹر گیسپر؟" میں نے پوچھا۔

"گیسپر کی یہ عادت بھی خوب ہے۔ اس طرح اچانک آتے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیشتہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جانتے ہیں' یہ کس وقت آئے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"رات کو چار بجے۔۔۔۔۔ مگر سچ اس طرح آنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔" کیشتہ نے کہا۔

"واقعی؟" گیسپر نے کہا۔

"تو اور کیا۔۔۔۔۔ اور ہاں گیسپر! تمہاری کار تو ٹھیک ہے نا؟ میں نے مسٹر فریڈرک سے وعدہ کیا ہے کہ آج انہیں 'ساؤتھ سی ڈیم' کی سیر کراؤں گی۔"

"اوہ' یقیناً۔۔۔۔۔ اگر تم نے وعدہ کیا ہے تو ضرور چلیں گے۔" گیسپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اس شخص کی غلط فہمی کس طرح دور کر سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی ترکیب تھی اور وہ یہ کہ میں اب یہ جگہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے اس کا اظہار کر دیا۔

"اوہ' ایسی کیا جلدی ہے مسٹر فریڈرک۔۔۔۔۔ کیا گیتھورن آپ کو پسند نہیں آیا؟" گیسپر نے جلدی سے کہا۔

"نہیں' بہت عمدہ جگہ ہے' خوابوں کے جزیرے کی مانند۔ لیکن خوابوں کے سہارے پوری زندگی تو نہیں گزاری جا سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی شاعرانہ طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہیں مسٹر فریڈرک! تو پھر کیا خیال ہے کیشتہ؟" اس نے کیشتہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں بھی نہیں چاہتی کہ مسٹر فریڈرک اتنی جلدی چلے جائیں۔ لیکن اگر ان کی یہی خواہش ہے تو ہم انہیں روک بھی نہیں سکتے۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"تب پھر ہم انہیں ایمسٹرڈیم چھوڑ دیں گے۔ تم ڈیڈی سے اجازت لے لو۔ ہم دو ایک دن کے بعد واپس آجائیں گے۔"

"میں پوچھ لوں گی۔" کیشتہ نے کہا۔۔۔۔۔ اور چونکہ گیسپر اس کا منگیتر تھا اس لئے اس کے ڈیڈی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ چنانچہ دن کے گیارہ بجے کے قریب ہم چل پڑے۔ گیسپر بہت چہک رہا تھا۔ اس کی کار کافی کشادہ تھی۔ میں نے پیچھے بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گیسپر نے مجھے بھی آگے آجانے کی دعوت دی اور مجبور کرنے لگا۔ چنانچہ میں آگے ہی بیٹھ گیا اور پھر کار برق رفتاری سے سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

گیسپر راستے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔ اب وہ کسی قدر سنجیدہ ہو گیا تھا اور اب اس کے انداز میں طنز باقی نہیں رہا تھا۔ وہ مجھ سے میرے بارے میں سوالات کرتا رہا اور میں نے اسے الٹے سیدھے جواب دیئے۔ جس سڑک پر ہم جا رہے تھے اس کے ایک جانب زوڈوزی کی عظیم جھیل ٹھاٹھیں مار رہی تھی اور دوسری طرف لہلہاتے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قصبہ بھی نظر آجاتا تھا۔ طویل سفر کے بعد ہم زوڈوزی کے ڈائک پر پہنچ گئے۔ ایک عظیم بند سمندر کے بیچوں بیچ سیدھی لکیر کی مانند کھڑا تھا۔ یہ بند سطح سمندر سے اکیس فٹ بلند اور نوے گز چوڑا ہے۔ یہاں ایک یادگار بھی بنی ہوئی ہے' جس کی سیڑھیاں اوپر تک لے جاتی ہیں اور وہاں سے پورے ڈائک کا منظر صاف نظر آتا ہے۔

بند کی سیر کے بعد ہم ایمسٹرڈیم روانہ ہو گئے۔ گیسپر کے ساتھ دو راتوں کے قیام کے تصور سے کیشتہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"ایمسٹرڈیم میں آپ کہاں قیام کریں گے مسٹر فریڈرک؟" گیسپر نے پوچھا۔

"ہالینڈ میں اجنبی ہوں۔ جہاں بھی سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' چونکہ ہم دو روز وہاں قیام کریں گے' اس لئے میں آپ کی رہنمائی کر دوں گا اور آپ کو کسی عمدہ سے ہوٹل تک پہنچا دوں گا۔"

"نہیں مسٹر گیسپر! میں آپ کو تکلیف نہیں دوں گا۔ میں تنہا شخص ہوں۔ آج آپ رہنمائی کریں گے' کل کون ہو گا۔ بس آپ مجھے ایمسٹرڈیم اتار دیں۔" میں نے کہا اور کیشتہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میری درخواست پر گیسپر نے مجھے ایمسٹرڈیم کے ایک بھرے پرے بازار میں اتار دیا۔ کیشتہ نے بڑے خلوص سے مجھے الوداع کیا تھا اور پھر ان کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں ہالینڈ کے دل میں چہل قدمی کرنے لگا۔ انسان کی جیب میں کرنسی ہو تو وہ بہت سی فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجھے بھی فکر نہیں تھی۔ جب رات ہو گی تو بسیرے کے لئے جگہ بھی مل جائے گی۔ ایمسٹرڈیم میں ہوٹلوں کی کمی تو نہیں تھی۔

ٹرام منٹ ٹاور سے گزر کر میں فالور اسٹریٹ آیا۔ یہاں کسی قسم کا ٹریفک نہیں ہوتا اس لئے اطمینان سے سڑک پر پیدل چلا جا سکتا ہے۔ فالور اسٹرایٹ کے نزدیک دریائے ایمٹل تھا جس پر بند باندھا گیا تو نواحی آبادی ایمسٹرڈیم کے نام سے مشہور ہوئی۔ ڈیم سے سینکڑوں نہریں نکل کر چاروں طرف پھیل گئی تھیں۔ نہروں کے کناروں پر خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بازار بیحد دیدہ زیب تھے۔ زیر زمین ریستوران جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ ایسے ہی ایک ریستوران میں' میں نے رات کا کھانا کھایا۔ چند ڈچ ڈشوں پر مشتمل یہ کھانا مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ چونکہ رات کو سونے کے لئے ٹھکانہ درکار تھا اس لئے میں نے ایک ہوٹل کا رخ کیا۔

ہوٹل یوں تو خیر درمیانے درجے کا تھا لیکن مجھے صرف بیس کمروں پر مشتمل یہ عمارت پسند آئی تھی۔ عملہ خوش اخلاق اور مستعد تھا۔ رات کو ہوٹل کے کمرے کے آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں پھر سوچ کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

کیا کروں اس جمود کا جو زندگی پر طاری ہے۔ آخر سکون کیوں نہیں ہے۔ زندگی اسطرح معطل کیوں ہو گئی ہے۔ بہرحال زندہ رہنا ہے' خودکشی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب زندہ رہنا ہے تو پھر جدوجہد بھی ہونی چاہئے۔ ہاں کوئی بھی جدوجہد ------ لیکن کیا؟

اور اس سوال کے آگے خلا تھا۔ کچھ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ نیند آ گئی۔ اور یہ الجھنوں کا واحد علاج تھا۔ لیکن رات کے بعد صبح بھی ہوتی ہے۔ ناشتے کے بعد دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر ایمسٹرڈیم دیکھنے کی ٹھانی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

امیروں کی دنیا میں سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈیم کی تنگ گلیاں' بازار' کوچے چھاننے لگا۔ یادگار چوک کے مناظر دلکش تھے۔ وہاں دنیا کے ہر نشے کی کھلی چھٹی تھی۔ اس لئے یادگار چوک ہپیوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ واسکٹ کرتے اور الٹے سیدھے لباسوں میں ملبوس ہپیوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ انگوٹھیاں' چوڑیاں تسبیحیں فروخت ہو رہی تھیں۔ ملک ملک کے جانور موجود تھے لیکن سب ایک جان' کوئی دوئی نہیں تھی۔ ایک ہپی گٹار بجا رہا تھا۔

ہپیوں کا پسندیدہ ساز ------ دوسرے اس کے گرد کھڑے جھوم رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک لہر سی آ کر گزر گئی۔ لیکن اب گٹار چھونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے مانزا ریستوران میں پہنچا۔ یہاں بھی افراتفری تھی۔ کسی کی خوراک ہپیوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھی۔ اکثر سروس کرنے والوں کو چکر دینے کی فکر میں تھے۔ ایک صاحب خالی پلیٹ ہاتھ میں لئے چکر لگا رہے تھے اور میزوں سے خوراک اکٹھی کرتے پھر رہے تھے۔ مانزا سے نکلا تو دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ نہروں کے کنارے رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ میں ایک تنہا آوارہ گرد کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ تھاربک پلان کے چوک کے گردونواح میں ایمسٹرڈیم کی راتوں کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ دونوں سمت ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ ہر کونے پر ایمسٹرڈیم کی حسینائیں "وانٹ گڈ ٹائم" کہنے کے لئے کھڑی تھیں۔

لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ساتھی نہیں بنایا۔ پورا دن آوارہ گردی میں گزرا تھا اس لئے رات کو تھکن سے چور ہو گیا اور پھر اپنے ہوٹل واپس آ کر کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ پڑا۔ یہاں بھی زندگی اسی انداز میں تھی' کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ لیکن تھکن نے مدد کی اور نیند جلدی آ گئی۔ سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ لیکن نجانے کس طرح۔

آدھی رات گزر چکی ہو گی۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک آنکھ کھل گئی۔ ایک تیز بو میری ناک میں چڑھ گئی تھی۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ نیند دوبارہ گہری ہو گئی۔

پھر نجانے کب دوبارہ آنکھ کھلی تھی۔ اور حواس بحال ہوئے تو ماحول بدلا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی رائٹنگ ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر دراز کوئی اخبار دیکھ رہی تھی۔ بڑی کشادہ جگہ تھی جسے نہایت نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔

ذہن کو گزرے ہوئے وقت کی طرف موڑا۔ ہوٹل کے کمرے سے یہاں تک کا سفر یاد نہ تھا لیکن وہ تیز بو یاد آ گئی جو کلوروفارم کے علاوہ کسی اور چیز کی نہیں تھی۔ چلئے زندگی کی روانی کو خود ہی میرے اوپر رحم آ گیا تھا اور کوئی تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ یعنی مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا اور اغوا کرنے والی کوئی عیاش عورت نہیں ہو سکتی تھی جو میرے حسن سے متاثر ہو گئی ہو۔ یقیناً میرے پرانے کرم فرماؤں میں سے کوئی۔

"ہیلو۔" میں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور اخبار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کافی دور جا گرا۔ وہ بدحواسی میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"کیا آپ میری یہاں موجودگی سے ناواقف تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نن ------ نہیں جناب!" اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر آپ چونک کیوں پڑیں؟"

"مم ------ میں ذرا غافل ہو گئی تھی۔ آپ کی اچانک آواز پر رد عمل ہوا تھا۔"

"دروازہ کھلا ہوا ہے کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں ------ کیوں؟" وہ بے اختیار بولی۔

"پریشانی کس بات کی ہے؟"

"اوہ' میں واقعی کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ مگر براہ کرم آپ غسل کر لیں۔ اندر آپ کے لئے لباس موجود ہے۔ میں ناشتے کی تیاری کرتی ہوں۔"

"بہت خوب۔ کیا آپ اپنا تعارف کرائیں گی؟"

"میرا نام سولیشی ہے۔"

"اور وہ ------ جنہوں نے مجھے یہاں دعوت دی ہے؟"

"وہ اپنا تعارف ملاقات پر خود کرائیں گے۔"

"بہت خوب۔ باتھ روم کہاں ہے؟"

"وہ ------" لڑکی نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور میں مسہری سے نیچے اتر آیا۔ پھر میں اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔ غسل کرتے ہوئے میں ان کرم فرماؤں کے بارے میں سوچنے لگا۔ جنہوں نے یہ ڈرامائی انداز اختیار کیا تھا۔ کوئی بھی ہوں' میں ان کا شکرگزار تھا۔ کوئی تو تھا جو میری زندگی سے منسلک ہوا تھا۔ نہ سہی دوست' دشمن ہی سہی۔

میرے لئے عمدہ لباس بھی فراہم کیا گیا تھا۔ بہرحال میں لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ لڑکی باہر موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر پھر مودب ہو گئی تھی۔

"ناشتہ تیار ہے جناب!"

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔" اس نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ پوری عمارت ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوبصورت تھی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی لمبی میز پڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔ تب اس نے دیوار میں لگی گھنٹی بجائی اور دو ویٹر ناشتہ سرو کرنے لگے۔

"کوئی اور میرے ساتھ ناشتہ نہیں کرے گا سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ' جناب! دوسرے لوگ ناشتہ کر چکے ہیں۔ آپ تکلف نہ کریں۔"

"تم بھی؟"

"جی ------ ویسے بھی میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں تو آپ کی خادمہ ہوں۔ آج میری ڈیوٹی ہے۔"

"واہ' بہت عمدہ انسان ہیں میرے وہ کرم فرما' جنہوں نے میرے لئے یہ سارے انتظامات کئے ہیں۔" میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں اٹھ گیا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے مس سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"آرام۔" اس نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن میرے کرم فرما مجھ سے کب ملاقات کریں گے؟"

"میں معلوم کر کے آپ کو اطلاع دے دوں گی۔" سولیشی نے جواب دیا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اپنی آرام گاہ میں آ گیا۔ اور پھر اچانک میں نے سولیشی کو مخاطب کیا۔

"مس سولیشی!"

"جناب!"

"آپ کی ڈیوٹی صرف دن میں رہے گی؟"

"جی ------ جی نہیں ------ اس بارے میں مجھے کوئی ہدایت نہیں ہے۔"

"غالباً آپ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی جن کا میں مہمان ہوں۔ غالباً آپ کو اس سلسلے میں بھی ہدایات ضرور دی گئی ہوں گی؟"

"جی ہاں۔ میں ممنون ہوں گی اگر آپ اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اتنے اچھے لوگوں کے بارے میں' میں کسی برے انداز میں نہیں سوچوں گا۔" میں نے کہا۔ اور سولیشی مجھ سے تھوڑی دیر کے لئے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس نے مجھ سے میرا نام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تنہائی میں میرے ذہن میں پھر تجسس ابھر آیا۔ آخر یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ انداز پر اسرار تھا۔ لیکن شاید انہیں میرے اعصاب کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ وہ مہمان نوازی کر رہے ہیں' ٹھیک ہے' مجھے کیا پڑی کہ میں پریشان ہوں۔ کوئی مقصد تو سامنے تھا نہیں کہ اس کے لئے فکر مند ہو جاؤں۔ چنانچہ آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

دوپہر کو بھی عمدہ کھانا ملا' شام کو باقاعدگی سے چائے اور پھر رات کو کھانا ------ سولیشی دن بھر میرے ساتھ رہی تھی اور کسی قدر بے تکلف ہو گئی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"سولیشی! کیا میری رات تنہا گزرے گی؟"

"میں نہیں سمجھی جناب!" اس نے تجاہل سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"اچھے لوگ اگر تمہیں رات بھی میرے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دیں تو ------"

"مجھے آپ کا ہر حکم ماننے کی ہدایت کی گئی ہے جناب! لیکن آپ نے صبح سے مجھے کوئی حکم ہی نہیں دیا۔" اس نے کسی قدر شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب ------ میں تمہارے قرب کا متمنی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے نظریں جھکائے رکھیں' پھر بولی۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ چلی گئی۔ بہرحال برف پگھل رہی تھی۔ جب وہ واپس آئی۔ تو خوبصورت لباس اور خوبصورت میک اپ میں تھی۔ بڑی عمدہ خوشبو لگائی ہوئی تھی اس نے ------ میرا دل خوش ہو گیا۔ اور پھر سولیشی اس رات کی بہترین ساتھی ثابت ہوئی۔ اس کی عمر اور تجربہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن خود سے بے پناہ متاثر ہونے کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے یونہی رواروی میں اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو میرے میزبان تھے' تو وہ خاموش ہو گئی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر بولی۔

"براہ کرم مجھ سے ایسا کوئی سوال نہ کریں جس سے میں الجھ جاؤں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی ------"

"اوکے سولیشی ------ بہرحال اگر تمہارا قرب حاصل رہے تو مجھے کسی اور کے بارے میں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی۔" میں نے سیر چشمی سے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔

"اب سو جاؤ' مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے ایک جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"ایک وعدے کے ساتھ۔" میں نے اس کے رخسار کو چومتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"کیسا وعدہ؟"

"کل کا دن اور کل کی رات بھی تم میرے نزدیک رہو گی۔"

"یہ وعدہ مجھ سے نہ لو۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میرے دن اور میری راتیں میری اپنی نہیں ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں۔" اس بار وہ عورت کی آواز میں بول رہی تھی اور یہ آواز سچی تھی۔ میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

لیکن صبح زیادہ دور نہیں تھی۔ ابھی نجانے کتنی دیر سویا تھا' نیند پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ کسی کی زوردار ٹھوکروں نے مجھے جگا دیا۔

"اٹھ جاؤ گورنر ------ کب تک سوتے رہو گے؟" ایک بھاری آواز ابھری اور میں چونک پڑا ------ آنکھ کھولی تو سورج کی تیز روشنی نے دوبارہ آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ "اٹھو! نہیں تو ٹھوکریں مار کر پسلیاں توڑ دوں گا۔" ایک اور ٹھوکر میرے بدن پر پڑی اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن کے نیچے کھردری زمین کی چبھن محسوس ہوئی تھی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے ماحول کو دیکھا۔ یا خدا ------ یہ سب کیا ہے؟

میں کسی پہاڑی علاقے میں تھا۔ تیز دھوپ والے بے آب و گیاہ پہاڑی علاقے میں' چاروں طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں جن میں سے چند کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک طرف ایک پتلی سی ندی ہلکی آواز میں بہہ رہی تھی۔ میرے نزدیک ہی دوسرے لوگ تھے جن کے لباس بوسیدہ تھے اور ان کے پیروں میں لوہے کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سی اداسی نظر آرہی تھی۔

لیکن بیڑیاں تو میرے پیروں میں بھی تھیں اور میں اپنے پاؤں چند فٹ سے زیادہ چوڑے نہیں کر سکتا تھا۔ تب میں نے اپنے لباس کو دیکھا۔ زین کا بوسیدہ لباس تھا' گندا اور میلا۔ جس شخص نے ٹھوکریں مار کر مجھے جگایا تھا وہ سیاہ فام تھا اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔

رات کے مناظر مجھے یاد تھے۔ لیکن میں اتنے کمزور ذہن کا مالک بھی نہیں تھا کہ رات کے واقعات کو خواب سمجھ لیتا یا اس وقت اپنے بدن کو نوچ کر دیکھنے لگتا کہ سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ البتہ میرا ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رہ رہ کر مجھے ہوریشو یاد آرہا تھا۔ پہلے بھی اس نے ایسی ہی حرکتیں کی تھیں۔ وہ اپنی دانست میں مجھ سے کھیل رہا تھا۔ تو کیا یہ کھیل بھی ہوریشو کا ہے اور ------ وہ مجھے پا گیا ہے۔ سوچا جاسکتا تھا۔ میں اپنی اصلی شکل میں تھا اور مجھے پہچان لیا جانا تعجب خیز نہیں تھا۔ یہ بات بھی میرے علم میں تھی کہ ہوریشو زندہ ہے اور میرے معاملے کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ اور پھر یہ سیاہ فام' جو مجھے ٹھوکریں مار رہا تھا۔

تو ایک بار پھر میں ہوریشو کے جال میں پھنس گیا ہوں' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ اسی وقت زور زور سے گھنٹی بجی اور بیڑیوں سے بندھے ہوئے لوگ اٹھنے لگے۔ ان میں سفید نسل کے لوگ زیادہ تھے' کچھ دوسرے ممالک کے بھی تھے۔ لیکن یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی کہ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں ہیں۔ بہرحال میں بھی اٹھ گیا۔ سب لوگ لائن بنا رہے تھے۔ اس وقت جو صورتحال تھی اس کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہی کیا جائے جو دوسرے کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے ہر جگہ سپرمین نہیں بنا جاسکتا تھا۔ یہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا' اس لئے خواہ مخواہ کی الجھنیں مول لینے سے کیا فائدہ ------ چنانچہ میں بھی لائن میں آگیا۔ تمام لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر دو سیاہ فام پیالے تقسیم کرنے لگے۔ ان کے پیچھے کچھ اور سیاہ فام خوراک تقسیم کر رہے تھے۔ گندی اور بے مزہ خوراک ------ لیکن نجانے اس طرح میری کون سی فطرت کو تسکین مل رہی تھی۔ میں نے وہ خوراک بڑی رغبت سے کھائی اور اس کے بعد نہایت سکون سے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کر رہے تھے۔

محافظ کو ایک بار بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میں نے جی توڑ کر محنت کی تھی۔ دوسرے لوگوں کو ذرا سی کاہلی پر کوڑے پڑتے تھے لیکن میں نے ایک بار بھی ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ اگر یہاں میرے اوپر کوئی نگاہ رکھنے والا ہوگا تو اسے بڑی مایوسی ہوئی ہوگی۔

شام کو پانچ بجے گھنٹی بجی ------ یہ کام ختم ہونے کی اطلاع تھی اور سب نے اپنے ہاتھوں سے اوزار پھینک دیئے۔ اس کے بعد لوگ ستانے بیٹھ گئے۔ میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی۔ مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دبلا پتلا مدقوق سا سفید فام بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ اس انداز میں چونک کر مجھے دیکھنے لگا جیسے مجھے بولتے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی ہو۔ "تھک گئے ہو؟" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تم نہیں تھکے؟" اس نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

"ہاں' دھوپ سخت تھی ------ تھکن تو ہوتی ہی ہے۔"

"پھر فضول سوال کیوں کر رہے ہو؟" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"بات کرنے کا موڈ نہیں ہے؟"

"نئے آئے ہو' اسی لئے بکواس کر رہے ہو؟"

"تم کتنے دن سے یہاں ہو؟"

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور دوسری طرف منہ کر لیا۔ جیسے مجھ سے بات نہ کرنا چاہتا ہو۔ میں چند ساعت تک انتظار کرتا رہا' پھر اس کے نزدیک کھسک گیا۔

"ماحول سے بہت زیادہ بیزار ہو؟"

"یار ------ براہ کرم فضول باتیں نہ کرو۔ اس گرمی اور تھکن کے بعد بات کرنے کی ہمت کس میں رہتی ہے۔" اس نے عاجز آکر کہا۔

"انسان کو ہمت سے کام لینا چاہئے دوست! میں یہاں نیا نیا آیا ہوں اور تم سے اس جگہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہونہہ ------ ہمت سے کام لینا چاہئے۔ تھوڑے دن کے بعد ساری ہمت جواب دے جائے گی۔"

"کیا تم قیدی ہو؟"

"جی نہیں۔ نپولین ہوں اور اپنی مملکت تعمیر کر رہا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے' سرکاری قیدی ------؟"

"تم سرکاری قیدی ہو؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر میں کیوں ہوتا؟"

"تب تم یہاں کس طرح آئے؟" میں نے پوچھا اور وہ جھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر گھسٹتا ہوا مجھ سے دور چلا گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کی کیفیت پر غور کرنے لگا۔ رات ہوئی تو وہی کھانا ملا اور اس کے لئے پھر لائن بنانا پڑی تھی۔

کھانا کھا کر قیدی ایک جگہ پڑ گئے۔ مجھے بھی کچھ غنودگی سی محسوس ہوئی تھی۔ شاید دن بھر کی تھکن بدن پر مسلط تھی۔ پھر میں گہری نیند سو گیا۔ اور پھر تیسری صبح بھی آگئی۔ وہ لوگ اپنی دانست میں مجھے پاگل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ کیونکہ اس صبح آنکھ کھلی تو بدن کے نیچے نہایت آرام دہ بستر تھا' جسم پر سلک کا سلیپنگ سوٹ تھا جو بہت ہی فرحت بخش محسوس ہو رہا تھا۔ خواب گاہ میں حسین تصاویر آویزاں تھیں اور دور کہیں جلترنگ بج رہا تھا۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ واقعی ذہن پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ لوگ مجھ پر کافی محنت کر رہے تھے۔ لیکن اس کا مقصد ------ اگر وہ ہوریشو ہے تو سوائے اس کی دیوانگی ------ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ باتھ روم کا دروازہ بھی نظر آگیا اور مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یقین تھا کہ وہاں میرے لئے لباس بھی موجود ہوگا۔ یہ عمارت پہلے والی نہیں تھی۔ بہرحال باتھ روم سے نکلا تو عمدہ لباس بدن پر تھا اور طبیعت کافی شگفتہ تھی۔ لیکن لڑکی ابھی تک نہیں آئی تھی۔

انتظار طویل نہ رہا۔ چند ساعت کے بعد لڑکی بھی آگئی۔ سولیشی نہیں تھی لیکن اس سے کم خوبصورت بھی نہیں تھی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی میں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈالے اور اسے خود سے چپکا کر ایک طویل بوسہ لیا۔

لڑکی میری اس بے باکی پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ "اب اپنا نام بھی بتا دو ڈارلنگ ———" میں نے اس سے کہا۔ لیکن وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کیوں حیران کیوں ہو؟ اچھا خیر چلو ——— ناشتے کے کمرے میں چلو۔ بقیہ گفتگو وہاں ہوگی۔ کل تو تم لوگوں نے مروا دیا تھا۔"

لڑکی پیچھے ہٹ گئی اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نہایت اطمینان سے میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر ناشتے کے دوران خاموش رہا۔

"مجھے یقین ہے آج کی رات تم میرے پاس رہو گی۔ لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"سنی بارہلز۔" اس نے جواب دیا۔

"ڈیر سنی ——— اپنے باس ہوریشو کو میرا سلام پہنچا دینا اور اس سے کہہ دینا کہ کل جس جگہ میری آنکھ کھلے وہ اتنی خشک نہ ہو۔" لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آگیا تھا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"آپ آرام کریں جناب!"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نہایت خاموشی سے میں اپنے کمرے میں آگیا۔ لڑکی کسی حد تک بے چین نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ باہر نکل گئی۔ چلتے وقت اس نے مجھ سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میرے منہ سے ہوریشو کا نام سن کر وہ بے چین ہو گئی ہے اور اب یقیناً دوسروں کو اس بارے میں اطلاع دینا چاہتی ہے۔

اور میرا اندازہ درست نکلا۔ عام طور سے میرے اندازے درست ہی نکلتے تھے۔ آج صورت حال بدلی ہوئی تھی۔ وہ کھیل جو دو تین دن سے جاری تھا' آج تھوڑی سی تبدیلی اختیار کر گیا تھا۔ یعنی اس بار جب دروازے پر آہٹ سنائی دی تو پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید لڑکی واپس آئی ہے اور اس نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔

لیکن جب دروازہ کھلا تو مجھے چند شکلیں نظر آئیں اور ان میں سب سے نمایاں صورت گیسپر کی تھی جسے میں نے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تھوڑا سا چونکنا لازمی تھا۔ کیونکہ بہرصورت یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ گیسپر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو مسٹر فریڈرک!" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"ہیلو مسٹر گیسپر ——— آپ ———"

"ہاں ——— مسٹر فریڈرک! میرا خیال ہے اب کسی تکلف کی ضرورت تو نہیں ہے چنانچہ اگر میں آپ کو راجا نواز اصغر کہوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔" گیسپر اندر داخل ہو کر بولا۔ اس کے پیچھے تین آدمی اور تھے جو شاید کافی حد تک مستعد تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ سب مسلح ہوں گے اور میری کسی بھی

حرکت پر گیسپر کی مدد کرنے سے نہ چوکیں گے۔ لیکن میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی مسکراتے ہوئے گیسپر کا استقبال کیا اور بولا۔

"ہاں۔ کیا حرج ہے۔ جب آپ مجھے جانتے ہیں تو پھر نام تبدیل کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ لیکن ایک بات بتائیں مسٹر نوز! کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکے تھے؟"

"گیسپر! پہلی نگاہ میں مجھے تمہاری صورت کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن تم یقین کرو میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ تمہیں کہاں دیکھا ہے ——— یقیناً تمہارا تعلق بھی ہوریشو بلکہ مکلینو کے گروہ سے ہوگا۔"

"بالکل بالکل اور میرا خیال ہے آپ بھی اس سلسلے میں حق بجانب ہیں مسٹر نواز۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہ پہچاننے کے سلسلے میں۔ ظاہر ہے میں کسی نمایاں حیثیت سے آپ کے سامنے نہیں آیا تھا صرف ایک کارکن یا ایک رکن ——— اور ظاہر ہے وہ قابل توجہ نہیں ہوتا۔"

"بے شک۔ لیکن کیا آپ مجھے پہلی نگاہ میں پہچان گئے تھے؟"

"بالکل مسٹر نواز ——— کیونکہ میں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ ظاہر ہے جو لوگ میرے باسز سے ٹکرائیں یا پھر ان کے لئے باعث توجہ ہوں میں انہیں نظرانداز کیسے کر سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میں اتنی آسانی سے آپ پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔ آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کے گروہ میں میری کیا حیثیت ہو گئی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے لئے بڑے منفعت بخش ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ کی نشاندہی نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔" میں نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"تو مسٹر گیسپر! میرا خیال ہے بیٹھ جائیے۔ آرام سے باتیں کریں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

گیسپر چند ساعت مجھے دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ بولا۔ "بلاشبہ آپ ایک مضبوط اعصاب کے مالک شخص ہیں۔ مجھے تو آج بھی اپنے اس کارنامے پر یقین نہیں آتا کہ میں نے راجا نواز اصغر جیسے ایک خطرناک انسان کو گرفتار کرانے میں مدد دی ہے۔ کیونکہ میں ہوریشو کے ساتھ ہوں اور اس ساری زندگی میں میں نے ہوریشو کو جس طرح آپ کے لئے پریشان دیکھا ہے' کسی کے لئے نہیں دیکھا۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ ہوریشو میرے لئے واقعی فکرمند ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ گرانڈ فادر کو آپ کی گرفتاری کی اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ بہت خوش ہے۔" گیسپر نے جواب دیا۔

"گویا ہوریشو یہاں نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گرانڈ فادر عام طور سے ٹور پر رہتا ہے۔ ویسے میں آپ کو یہ بات بتادوں مسٹر نواز کہ جزیرے سے واپسی کے بعد گرانڈ فادر مستقل آپ کے چکر میں ہے۔ مکلینو کے گروہ میں جو مکلینو کے وفادار ہیں' ان میں درپردہ چند ایسے لوگ بھی ہیں جو دراصل ہوریشو کے وفادار ہیں۔ مگر وہاں صرف اس لئے رہ گئے ہیں کہ ہوریشو کو وہاں کے بارے میں اطلاعات دیتے رہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے آپ کو میرے بارے میں کس طرح پتہ چلا؟"

"جہاں سے ہمیں مکلینو کے گروہ میں ہوریشو کے وفاداروں سے اطلاعات ملتی ہیں' وہیں سے ہمیں یہ اطلاع ملی کہ آپ بھی وہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ہمارا اندازہ درست ہی تھا اور خود گرانڈ فادر نے بھی یہ بات کہی تھی کہ اس کے بعد ممکن ہے آپ ہالینڈ کا رخ کریں۔"

"ہاں میرے کچھ پروگرام اس کے علم میں تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ نے انہیں بدلنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کیوں ——— میرا خیال ہے یہ دانش مندی تو نہ تھی۔" گیسپر نے کہا۔

"احمق آدمی ہو تم۔" میں نے حقارت آمیز انداز میں کہا۔ "تمہارے خیال میں کیا میں ہوریشو سے ڈرتا ہوں۔"

"اوہ نہیں ——— میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا آپ ایک بات بتائیں گے مسٹر نواز۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ نے گرانڈ فادر کے بارے میں اتنی جلدی اندازہ کیسے لگالیا؟"

"ہوریشو اپنی دانست میں چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ اس نے پہلے بھی میرے ساتھ ایسی ہی کوشش کی تھی اور اپنی دانست میں مجھے نروس کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن اس کوشش میں وہ جس بری طرح ناکام رہا وہ شاید تمہارے علم میں ہو۔ میں نے ان تین راتوں کے کھیل ہی میں اندازہ لگالیا کہ اس بار پھر ہوریشو کو دیوانگی کا دورہ پڑا ہے۔"

"اوہ ——— ڈیئر مسٹر نواز! میری درخواست ہے آپ میرے سامنے باس کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔"

"وہ تمہارا باس ہے میرا تو نہیں ——— ہاں اگر اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کی ناگواری کا احساس ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے تمہیں جو ہدایات ملی ہیں' ان پر عمل کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں نہیں ——— بہرصورت آپ ہمارے مہمان ہیں۔"

"کل میں کس کا مہمان تھا؟"

"ہمارے۔" گیسپر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کون سی جگہ تھی جہاں مجھے بھیجا گیا تھا؟"

"اوہ ——— یہ نہیں بتایا جاسکتا۔ ہوریشو کے بہت سے پروجیکٹ کام کر رہے ہیں۔ وہ کیا ہیں مسٹر نواز ——— ان کی گہرائی میں آپ شاید پوری زندگی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں' آپ اس کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔ میں آپ کو سچ بات بتادوں مسٹر نواز ——— مکلینو گروہ کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ اس کی ساکھ پوری دنیا میں ہے۔ لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو کچھ کیا ہے مکلینو اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ مکلینو کو مکلینو بنانے میں بھی ہوریشو ہی کا ہاتھ ہے۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے' کبھی موقع ملا تو تفصیل سے سنادیں گے اور حقیقت آپ کو معلوم ہو جائے گی' بشرطیکہ آپ کو زندگی دی گئی۔"

"جب تمہیں اس کا اندازہ ہے گیسپر کہ ہوریشو مجھے زندہ نہیں رہنے دے گا تو تم اس بارے میں بتانا کیوں نہیں پسند کرتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر نواز ——— ہوریشو اس بات کو کسی سے نہیں چھپاتا۔ دراصل ہوریشو پر مکلینو کے کچھ احسانات بھی ہیں۔ مکلینو اسے اس وقت اپنے ساتھ لایا تھا جب ہوریشو' ہوریشو نہیں تھا۔ لیکن ہوریشو کا تعلق جس قبیلے سے تھا' وہ ہوریشو کے خاندان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ہوریشو کے آباؤ اجداد اس قبیلے کے روحانی پیشوا رہے تھے' اس لحاظ سے ہوریشو بھی اپنے قبیلے کا روحانی پیشوا تھا۔ لیکن مکلینو نے اسے ساتھ لاکر دوسری لائنوں پر ڈال دیا۔ تاہم جب ہوریشو کو احساس ہوا تو اس نے اپنے قبیلے سے رابطہ قائم کیا اور اب تم سوچ بھی نہیں سکتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کی قوت کیا ہے۔ مکلینو کی وجہ سے اسے جزیرے سے بھاگنا ضرور پڑا تھا لیکن وہاں سے بھاگنے کے بعد ہوریشو نے اس بات کا احساس کرلیا کہ وہ مکلینو کے مقابلے میں کمزور کس لئے پڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ کمزوریاں دور کرنا شروع کر دی ہیں۔ اب یوں سمجھو کہ ہوریشو ایک ایسے پروگرام پر عمل کر رہا ہے جس کے تحت وہ مکلینو کے پورے گروہ کو تہس نہس کردے گا اور اس کے بعد مکلینو کا سارا کام خود سنبھال لے گا۔ وہ مکلینو کا یہ غرور بھی توڑ دینا چاہتا ہے۔"

"ہوں ——— ہوریشو کو شاید یہ بات معلوم نہیں ہے کہ مکلینو اب بذات خود کچھ بھی نہیں رہا ہے ——— وہ اندھا ہو چکا ہے۔"

"ہاں ——— کیوں نہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم ہے مسٹر نواز! لیکن شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ سب کچھ ختم ہونے کے باوجود وہ جس قدر خطرناک ہے اس کے تحت آنکھوں کا نقصان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"خیر یہ سب تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گرانڈ فادر سے میری ملاقات کب ہو رہی ہے؟"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"میرے بارے میں مزید کیا ہدایات ہیں؟ اب تو یہ بات سامنے آچکی ہے کہ مجھے جس چکر میں پھانسا گیا ہے اور جو شخص مجھے پھانسنے والا ہے وہ میرا دشمن ہے۔ چنانچہ کیا ہوریشو اس کے بعد چوہے بلی کا یہ کھیل ختم کردے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر نواز۔"

"گیسپر! تم ایک بات تو ضرور مجھے بتاسکتے ہو۔"

"جی جی ضرور۔" گیسپر نے مستعدی سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا تم نے میرے بارے میں ہوریشو کو اطلاع دی تھی؟"
"جی ہاں۔"
"براہ راست؟"
"جی۔"
"اور ہوریشو ہی نے میرے بارے میں کیا ہدایات جاری کی تھیں؟"
"مجھے نہیں معلوم۔ اس کے باوجود کہ مجھے ایک نمایاں حیثیت مل چکی ہے' ہمیں کنٹرول کرنے والے کچھ اور لوگ ہیں۔ ہوریشو نے انہی کو ہدایات جاری کی ہوں گی اور انہی کے ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"
"تمہیں مجھ سے ملاقات کی اجازت تو دی گئی ہو گی؟"
"جی ہاں۔"
"لیکن اس گفتگو سے تمہارا کیا مقصد ہے جو تم اس وقت کر رہے ہو؟"
"کچھ نہیں۔ ہم مزید اندازہ لگانا چاہتے تھے۔"
"تم نے مجھے پہلی ہی نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ پھر تم کیشتہ کو لے کر میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟"
"دراصل میں ہر قیمت پر گروہ کو اطلاع دینا چاہتا تھا اور تمہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ہو سکتا ہے تمہاری نگاہ مجھ پر پڑ گئی ہو اور تم ہوشیار ہو جاؤ۔ چنانچہ مجھے کیشتہ کو لے کر یہاں تک پہنچنا پڑا۔ یہاں میں نے کیشتہ کو اس کے ایک دوست کے ہاں چھوڑا اور خود اپنی کارروائی کرنے لگا۔ اس وقت جب تم یادگار چوک پر ہپیوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے تمہیں دوبارہ تلاش کر لیا۔ یہ کچھ میرے اندازے تھے اور اس کے بعد میں نے تمہیں نگاہ میں رکھا اور پھر ہم نے اپنی کارروائی ترتیب دے ڈالی۔" گیسپر نے جواب دیا۔
"شکریہ گیسپر! دراصل میرے ذہن میں کچھ باتیں اٹکی ہوئی تھیں۔ مگر اب تم سے گفتگو کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا ہوں۔ آئندہ تم لوگوں کو اختیار ہے کہ جو دل چاہے کرتے رہو۔ مجھے اب اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور گیسپر مسکرانے لگا۔
"میرا خیال ہے مسٹر نواز ــــــ اس بار آپ کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو گی۔"
"بس اب تم جا سکتے ہو۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
گیسپر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "ہاں مجھے اجازت دیں۔ آپ سے ہونے والی گفتگو کی اطلاع مجھے آگے پہنچانی ہے۔" اس نے کہا۔
"اپنے باس سے کہہ دینا کہ میں اس سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوں۔ میں آج بھی اس کی قوتوں کو اسی طرح چیلنج کرتا ہوں۔"
"اوکے' اوکے۔" گیسپر نے کہا اور مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔
ہوریشو سے واقف ہو جانے کا اظہار دانش مندی ہو یا غیر دانش مندی مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی اور نہ ہی میں اس کے لئے پریشان تھا کہ اب کیا ہو گا۔ بلکہ ہوریشو کو پہچان جانے کے اظہار سے میری انا کو سکون پہنچا تھا۔ میں نے ہوریشو کو اس بات کی خوشی نہیں ہونے دی تھی کہ میں الجھنوں کا شکار

ہوں اور یہ نہیں سمجھ سکا ہوں کہ اس کھیل کی پشت پر کون ہے۔ اپنی دانست میں' میں نے ہوریشو کو ایک اور شکست دی تھی۔ اور اس پر بہت خوش تھا۔
لیکن اس سے ایک نقصان بھی ہوا تھا۔ وہ یہ کہ اس کے بعد میری خدمت گار لڑکی نہیں آئی۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ورنہ اگر میں اس بات کا اظہار نہ کرتا کہ میں کھیل سمجھ چکا ہوں تو شاید یہ رات بھی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بسر کرنے کو مل جاتی ــــــ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے دن کسی بدرو میں پڑا ہوتا۔
دوپہر کو کھانا آیا ــــــ لیکن کھانا لانے والے دو آدمی تھے اور ان کے پیچھے بھی دو مسلح آدمی موجود تھے۔
"بہت خوب۔ کیا تمہارا باس مجھ سے اس قدر خوفزدہ ہو گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ ــــــ" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورتے ہوئے چلے گئے۔ میں اطمینان سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔
ظاہر ہے مجھے اپنے اس اظہار کا افسوس نہیں تھا۔ جو کچھ ہوا ــــــ ٹھیک ہی ہوا تھا۔ کم از کم تبدیلی تو ہوئی۔ میں ہوریشو کے کھیل کو سمجھ گیا تھا۔ یونہی ہوتا رہتا۔ کبھی اطلس و کمخواب' اور کبھی کھردری چٹائیں۔ لیکن اب تبدیلی ہو گی۔
اور یہ تبدیلی میرے لئے بہتر تھی۔ پچھلا عرصہ جس قدر ذہنی کھولت میں گزرا تھا' وہ بہت تکلیف دہ تھی۔ اگر یہ لوگ درمیان میں نہ آ ٹپکتے تو نجانے کب تک میں انہی الجھنوں کا شکار رہتا اور میری یہ کیفیت نجانے مجھے کون سے راستوں پر لے جاتی۔ کم از کم اس ہنگامے سے ذہن پر طاری جمود تو ٹوٹا تھا۔ چنانچہ میں پر سکون تھا۔
کھانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ کوئی کام تو تھا نہیں۔ میں جانتا تھا کہ اب عیش بہت کم رہ گئے ہیں۔ بہت جلد کوئی سخت فیصلہ ہو جائے گا اور میں اب اس فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات کا کھانا بھی وہی دونوں لائے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"شکریہ دوستو ــــــ لیکن ابھی دوپہر کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوا ہے۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ لیکن انہوں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کھانا رکھ کر خاموشی سے چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ اور اسے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ کیوں نہ یہ رات بھوکا رہ کر گزاری جائے۔ اس طرح ان لوگوں کی کارروائی دیکھنے بلکہ ممکن ہے کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔ لیکن اس کے لئے انہیں دھوکے میں رکھنا ضروری تھا۔
چنانچہ میں نے چاروں طرف دیکھا اور ٹرے سے کھانے کی ایک مقدار نکال لی۔ اس کھانے کو ایک کاغذ میں لپیٹ کر ایک وارڈروب میں محفوظ کر لیا۔ پانی کے گلاس باتھ روم میں بہا دیئے۔ اور پھر اطمینان سے مسہری پر آلیٹا۔ لباس میں نے تبدیل کر لیا تھا۔ دیر تک مسہری پر کروٹیں بدلتا رہا۔ بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس رات ان سے بھڑ جاؤں گا اور پھر تماشہ دیکھوں گا۔
نجانے کتنی رات گزر گئی۔ کھانا لانے والے بچا ہوا کھانا اور برتن وغیرہ لے گئے تھے۔ انہوں نے مجھ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر اس وقت شاید پون بجا تھا جب اچانک کمرے میں ایک تیز بو پھیل گئی۔ بہت تیز اور ناگوار بو آئی۔ میں اچھل پڑا۔۔۔۔۔۔ یہ خواب آور گیس کی بو تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نہیں چل سکی تھی۔ ہوریشو جیسے خطرناک انسان کی ساتھی اتنے بدھو نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ضرور سوچا ہو گا کہ میں جان بوجھ کر بے ہوش ہونا پسند نہیں کروں گا۔ اور پھر میں نے کھانا لانے والوں سے کھانے کے بارے میں کچھ الفاظ بھی کہے تھے۔ وہ اس چکر میں نہیں آئے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملائی ہی نہ گئی ہو اور پہلے ہی سے ان کا گیس کا پروگرام ہو۔ میرے بارے میں بھی تو وہ سوچ سکتے تھے کہ میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ اطمینان سے کھانا کھا کر بیہوش ہو جاؤں گا۔ بہرحال چند ساعت تک یہ احساسات ذہن پر طاری رہے۔ سانس کتنی دیر تک روک سکتا تھا۔ پورے کمرے میں گیس بھر گئی تھی۔

دو تین بار مجھے کھانسی آئی اور پھر ذہن غنودہ ہو تا گیا۔ آج بھی بے ہوشی سے نہیں بچ سکا تھا۔ لیکن آج بے ہوشی زیادہ طویل نہیں تھی۔ رات ہی کے کسی حصے میں ہوش آگیا تھا یا پھر۔۔۔۔۔۔ یا پھر جس جگہ میں تھا' یہاں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن بدن کے نیچے کھردری زمین تو نہیں تھی۔ آرام دہ بستر بھی نہیں تھا' ٹھنڈا ٹھنڈا سپاٹ فرش ہلکی ہلکی بو بھی تھی' پٹرول کی سی بو۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ جگہ۔۔۔۔۔۔ میں نے اسے ہاتھ سے ٹٹولا۔ اور ایک عجیب سا احساس ہوا' تب میں نے اسے انگلی سے بجایا۔ تیز آواز تو نہیں ہوئی تھی لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دھات کا فرش ہے۔

تاریکی بے پناہ تھی جس سے اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ بہرحال دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا اور پھر جب حواس پوری طرح مجتمع ہو گئے تو میں اٹھ گیا۔ لیکن بڑی پھسلن تھی۔ جوں ہی کھڑا ہوا پاؤں پھسل گیا اور میں دھڑام سے گر پڑا۔ تب اس بو کا راز میری سمجھ میں آگیا۔

یہ تیل کی کوئی پائپ لائن تھی۔ ایک لمحے کے لئے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑ گئی۔ پائپ لائن خالی ہے۔ لیکن اگر اس میں تیل چھوڑ دیا جائے تو۔۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔۔ میرا دم گھٹنے لگا۔

تو ہوریشو نے مجھے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مارنے کا یہ طریقہ بھی اس کی خوفناک فطرت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ پھر کیا کیا جائے۔ جان بچانے کی کوشش نہ کرنا تو بزدلی ہے' جدوجہد کرتے ہوئے جان دینی چاہئے۔ پائپ لائن کا قطر کیا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا تو مشکل تھا۔ کیونکہ کھڑا ہونا مشکل ہے۔ بس کسی ایک سمت بڑھا جائے۔ لیکن کس سمت۔۔۔۔۔۔؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے' کسی بھی طرف یہ ضروری تو نہیں تھا کہ لائن کا دہانہ کسی مناسب جگہ ہی ہو۔ اور وہاں پہنچ کر زندگی بچ جائے۔

چنانچہ میں نے چند لمحات تک سوچا۔ اور پھر ایک طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ تیل کی پھسلن کھڑا تو نہ ہونے دے رہی تھی لیکن آگے بڑھنے میں بہترین معاون تھی۔ ایک مرتبہ کھسک جاتا تو کئی فٹ تک پھسلتا چلا جاتا طریقہ عمدہ تھا' اس طرح پائپ لائن کا سفر کافی تیز ہو سکتا تھا۔

لیکن کئی بار پھسلنے کے بعد ایک دفعہ جو پھسلا تو سر بڑی زور سے کسی چیز سے ٹکرایا۔ چوٹ نے چند لمحوں تک تو حواس معطل رکھے۔ پھر میں نے ٹٹول کر اس چیز کو دیکھا جس نے راستہ بند کیا تھا۔ اور پھر میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ سارے انتظامات مکمل کر دیئے گئے تھے۔ پائپ لائن کو یہاں سے بند کر دیا گیا تھا۔ یقیناً وہ دوسری طرف سے بھی بند ہو گی۔ اس بات کا خیال رکھا گیا ہو گا کہ میں پائپ لائن میں چلتا ہوا باہر نہ آ

جاؤں۔ کھڑا تو ہو نہیں سکتا تھا۔ ویسے کسی درمیانی حصے سے ہی مجھے اس میں ڈالا گیا ہو گا۔ بہرحال ہوریشو کی یہ کوشش پوری طرح کامیاب تھی۔ ایک طرح سے اس نے مجھے صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا اور موت بھی ایسی دی تھی کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھوں۔ واہ ہوریشو۔۔۔۔۔۔ لیکن استاد۔۔۔۔۔۔ میں آخری جدوجہد کر کے مروں گا۔

میں پلٹ پڑا۔ اور اس بار میرا سفر پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھا۔ میں نے ہاتھ آگے کر لئے تھے تاکہ پائپ لائن کے دوسرے سرے سے ٹکرا کر سر ہی نہ پھٹ جائے۔ لیکن اس بار کافی دیر تک میں پھسلتا رہا اور پائپ لائن کا سرا نہ آیا۔ ویسے گھٹن اسی طرح برقرار تھی۔ کہیں سے ہوا کا گزر نہیں تھا اور پھیپھڑے پھٹے جا رہے تھے۔

پھسلنے کی رفتار میں اب تھوڑی سی مہارت بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں پائپ لائن کے قطر کا اندازہ لگا چکا تھا۔ چنانچہ کناروں پر پاؤں جما کر زور لگاتا اور ہاتھ آگے پھیلا دیتا۔ اس طرح دور تک پھسلتا چلا جاتا۔ نجانے کتنا طویل فاصلہ طے کیا اور اچانک۔۔۔۔۔۔ نجانے کیا ہوا۔ ایک بار جو پھسلا تو۔۔۔۔۔۔ بدن کے نیچے سے پائپ لائن نکل گئی۔ میں نیچے گرنے لگا۔

لیکن زیادہ نیچے تک نہیں۔۔۔۔۔۔ تقریباً دس فٹ گہرائی میں گرا تھا۔ چوٹ تو کافی لگی تھی لیکن کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ذہن الجھا ہوا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے جس جگہ میں گرا تھا' وہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگی۔ ایک تیز سرسراہٹ بلند ہو رہی تھی اور اس کے بعد ایک تیز روشنی ہوئی۔ بالکل یوں لگا تھا جیسے کیمرے کی فلیش لائٹ براہ راست آنکھوں پر پڑی ہو۔ آنکھوں میں ناقابل برداشت تپش اٹھنے لگی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بڑی فرحت بخش ہوا لگی تھی۔ پورے بدن میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے سردی کچھ تیز ہو گئی تھی۔ میں کپکپاہٹ نہ روک سکا۔ آنکھیں بند تھیں اور بدن ناقابل برداشت سردی محسوس کر رہا تھا۔

تب میرے کانوں میں ایک قہقہہ گونجا۔۔۔۔۔۔ "واہ' کتنا خطرناک شخص کسی سردی کھائے ہوئے کتیا کے پلے کی طرح کپکپا رہا ہے۔"

اور یہ آواز۔۔۔۔۔۔ ہوریشو کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔ میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن آنکھوں نے کھلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ آنکھیں برداشت کرنے سے قاصر تھیں۔

"میں اس فلم کو ہمیشہ محفوظ رکھوں گا۔ ایسے مناظر میرے لئے بیحد دلکش ہوتے ہیں۔ ہاں' اس لئے کہ مسٹر نواز اصغر کو کچھ لوگ ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اور شاید وہ بھی خود کو۔۔۔۔۔۔ کیا آپ آنکھیں نہیں کھولیں گے نواز اصغر۔۔۔۔۔۔ دیکھئے تو کتنے کیمرے آپ کی یہ فلم بنا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ لیکن اس کے یہ الفاظ میرے لئے اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ وہ میرے اوپر قادر تھا' اس وقت کچھ بھی کہہ دے' کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا ذہن شگفتہ تھا۔۔۔۔۔۔ اس کا یہ احسان کیا کم تھا کہ اس نے بہرحال یہ حصہ کھلا رکھا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے یقین تھا کہ میں بچ کر یہاں تک ضرور پہنچ جاؤں گا اور بہرحال یہ بھی درپردہ میری حیثیت کا اعتراف تھا۔

"ڈیئر ہوریشو! تھوڑی دیر کے لئے لائٹ آف کرا دو۔ میرا حلیہ خراب ہے' غالباً تیل کے دھبے بھی پڑے ہوں گے۔" میں نے چیخ کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوریشو کے حلق سے پھر ایک قہقہہ ابل پڑا۔ "تو کیا تم خود کو کسی فلم کا ہیرو سمجھ رہے ہو؟ تمہاری بے بسی کو ہی تو میں سلولائیڈ پر منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہوریشو!"

"کیوں؟"

"کیا تم اس فلم کو دیکھتے وقت یہ بھول جاؤ گے کہ تم نے کن حالات میں یہ فلم تیار کرائی ہے اور اس کے لئے تمہیں کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے؟"

"یہ تو ایک ڈائرکٹر کا فرض ہے کہ وہ ماحول پیدا کرے۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ تمہاری خواہش کا احترام کیا جائے گا۔ لائٹ آف کر دو۔" ہوریشو نے کہا۔ اور بند آنکھوں کو سکون کا احساس ہوا۔ اب اس جگہ ٹھنڈی نیلی روشنی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور ماحول کو دیکھنے لگا۔ ایک بڑا سا ہال تھا' نہایت شفاف۔ چاروں طرف کیمرے لگے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے آپریٹر کھڑے ہوئے تھے۔

ایک دیوار کے قریب ایک بڑی کرسی پڑی تھی جس پر ہوریشو بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سیاہ جسم پر سیاہ ہی لبادہ تھا اور سر پر بڑا سا سنہری تاج جگمگا رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ نواز!" ہوریشو لہجہ بدل کر بولا۔ اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ہوریشو پھر ہنس پڑا۔ "اوہ' تم تو بڑے سعادت مند ہو گئے ہو۔" اس نے کہا۔

"اس کی وجہ ہے ہوریشو!" میں نے کہا۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا؟" وہ دلچسپی سے بولا۔

"تم نے میری شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' وہ کس طرح؟"

"تم میرے منتظر تھے ہوریشو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوریشو نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر جیسے وہ میری بات سمجھ گیا اور اعتراف کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں راجا نواز اصغر! میں جانتا ہوں کہ کسی ایسی صورت میں تمہیں مارنا بیحد مشکل کام ہے۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ اس خطرناک جگہ سے بھی تم باآسانی نکل سکتے ہو۔ رہا تمہاری شخصیت کے اعتراف کا سوال تو وہ تو میں نے ہمیشہ کیا ہے۔ اگر میں تمہاری شخصیت کا اعتراف نہ کرتا تو تمہارے لئے اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ یقین جانو میں تمہارے لئے سخت پریشان رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' اب جبکہ ہم اس ماحول میں آ گئے ہیں تو میرا خیال ہے مجھے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ گورن!" اس نے کسی کو مخاطب کیا اور ایک آدمی سامنے آ گیا۔ "مسٹر نواز کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔ ان کی ضرورت کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔" اس نے کہا۔ اپنی دانست میں ایک بار پھر اس نے مجھے ذہنی جھٹکا دینے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال میں گورن کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اس ہال کا ایک دروازہ راہداری میں کھلتا تھا۔ اس راہداری سے گزر کر ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ گورن مضبوط جسم کا قد آور آدمی تھا۔ لیکن میری طرف سے بیحد چوکنا نظر آ رہا تھا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ کسی بھی لمحے' میں اس پر حملہ کر دوں گا۔

لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے ایسی حماقت سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ میں ان لوگوں کے چنگل میں تھا اور اس عمارت کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کہاں ہے اور تیل کی پائپ لائن کہاں تک گئی تھی۔

چنانچہ ایسی صورت میں حملہ کر کے نکل جانے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہوریشو نے اپنی روایتی حماقت سے کام لے کر پھر مجھے ایک بار موقع دیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا انتظار ہی کرنا بہتر تھا۔

گورن مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور پھر اس نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں لباس موجود ہے اور وہ سامنے باتھ روم ہے۔ تم آرام سے تیار ہو جاؤ۔"

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گورن بدحواس سے انداز میں باہر نکل گیا۔ شاید ان لوگوں کو میری حیثیت کے بارے میں اچھی طرح علم تھا۔

میں نے باتھ روم میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف کیا۔ تیل کے بڑے بڑے دھبے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں پر پڑ گئے تھے۔ میں نے انہیں صاف کیا۔ بہرحال میرے آہنی اعصاب نے مجھے حواس میں رہنے دیا تھا ورنہ جو مجھ پر بیت چکی تھی' اس کے تحت تو حواس تک سن ہو جانے چاہئیں تھے۔ نجانے کس طرح میں بچ گیا تھا۔ پھیپھڑے کافی دیر تک ہوا سے محروم رہے تھے اس لئے ابھی تک سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ بہرحال میں نے ہوریشو کو اس بات کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔

نہانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ الماری سے لباس نکالا اور اطمینان سے پہن لیا۔ بالکل اس انداز میں جیسے کوئی پرواہ ہی نہ ہو اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن ان لوگوں کو شاید میری ساری حرکات کا علم تھا۔ چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد گورن ایک شخص کے ساتھ اندر آیا اور اس نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھ دی جس میں کافی' سینڈوچز اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں تھیں۔

"یقیناً تم بھوکے ہو گے اور ناشتے کا وقت بھی ہو چکا ہے۔" گورن نے کہا۔ اس کا ساتھی باہر چلا گیا تھا۔

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہوریشو کا میری جانب سے شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کہا اور ناشتے پر جھک گیا۔

مجھے خدشہ تھا کہ ہوریشو پھر کہیں لمبی تان کر نہ سو جائے اور میرے ساتھ یہ کھیل جاری رہے۔ لیکن اب میں یہ کھیل جاری رہنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اگر ایسی کوئی کوشش ہوئی بھی تو میں سخت جدوجہد کروں گا اور ظاہر ہے ویسے تو میں ہوریشو کے چنگل میں ہوں ہی اور وہ مجھے یہاں خاطر مدارات کرنے کے لئے نہیں لایا تھا۔ وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا اور جب مرنا ہی ہے تو ہوریشو کی طرف سے موت کا انتظار کیوں کیا جائے' کیوں نہ خود جدوجہد کی جائے۔ اس کے بعد کی موت بھی ظاہر ہے موت ہی ہو گی۔

لیکن ہوریشو اس بار اس موڈ میں نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مجھے اس کا پیغام ملا اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے طلب کیا تھا۔

ہوریشو اسی ہال میں نظر آیا۔ لیکن اس ہال میں کیمرے وغیرہ نہیں تھے۔ نہایت صاف' شفاف ماحول تھا۔ ویسے اب بھی یہاں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ یہ ہال تاریک تھا اور روشنی سے ہی منور نظر آتا تھا۔

ہوریشو اس وقت بھی اسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر رنگین لباس تھا' جو یقیناً افریقی قبائل کا تھا۔ سر پر پروں والا ایک تاج تھا' ہاتھ میں ترشول لئے وہ بڑا مضحکہ خیز نظر آ رہا تھا۔ اس کے قرب و جوار میں کھڑے لوگ بھی سیاہ فام ہی تھے۔ ہوریشو کے چہرے پر وہی پرغرور مسکراہٹ تھی۔

"بات یہ ہے مسٹر نواز!" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ مکلینو نے مجھے اس وقت اپنے ساتھ شامل کیا تھا جب میں ان تمام معاملات سے بہت دور ایک سیدھا سادا انسان تھا۔ ایک طرح سے وہ میرا استاد ہے اور اس لائن میں وہی مجھے لانے والا بھی ہے۔ لیکن میں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے مکلینو کا قرض چکا دیا۔ نہ صرف قرض چکا دیا بلکہ اسے اس قابل بھی بنا دیا کہ وہ بین الاقوامی ہوا کہلائے۔ لوگ اس کے نام سے کانپتے ہیں اور خاص طور سے اس لائن کے لوگ مکلینو کو اپنا جد امجد مانتے ہیں۔ لیکن تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو نواز کہ یہ سب ہوریشو کا کیا دھرا ہے۔ مکلینو بذات خود ذہین انسان ہے اور بہتر کارکردگی کا مالک بھی ——— لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو خوف و ہراس پھیلایا ہے' مکلینو بذات خود اپنے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اگر مکلینو ہوریشو کو اس حیثیت سے تسلیم کرتا تو ہوریشو کبھی اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن تم خود دیکھو' مکلینو نے مجھے صرف ایک غلام کی حیثیت سے ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ وہ میری حیثیت کو بھول گیا تھا۔ اس کی بیٹی تم پر عاشق ہو گئی تھی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ مجھے بتاؤ نواز! کیا اس نے تمہیں اپنی خلوتیں نہیں بخشیں؟"

"یہ درست ہے مسٹر ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایسی صورت میں اس نوجوان لڑکی کو مجھ پر ترجیح دی گئی۔ کیا مکلینو اس کے لئے سزا کا مستحق نہ تھا؟"

"میں تو یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بہرصورت وہ میری فیور میں تھی۔"

"ہاں ——— اگر تم یقین کرو تو میں تمہیں مکلینو سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم دلیر انسان ہو اور بہتی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اگر مکلینو کی جگہ تم ہوتے تو میں اتنی آسانی سے تمہارے بارے میں یہ سب کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر ہوریشو۔"

"بہرحال مسٹر نواز! مجھے خوشی ہے کہ میں دلیر شخص سے دشمنی کر رہا ہوں۔ دلیر دشمن کی دشمنی میں بھی مزا آتا ہے۔ رہا مکلینو تو وہ بس عجیب سا انسان ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ وہ مجھے دنیا کے کسی خطے میں نہیں چھوڑے گا۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں مسٹر نواز ——— کاش تم اس وقت زندہ ہوتے جب مکلینو ہوریشو کے ہاتھوں کتے کی موت مارا جاتا۔ یہ یقینی بات ہے' اسے مرتے وقت تم اپنے ساتھ لے جانا ———"

"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو! یہ تمہارا اور مکلینو کا معاملہ ہے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"درست ہے مسٹر نواز! بہرحال اس وقت تو معاملہ ہمارا اور تمہارا ہے۔"

"ہاں ——— یقیناً۔"

"تمہارا کیا خیال تھا مسٹر نواز میرے بارے میں؟ کیا تمہارے خیال میں جزیرے پر مکلینو کے کامیاب ہونے کے بعد میں ٹوٹ گیا تھا؟"

"میں نے یہی سوچا تھا ہوریشو۔"

"کیوں؟"

"اس وقت جب تمہارے سیاہ فام افریقی ساتھی تمہاری مدد کو آ گئے تھے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ پانسہ پلٹ گیا اور مکلینو مارا گیا۔ لیکن مکلینو بہت چالاک نکلا۔ اس نے پہلے ہی انتظام کر لیا تھا۔"

"ہاں۔ بہرحال وہ بین الاقوامی ساکھ کا مالک ہے۔ اور طاقتور گروہ رکھتا ہے۔ اس کے اپنے چاہنے والوں کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ بہرحال میں اس کا نمبر دو تھا۔"

"تمہیں مکلینو کے بارے میں علم ہے؟"

"کیا؟"

"وہ اندھا ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔ لیکن ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اگر وہ اندھا رہا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کروں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اسے آنکھیں مل جائیں گی۔ یہ دور اتنا بیک ورڈ نہیں ہے کہ کسی اندھے کو آنکھیں بھی نہ مل سکیں اور پھر اس کے وفادار تو اس کے لئے اپنی آنکھوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور میں نے اس وقت کے لئے اپنی کارروائیاں روک دی ہیں۔ ویسے سنا ہے اس کا گروہ اس کی بیٹی کنٹرول کر رہی ہے۔ اب میں اس لڑکی سے کیا الجھوں۔ ویسے تمہیں یہ سن کر ہنسی آئے گی کہ اس کے گروہ کے بے شمار لوگ وہاں سے ٹوٹ کر میرے پاس آ رہے ہیں اور حلف نامے داخل کر رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ میرے وفادار رہیں گے۔ وہ لوگ بھی ہیں جو اس کی طرف سے میرے خلاف لڑ چکے ہیں۔ تم ان لوگوں کے ساتھ ایک دن گزار آئے ہو کیا تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"اوہ' وہ جو پہاڑوں میں تھے؟"

"ہاں۔ ان میں زیادہ لوگ وہی تھے۔ انہیں بہرحال سزا ملنا تو ضروری ہی تھا۔"

"خوب۔"

"مجھے یقین ہے کہ بیٹی گروہ کنٹرول نہیں کر سکے گی اور گروہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس گروہ کے لوگ کہاں پناہ لیں گے' سوائے ہوریشو کے دامن میں۔ مکلینو خود بخود تباہ ہو جائے گا۔ اس نے اپنی زندگی میں یہ سب سے بڑی حماقت کی ہے نواز۔"

"شاید۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور تم ------" ہوریشو میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم میرے نزدیک ایک آئیڈیل ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر کرتا ہوں نواز ----- لیکن تمہاری صلاحیتیں اس شکل میں میرے لئے ناقابل برداشت ہیں کہ تم میرے دشمن ہو۔ میں تمہیں نیست و نابود کر دینا چاہتا ہوں۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ہوریشو۔" میں نے سکون سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"میری زندگی تمہیں تمہارے ارادوں میں ناکام بنا دے گی۔"

"بکواس ہے۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

"کیوں ڈیئر؟"

"تم کچھ بھی ہو ----- ہوریشو کے سامنے نہیں آسکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک عرصے تک تم میرے کنٹرول سے باہر رہے ہو۔ لیکن اس کی وجہ تھی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت میں مکلینو کے زیر اثر تھا۔ مجھے اس کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ لیکن آج صورت حال دوسری ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ہوریشو ----- یہ صرف تمہارا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہوریشو مجھے گھورنے لگا۔ پھر اچانک مسکرا پڑا۔ "بہت چالاک ہو۔ بعض اوقات تمہاری یہ چالاکیاں بیحد دلکش لگتی ہیں مجھے ----- اور میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں واقعی زندہ رکھوں۔"

"اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟"

"کیا تم مجھے طیش نہیں دلا رہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں اور انتظار کروں کہ تم میرا کیا بگاڑتے ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ زندہ رہنے کے بعد تم نہ صرف ہالینڈ چھوڑ دو گے بلکہ اس جگہ بھی نظر نہ آؤ گے جہاں میری پہنچ ہو سکتی ہے۔"

"ہوریشو جیسے عمدہ انسان کو اس قسم کی حماقتوں کا شکار دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ دنیا کا سب سے خطرناک انسان بھی بعض اوقات برتری کے احساس میں کھو کر گدھا بن جاتا ہے۔"

"نہیں مائی ڈیئر ----- میں درحقیقت گدھا ہوں اور گدھا رہنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو۔ بہرحال افسوس تم ہوریشو کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہو گے۔"

"میں اپنے حریف کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ رہنا بھی نہیں چاہتا۔ اور اگر تمہیں یہ خواب پورا کرنا ہے ہوریشو ----- تو ----- مجھے ہلاک کئے بغیر اس کی توقع نہ رکھنا۔"

"نجانے مجھے آجکل غصہ کیوں نہیں آتا۔ شاید میرا خون سرد ہو گیا ہے۔ ویسے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی میری جان! کہ اگر میں زندہ رہا۔ تو تمہارا دشمن نمبر ایک ہوں گا اور میری زندگی میں تمہیں کامیابی نہ ہو گی۔ میں تمہارے مقابلے پر ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا مقصد یہ ہو گا کہ تمہارے راستے مسدود کرے اور تمہاری ہر راہ روک دے۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ ----- کیا دلکش گفتگو کر رہے ہو۔ یقین کرو ایک حریف کے بغیر زندگی کا لطف ادھورا رہ جاتا

ہے۔ لیکن میں بڑا بدنصیب انسان ہوں کہ ایسے دلکش حریف کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ میرے دوست ----- تم زندگی کی آخری سانسیں لے لو۔ ہاں۔ "ایک رعایت میں تمہارے ساتھ کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہ چند گھنٹے ----- میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق بسر کرنے دوں گا۔"

"یہ بھی تمہارے لئے مشکل ہو گا۔"

"پوری بات تو سن لو ----- تم یہاں سے کسی طرح بھی بھاگ نہ سکو گے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے جس میں دروازے نہیں ہوتے۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھاگنے کی اجازت بھی دے سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"کس بات کا؟"

"یہی کہ تم اتنے مطمئن ہو تو درحقیقت یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہو گا۔"

"گویا تم نے بھی میری صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔"

"ایک اچھے دشمن طرح۔"

"شکریہ ----- تو بتاؤ میری جان ----- وقت کی یہ قیمتی گھڑیاں تم کس طرح گزارو گے۔"

"گٹار ہو گا تمہارے پاس؟"

"کیوں نہیں۔"

"بس تو خوبصورت لڑکیوں کا جمگھٹ اور گٹار ----- مجھے صرف یہ دو چیزیں درکار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"یہاں بھی مجھے حیران کرو گے۔" وہ عجیب سے انداز میں ہنس دیا۔

"کیوں؟"

"کیا تمہاری یہ خواہش انوکھی نہیں ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیا آخری خواہش انوکھی نہیں ہونی چاہئے ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہے جو تمہاری مرضی ----- اس کی خواہش پوری کی جائے۔" ہوریشو نے اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ہال کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پریشان سا ہو گیا ہے۔

بظاہر اس کی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ سوچا جا سکتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر ہے مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن مجھے قتل کئے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا تو میں اپنے آپ کو بالکل ہی مافوق الفطرت انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ حالات جو کچھ بھی تھے' دنیا سے جتنا بھی بیزار تھا۔ لیکن اس انداز میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہرصورت ایسی موت میرے نزدیک بدترین تھی۔ زندگی کی خواہش باقی تھی۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ زندگی میں کچھ آرزوئیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو میری دسترس سے باہر ہوں' یا پھر میں وہ زندگی چاہتا ہوں جو اب میرے لئے ناممکن ہو گئی تھی۔

لیکن بہرحال ہوریشو کے ہاتھوں اس طرح مرنا مجھے زیادہ پسند نہیں تھا اور بظاہر میرے سامنے کوئی ایسا راستہ بھی نہیں تھا جس سے میں اس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش کرتا۔ البتہ میں نے یہ ضرور سوچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ آخری وقت تک زندگی کی جدوجہد کرتا رہوں گا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے' جب موت ہی مقدر ہے تو کیوں نہ جدوجہد کرکے مرا جائے۔

جس ہال میں مجھے پہنچایا گیا وہ کافی خوبصورت تھا اور وہاں تیز رنگین روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو جو ہدایات دی تھیں اس کے تحت تھوڑی دیر کے بعد ہال میں دس بارہ لڑکیاں گھس آئیں۔

ان کے جسموں پر باریک لبادے تھے اور بلاشبہ ماحول ان کی آمد سے خاصا دلکش اور کافی حد تک ہیجان انگیز ہو گیا تھا۔ لیکن آج اس ماحول نے میرے اوپر وہ اثر نہیں کیا تھا جو عموماً ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے گٹار مہیا کر دیا گیا اور میں نے اس پر دھن چھیڑ دی۔

اسے ذہنی انتشار بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ میں کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ میرے لئے چونکہ آئندہ کی تمام راہیں مسدود تھیں اس لئے یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ اس وقت میں ذہنی خلجان میں مبتلا ہوں اور کوئی بات نہ سوچ پانے کی بنا پر یہ سارے ہنگامے کر رہا ہوں۔

بہرحال گٹار کے نغمے ذہن کو سکون تو بخشتے تھے اور پھر اس وقت جب میں یہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ہوریشو کامیاب ہو جائے چنانچہ گٹار سے جو دھنیں نکلیں' اس نے تمام لڑکیوں کو مبہوت کر دیا۔ وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کے چہرے ست گئے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی ہوں اندر آئی تھیں' جیسے انہیں اس بات کا احساس دلا دیا گیا ہو کہ ان کا مقصد صرف میرا دل بہلانا ہے اور انہیں میری آخری خواہش پوری کرنی ہے۔

لیکن جو نغمے میرے گٹار سے ابل رہے تھے اس نے انہیں متزلزل کر دیا تھا۔ وہ سب ساکت و جامد کھڑی مجھے دیکھ رہی تھیں۔

اور میں کوشش کر رہا تھا کہ گٹار کے کمال کو اس وقت عروج پر پہنچا دوں۔ ممکن ہے یہ میری زندگی کی آخری کوشش ہو۔ اس سے پہلے میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن آج میں گٹار کے راگ دل سے الاپ رہا تھا۔

جب تک میرا دل چاہتا رہا میں گٹار بجاتا رہا' اور جب دل بھر گیا تو میں نے گٹار دیوار سے دے مارا۔

وہ سب لڑکیاں چونک پڑی تھیں ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

دروازہ بند کرنے والی لڑکی دروازہ بند کرنے کے بعد میرے نزدیک آئی اور میرے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم ------ تم تو ایک بڑے فنکار ہو پھر بھی تمہارا جرائم کی زندگی سے تعلق ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں۔ تمہیں تعجب کیوں ہے؟"

"فنکار سنگدل نہیں ہوتا۔ اور پھر تمہارے گٹار نے جو نغمے بکھیرے ہیں وہ کسی سنگدل انسان کی انگلیاں نہیں چھیڑ سکتیں۔ ان میں تو زندگی کا انداز تھا۔ ان نغموں میں تو پیار بہہ رہا تھا۔ زندگی سے پیار۔ محبت

کی مایوسی اور۔ اور۔"

"بس بھئی خاتون۔ تم میری مدح سرائی کرنے نہیں آئی ہو۔ ہوریشو نے تمہیں میرا مضحکہ اڑانے کے لئے بھیجا ہے۔"

"فنکار! صرف ایک بار کہہ دو۔ تم مجرم نہیں ہو۔"

"اس حقیقت سے کیسے انکار کر دوں۔"

"صرف ایک بار۔ صرف ایک بار۔" لڑکی جذباتی ہو گئی۔

"اس سے کیا ہو گا۔"

"میں خوشی سے خود کو تم پر قربان کر دوں گی' میں اپنے ہاتھ سے ہوریشو کو گولی مار دوں گی۔ میں تمہارے فن کو زندہ رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گی۔" اور میں کسی قدر پریشان ہو گیا۔ لڑکی کے یہ الفاظ اس کی موت کے لئے کافی تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ہوریشو میری کیفیات کا جائزہ لے رہا ہو گا۔ اگر اس نے اس کھیل کو اتنی اہمیت نہ بھی دی ہو گی تو اس کے آدمی میری تاک میں ضرور ہوں گے انہوں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا ہو گا کہ میں کوئی حرکت نہ کر جاؤں بہرحال وہ میری ذات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے یہ احمق لڑکی جذباتی ہو کر جو کچھ کہہ چکی ہے' اسے کس طرح ہموار کیا جائے کہ اس کی جان بچ جائے۔

چنانچہ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "جو کچھ میں تم سے کہوں گا اس سے تمہارے جذبات کی توہین ہو گی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"تمہاری زندگی کے لئے یہ ضروری ہے۔ ورنہ ہوریشو ان الفاظ پر تمہاری زندگی بھی لے سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"زندگی صرف ایک بار جانے کی چیز ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' لیکن اس کا کوئی مقصد تو ہونا چاہئے۔ میں کل صبح قتل کر دیا جاؤں گا۔ اور پھر تم بے موت ماری جاؤ گی۔"

"مجھے پرواہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ اور میں نے الٹے ہاتھ کا ایک تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار دھکا دیا۔

"کیا ہوریشو نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے کہ تم میرا مذاق بھی اڑاؤ۔ میں کسی کو اپنا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نکل جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔ میں حلق پھاڑ کر دھاڑا اور پھر لڑکی کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا دروازے تک لے گیا اور دروازہ کھول کر اسے باہر دھکا دے دیا۔ بے چاری لڑکی دیوانوں کے سے انداز میں مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

باقی لڑکیاں حیران و پریشان کھڑی تھیں۔ میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ "اور تم ------ تم سب بھی دفع ہو جاؤ۔ ورنہ ------ میں سب کو دانتوں سے ادھیڑ دوں گا جاؤ۔" میں حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور بھگدڑ مچ گئی وہ بدحواس چیختی چلاتی باہر بھاگی تھیں اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

بے وقوف لڑکیاں۔ کمزور مخلوق' خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو کر زندگی داؤ پر لگا رہی تھیں۔ میں ان کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ ہال خالی ہو گیا اور پھر وہ آدمی اندر آ گئے۔

"ہمارا خیال ہے اب تم آرام کرو نواز اصغر------ آؤ------ ہمارے ساتھ آؤ ان میں سے ایک نے کہا اور میں اس کے ساتھ ہال سے نکل آیا۔ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ کر میں مسہری پر لیٹ گیا۔ نہ جانے کیوں ذہنی کیفیت خراب ہو رہی تھی مجھے خود پر غصہ آیا تھا۔ اگر موت بھی آتی ہے تو کیا اس کا استقبال اس انداز میں کیا جائے۔ آخر یہ خرابی کس لئے ہے۔ زندگی کی خواہش کس لئے ہے۔ کیا کرنا ہے زندہ رہ کر؟ ہونہہ! میں نے خود پر نفرین کی۔ اور پھر اطمینان سے سو گیا۔ درحقیقت بڑی پرسکون نیند آئی تھی۔ صبح کو سو کر اٹھا۔ وقت پر ناشتہ ملا تھا میں نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور پھر سگریٹ پینے لگا۔ نو بجے۔ دس بجے گیارہ بجے اور پھر بارہ بج گئے۔ اس دوران کسی نے میری خبر نہیں لی تھی۔ لیکن ساڑھے بارہ بجے گوان اور دوسرے دو آدمی آ گئے۔

"باس طلب کرتا ہے؟" گوان نے کہا۔

"کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"اوپر------" جواب ملا۔ حالانکہ میں کسی اوپر کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں طے کرنا تھیں بہرحال میں ہوریشو کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر نواز------"

"ہیلو------" میں نے بھی مسکراتے ہو جواب دیا۔

"رات کیسی گذری؟"

"پرسکون" میں نے جواب دیا' اور سامنے کے مناظر دیکھنے لگا۔ دوسری طرف بھی ایک خوشگوار منظر تھا۔ سامنے ہی دریا بہہ رہا تھا۔ اور بہت سی مشینیں اس کے نزدیک کام کر رہی تھیں۔ شاید دریا پر پشتہ بنایا جا رہا تھا دیو ہیکل مشینیں مٹی کے پہاڑ بنا رہی تھیں۔ ایک لائن سے مٹی ڈالی جا رہی تھی۔

"یقیناً مجھے علم ہو گیا تھا کہ تم گہری نیند سو رہے ہو۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں 'میں خوف سے ساری رات جاگتا رہتا؟"

"نہیں تم موت سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے۔ بہرحال میں نے تمہارے لئے ایک دلکش موت کا بندوبست کیا ہے۔ جانتے ہو کیسی موت؟"

"موت کیسی بھی ہو' موت ہوتی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مٹی کے یہ پہاڑ۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش میں چھپا لیں گے۔ اور بلاشبہ یہ بڑی دلچسپ موت ہو گی۔ بس میں نے تم سے آخری ملاقات کے لئے تمہیں بلایا تھا۔ گوان انہیں لے جائیں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

"اوکے باس------ آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں گوان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب تھی اپنے ہر اقدام سے دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گوان کے ساتھ نیچے آ گیا۔

نیچے آنے کے بعد چند لوگوں نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی اور پھر مجھے لے کر چل پڑے۔ باہر ایک جیپ کھڑی تھی۔ سارے انتظامات مکمل تھے۔ جیپ دریا کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئی جہاں

مٹی جمع کرنے والی مشین کام کر رہی تھی۔

"ہے۔ جاب۔ جاب کم آن۔" مجھے لانے والوں نے ایک آدمی کو مخاطب کیا اور ایک مشین ہمارے طرف بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔ "نیچے آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور وہ نیچے آ گیا۔ تب گوان اسے ساتھ لے کر کچھ سمجھانے لگا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں بھی ہوریشو کی عملداری ہے۔ جاب پھر مشین پر آ بیٹھا اور اس نے مشین اسٹارٹ کر دی۔

دور سے ایک اور مشین آ رہی تھی۔ وہ بھی اس مشین کے قریب پہنچ گئی۔ دوسری طرف گوان نے پستول نکال کر میری پیشانی پر رکھ دیا۔

"تمہیں اس کے ساتھ جانا ہے۔"

"اسے ہٹاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ اور گوان نے جلدی سے پستول ہٹا لیا وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

"تم------ تم جاؤ۔ اس کے ساتھ جاؤ۔" وہ جھینپ مٹانے کے لئے بولا۔

اور میں آگے بڑھ گیا۔ موت میرے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اور اس وقت شدت سے اس کی طلب بڑھ گئی تھی۔ نہ جانے کیوں مرجانے کو دل چاہ رہا تھا دوسری مشین بھی ساتھ چل رہی تھی۔ گوان اور اس کے ساتھی لوٹ گئے تھے۔

"ہے جاب۔" دوسری مشین سے آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے مارٹن۔"

"یہ کون ہے۔؟"

"باس کا معتوب۔"

"کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"دریا پر پشتہ بنانے کے لئے اس نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ یعنی یہ مٹی میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے۔" جاب ہنس کر بولا۔

"واہ۔ میں ایسے کام کرنے کا شوقین ہوں۔ تم جاؤ جاب۔ میں دیکھ لوں گا۔"

"مگر یار------ گوان مجھ سے کہہ گیا ہے۔"

"ضروری ہے۔ تم جاؤ جاب۔ میں ذمہ دار ہوں۔ اور دوسری مشین سے کہا گیا اور پھر ایک گرجدار آواز سنائی دی۔" "اے ادھر آؤ۔" میں اس مشین کے ساتھ چل پڑا تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں آج تک اپنی اس کیفیت کا تجزیہ نہیں کر سکا۔ بہرحال ایک مخصوص جگہ پہنچ کر میں رک گیا۔ مارٹن نے مجھے ایک طرف کھڑے ہو جانے کو کہا تھا۔ یہاں سے دریا کا فاصلہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اور ابھی اس طرف مٹی نہیں ڈالی گئی تھی۔

مشین پیچھے ہٹی اور پھر مٹی کا ایک انبار عظیم جمع کر لائی۔ اس کے شکنجے نے مٹی کو دبوچ لیا اور اوپر اٹھنے لگا۔ تب مشین سے اس کی آواز ابھری۔

"اے مسٹر۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ تھوڑے سے اور پیچھے مٹی کی پہنچ سے دور۔ اور جب میں مٹی نیچے ڈالوں تو بیٹھ جانا۔ ممکن ہے مٹی کا تودہ تمہارے قد سے نیچے رہ جائے۔" میں چونک پڑا۔ وہ شخص میری مدد

کرنا چاہتا تھا۔

"سنو۔" اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ "تم بیٹھے بیٹھے اس تودے سے آگے کھسک جانا اور پھر دریا میں کود جانا۔ میرا خیال ہے تم بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بھی ندی پار کر سکتے ہوں یہ زیادہ گہری نہیں ہے۔ دوسری طرف جنگل ہے اس طرف کوئی نہیں ہو گا۔ تم درختوں میں چھپ جانا۔ میں ٹھیک آٹھ بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ سبز روشنی کے اشارے پر میرے پاس آ جانا۔"

"کون ہو تم۔؟"

"تمہارا غلام مسٹر نواز۔ براہ کرم میری ہدایت پر عمل کرنا۔ میں زیادہ دیر تک نہیں رک سکتا۔ اچھا تیار۔"

یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔ موت کے بالکل نزدیک پہنچ کر یہ زندگی کہاں سے کود پڑی تھی۔ میں نے کچھ بھی نہ کیا۔ مٹی کا تودہ نیچے آ رہا۔ لیکن وہ مجھ سے کافی دور تھا۔ اس کی دھول سے میرا پورا وجود اٹ گیا تھا لیکن مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اب میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان یہ مٹی کا پہاڑ موجود تھا۔

دوسرے لمحے میرا ذہن جاگ اٹھا اور پھر میں برق رفتاری سے ندی کی طرف دوڑ پڑا۔ اس شخص نے جو کہا تھا بالکل درست تھا۔ میں تیزی سے دریا پار کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنے درختوں کا جنگل تھا۔

نہایت ہوشیاری سے کام ہوا تھا۔ میں درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ ہاتھ بدستور ہتھکڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ میں کافی اندر چلا گیا۔ اور اچانک ہی میرا ذہن جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی کا ذہنی تسلط مٹ گیا ہو۔ اور میرا ذہن جاگ اٹھا ہو۔

اب میں زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے ایسے وقت میری مدد کی تھی جب زندگی کا کوئی وجود باقی نہ رہا تھا۔ لیکن وہ کون تھا۔ اس نے خود کو میرا غلام کہا تھا۔

میرا غلام؟ میں الجھن میں ڈوبا رہا۔ یہ میرا غلام کون ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ لیکن اس کی آواز۔ اس کی آواز بھی شناسا نہیں تھی۔ اس دوسرے شخص نے اسے مارٹن کے نام سے پکارا تھا۔

مارٹن۔ لیکن یہ نام میرے کس شناسا کا نہیں تھا۔ یا پھر ہو گا بھی تو کسی ایسے شخص کا جو کبھی میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔ بہرحال اس نے میری بھرپور مدد کی تھی اور اس وقت میری زندگی اسی کی مرہون منت تھی۔

یہاں تک ہی دل میں جینے کی امنگ اٹھی تھی اور اب اس جنگل میں' میں ہوریشو کے ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ میں زندہ رہوں گا میں نے ہوریشو سے ایک بات کہی تھی' اگر موقع مل گیا تو ـــــ اپنے اس چیلنج کو پورا کروں گا۔ ہاں میں ایک گروہ بناؤں گا اور پھر ہوریشو۔

میرے جبڑے بھینچ گئے۔ ایک بار مجھے پھر خود سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی۔ اب مجھے اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ میں نے اتنی آسانی سے خود کو موت کے منہ میں کیوں دے دیا تھا۔ یہ تو بے حد بزدلی کی بات تھی۔

ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر میں نے گردن درخت کے تنے سے ٹکا دی اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اب جب تک وہ شخص نہیں آ جائے گا میں الجھن میں رہوں گا۔ کاش رات ہو جائے جلد از جلد۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن وقت کسی کا تابع نہیں ہوتا۔ وہ کسی کے کہنے سے نہیں ٹلتا اور وقت نے مجھ سے کوئی تعاون نہیں کیا۔ رات کے آٹھ اس طرح بجے جیسے کئی دن کے بعد بجے ہوں اور پھر درختوں سے سبز روشنی چھنی اور میں اچھل پڑا۔

وہ آ گیا تھا۔ سبز روشنی کسی ٹارچ کی تھی جو احتیاط سے جل اور بجھ رہی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف چل پڑا۔ تب میرے کانوں میں ایک سرگوشی ابھری۔ کوئی آواز دبا کر بول رہا تھا۔

"مسٹر نواز ـــــ مسٹر نواز۔"

"میں یہاں ہوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ دوڑ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں؟" اس نے کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

"لیکن مسٹر مارٹن۔ آپ۔ کون ہیں؟"

"تمہارا غلام۔ تمہارے قدموں کی خاک استاد۔ اپنے سردارے کو نہیں پہچانو گے۔ اپنے غلام کو نہیں پہچانو گے۔" اس بار مارٹن کی آواز بدلی ہوئی تھی اور ـــــ یہ سردارے کی آواز تھی۔ مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں گنگ سا رہ گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ پورے بدن میں سنسناہٹ اٹھ رہی تھی۔

"استاد۔ استاد۔ یقین کرو۔ میں تمہارا سردارے ہوں۔ استاد تمہارے قدموں کی خاک ہوں۔

سردارے میرے ہاتھ اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پہلی بار مجھے۔ ہاں ایک طویل عرصے کے بعد پہلی بار مجھے یاد آیا کہ میں بھی انسان ہوں میرے سینے میں بھی جذبات ہیں۔ اور ـــــ میں بھی کسی کے لئے جذباتی ہو سکتا ہوں۔

میں نے سردارے کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اتنی قوت سے کہ سردارے کا دم گھٹنے لگا ہو گا۔ کافی دیر تک میں اسے اسی طرح لپٹائے رہا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"رو رہا ہے یار۔" میں نے آستین سے اس کے آنسو پونچھے اور پھر بازوؤں کو اوپر اٹھا کر ان کا حلقہ نکال لیا۔ ہتھکڑیاں ہونے کی وجہ سے میں ہاتھ کھول نہیں سکتا تھا۔

"کلیجہ پھٹ رہا ہے استاد۔ تم سے اس زندگی میں ملنے کی امید نہیں تھی بس استاد بات نہ کرو۔"

"واہ سردارے' حوصلے سے کام لو۔ ہم لوگ اتنے بھی کمزور نہیں ہیں اب سنبھل جاؤ۔ بہرحال دشمن ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"میں ان کتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا استاد۔ یقین کرو کئی بار دل چاہا کہ اس کالئے کو بھون کر رکھ دوں۔ لیکن بس تمہاری وجہ سے خود کو باز رکھا۔"

"کالئے کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسی ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔ "کیا تمہیں اس کا موقع ملا تھا؟"

"موقع ہی موقع تھا استاد۔ لیکن اس کی زندگی بھی تمہارے ہی طفیل میں بچی ہوئی ہے۔ اب دیکھوں گا سالے کو۔"

"یہ کون سی جگہ ہے سردارے؟ ایمسٹرڈیم کا ہی ایک علاقہ جرلین خرے ہے وہاں تعمیرات ہو رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں اور اس کا ٹھیکہ "ریش کو" کے پاس ہے جو ایک تعمیراتی فرم ہے لیکن ہوریشو کی ہے۔ اوہ! میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑے۔"

"ٹھہرو استاد۔ پہلے تمہارے ہاتھ کھول دوں۔" سردارے نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہا اور پھر وہ چابی ہتھکڑی کے تالے میں گھمانے لگا اور چند لمحات کے بعد میرے ہاتھ کھل گئے اور میں کلائیاں مسلنے لگا۔

"چابی کہاں سے آگئی سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"لایا تھا استاد۔ اور میں بہت کچھ لایا ہوں۔" سردارے نے کہا میری طرف دوڑتے وقت اس نے وہ تھیلا پھینک دیا تھا جسے وہ ساتھ لایا تھا۔

سردارے نے تھیلا اٹھالیا اور میرے پاس آگیا۔

"چلیں استاد۔ یہ جگہ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔" سردارے نے کہا اور میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"درختوں کا یہ سلسلہ کہاں تک ہے؟" راستے میں میں نے پوچھا۔

"زیادہ طویل نہیں ہے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں شاہراہ مل جائے گی۔ وہاں سے گاڑیاں گذرتی رہتی ہیں۔"

"تم تو ان علاقوں سے خوب واقف ہوگئے ہو سردارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سردارے بھی مسکرانے لگا۔ "سب کچھ کرنا پڑا ہے استاد۔ میں نے زندگی میں کبھی مٹی اٹھانے والی مشین نہیں چلائی تھی۔ لیکن میں ہر قیمت پر اس کے قریب رہنا چاہتا تھا۔ اور بعض اوقات انسان کی لگن کتنی سچی ہوتی ہے اس کی امیدیں کس طرح بر آتی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"تم بھی پوچھنے کے لئے بے چین ہو استاد اور میں بتانے کے لئے چنانچہ اب سکون کی جگہ کا انتظار حماقت ہے۔ ہاں یہ اسٹین گن رکھ لو۔ ممکن ہے ضرورت پیش آجائے۔" سردارے نے اپنے تھیلے سے ایک ہلکی اسٹین گن نکال کر میرے حوالے کردی۔

"تمہارے پاس بھی ہے؟"

"ہاں استاد کیوں نہیں۔"

"گڈ، تم نے تو واقعی کام دکھایا ہے۔" میں نے اسٹین گن چیک کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں پھر آگے بڑھنے لگے۔ گھنے درختوں کے سلسلے سے نکل کر ہم ایک چکنی اور کشادہ سڑک پر آگئے۔

"میرا خیال ہے رک کر کسی گاڑی کا انتظار کرنا تو مناسب نہیں ہے ہم چلتے رہیں، اگر لفٹ مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ ہم طے نہ کرپائیں۔ تم زیادہ تھکن تو نہیں محسوس کررہے استاد۔"

"نہیں سردارے۔ میں نے کوئی جسمانی مشقت نہیں کی ہے ویسے اتنے دنوں کے بعد میرے منہ سے تمہارا نام اس انداز میں نکل رہا ہے۔"

"ہاں۔ اور میں بھی استاد کو بس دل میں یاد کرتا تھا۔ بتا نہیں سکتا کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی تھی اس وقت۔"

"بڑا عجیب دور گزارا ہے ہم نے سردارے۔"

"ہاں استاد۔"

"اب تم بتاؤ۔ کیا کیفیت گذری تم پر اور تم یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"اس وقت سے شروع کروں استاد جب گولڈ مین کے ساتھ نکلا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بس استاد ہمارا راز جلد کھل گیا اور ہوریشو کے کتے ہماری بو سونگھتے پھرے۔ ہم نے دو تین جگہوں پر ان سے جنگ بھی کی اور نوئیل ان کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر میں نے راتوں کو ان کے مکانات پر حملے بھی کئے اور نہیں کہہ سکتا، کتنوں کو قتل کیا۔ مجھ پر خون سوار ہوگیا تھا استاد۔ خاص طور پر پہاڑوں پر بمباری کے بعد کے واقعات میرے علم میں نہیں تھے۔ جب یہ سوچتا کہ کہیں تم مارے نہ گئے ہو تو ایسی وحشت سوار ہوجاتی تھی کہ کیا بتاؤں۔ اور اسی وحشت میں قتل عام کرڈالتا تھا۔

لیکن پھر کچھ حالات علم میں آئے۔ پتہ چلا کہ تم زندہ ہو۔ مکلینو جزیرے پر آگیا ہے۔ اس کے بعد کے واقعات بھی علم میں آئے۔ تب استاد میں نے ایک ترکیب سوچی۔ ہوریشو کے ان غاروں میں سے ایک کو ہلاک کرکے میں نے اس کا میک اپ کرڈالا۔ جو اس کے معتقد وفادار تھے اور پھر جب ہوریشو شکست کھا کر فرار ہوا تو میں اس کے ساتھ تھا۔ وہاں سے ہوریشو مختلف جگہوں پر گیا۔ لیکن استاد۔ میں اس سے زیادہ قریب نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ بہرحال وہ چالاک آدمی ہے۔ چنانچہ میں اس کے آدمیوں کو ہلاک کرکے میک اپ بدلتا رہا اور اس سے کافی دور ہوگیا۔ اب میری حیثیت صرف اس کے ایک کارکن کی ہے جو قابل توجہ نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔"

"تمہاری کیا کوشش تھی سردارے؟"

"استاد میں کالے وحشی سے بھی واقف تھا۔ اور تم سے بھی۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک دوسرے سے دور نہ رہو گے۔ تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے اور وہ تمہارا۔ یقیناً حالات سے نمٹنے کے بعد دونوں کہیں نہ کہیں ملیں گے ضرور۔ اور استاد میں اسی دن کے انتظار میں تھا۔"

"تم نے بلاشبہ محنت کی ہے سردارے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"لیکن اس کا پھل کیا پایا ہے استاد۔" سردارے نے خوشی سے بھرپور لہجہ میں کہا اور پھر بولا۔ "لیکن استاد۔ تم بالکل خاموش تھے۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پلان تھا؟"

"نہیں سردارے۔ کوئی پلان نہیں تھا۔ میں خالی الذہن تھا اور میں نہیں جانتا کہ میری کیفیت کس طرح ہوئی۔"

"کالا افریقی بے پناہ پر اسرار قوتوں کا ماہر ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایسے پوشیدہ علوم کا ماہر ہے استاد کہ دوسرے اس کے اشاروں پر گردنیں تک کاٹ لیتے ہیں۔"

"اوہ ممکن ہے ایسی کوئی بات ہوئی ہو۔ بہرحال میں اس بات کا اعتراف کروں گا کہ وہ میرے اوپر قابو پاچکا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تب تو سردارے کو اپنی زندگی کا خراج مل گیا۔ میں اپنے استاد کے کام آگیا۔ بس اس کے بعد مجھے زندگی کی کوئی خواہش نہیں ہے۔"

"ساری دنیا میں' میں تجھے اپنا قابل اعتماد دوست کہہ سکتا ہوں سردارے اگر تو نہ ہوتا تو میرے لئے یہ دنیا کسی انسانی وجود سے بالکل خالی ہوتی۔"

"یوں لگتا ہے استاد جیسے آج کوئی گاڑی ادھر سے نہیں گذرے گی۔ لیکن ہم شہر کے کافی قریب پہنچ چکے ہیں استاد۔"

"چلتے رہو۔ احساس بھی نہیں ہو رہا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے سردارے کیا انہیں اس بات کا شبہ ہو سکتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد میں اس کے قریب رہا ہوں اور میں نے اس بات پر پوری نظر رکھی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تب پھر ہم شہر کے کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہیں۔ میک اپ کر لیں گے۔"

"ہوٹل کا انتخاب میں نے کر لیا ہے استاد۔"

"کونسا ہے؟"

"سوبرے۔ عمدہ ہوٹل ہے۔ ضرورت سے زیادہ شریف لوگوں کا میرا خیال ہے اس ہوٹل میں قیام کرنے والوں کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ برے لوگ ہوں گے۔"

"کیوں' کیا خاص بات ہے اس میں؟"

"انتہائی خشک ماحول ہے۔ کوئی افیون خانہ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

اور سردارے کا کہنا درست ہی تھا۔ سوبرے بلاشبہ ایک پر سکون ہوٹل تھا۔ آدم بیزار بیرے۔ ویسے ہوٹل صاف ستھرا تھا اور کمرے بھی وسیع' کشادہ اور ہوا دار تھے۔ حالانکہ ہمارے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ لیکن کسی نے توجہ بھی نہیں دی تھی۔ بس کمرے تک پہنچا کر چلے گئے تھے۔

مجھے ہنسی سی آنے لگی۔ "بہت خوب سردارے تم نے یہ ہوٹل کس طرح تلاش کر لیا۔؟"

"بس استاد' ایمسٹرڈم میں رہ کر چند ایسی چیزوں پر نگاہ رکھی تھی جو میرے لئے مفید ہو سکتی تھیں۔ ویسے تم یقین کرو استاد تمہارے بغیر ساری تفریحات ترک کر چکا تھا۔

"یار مجھے یقین ہے۔" میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ لباس بوسیدہ تھا۔ جو حالت تھی وہ بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مٹی کا کام کر کے آ رہے ہوں' سردارے کی کیفیت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اور اس صاف ستھرے ہوٹل میں ہم دونوں کا داخلہ بلاشبہ تعجب خیز تھا۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ سوچ سکتا تھا کہ ہم اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن بھلا ہو اس ہوٹل کے ماحول کا کہ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں کی۔

خاصی رات گذر چکی تھی اس لئے ہوٹل تقریباً سنسان پڑا ہوا تھا تب سردارے نے مجھ سے کہا۔ کیا خیال ہے استاد۔ کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔"

"پہلے تو حلیہ درست کرنا بہتر ہو گا۔"

"او کے باس۔" سردارے نے حسب معمول جواب دیا۔

نجانے کیوں مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید یہ سردارے کا قرب تھا۔ سردارے کے ساتھ جو وقت گذرتا تھا وہ پھر سے لوٹ آیا تھا۔ حالانکہ سردارے کے گم ہو جانے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو جائے گی' لیکن اتفاقات نے ہم دونوں کو زندہ رکھ کر ایک دوسرے کے قریب پہنچا دیا تھا۔ "ٹھیک ہے استاد' پھر ایسا کرو تم باتھ روم میں جاؤ' میں کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں تم نے کچھ بھی نہیں کھایا۔" سردارے نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی' لیکن کیوں نہ تم بھی صاف ستھرے ہو کر جاؤ' اس انداز میں اگر جاؤ گے تو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے بالفرض محال اگر یہاں کچھ نہیں ملا تو پھر یہاں سے چلیں گے۔ ایمسٹرڈم ایسی جگہ تو ہے نہیں جہاں ہر جگہ رات ہو جاتی ہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ طبیعت بے حد بشاش تھی۔ تب میں نے سردارے سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

پھر میں باتھ روم میں چلا گیا' گرد کی تہوں کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں بال الجھے ہوئے تھے۔ عجیب و غریب حلیہ ہو رہا تھا۔ نیم گرم پانی کی خوشگوار دھاروں نے میرے حلیے کو نکھار دیا۔ البتہ لباس وہی پہننا پڑا تھا۔ میں نے لباس کو اچھی طرح جھاڑ لیا تھا' ویسے بھی لباس اتنا برا نہیں تھا محض مسلسل استعمال سے شکن آلود ہو گیا تھا اور اس میں کوئی خاص خرابی نہیں تھی۔ اس وقت تو اسی میں باآسانی گذارہ کیا جا سکتا تھا' کل صبح کے بعد دیکھا جاتا کہ کیا کرنا ہے۔ ایمسٹرڈم کے بازار ان چیزوں سے بھرے پڑے تھے۔

میں باہر نکل آیا تو سردارے نے اندر جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد نیچے چلا گیا۔ ویٹر کو اس نے نجانے کیوں اوپر نہیں بلایا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور میرے سامنے بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ "میں نے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے تھکے تھکے سے لہجے میں جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

پھر اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ کھانا نہ آگیا۔ ویٹر نہایت نفاست سے کھانے کی ٹرے سجا کر لایا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت اسے اس کھانے کے ٹھکانے لگ جانے کی خوشی ہوئی ہو گی۔

کھانا بے حد عمدہ تھا' ہم لوگوں نے جی بھر کے کھایا۔ سردارے نے مجھے بتایا کہ جب تک میں اسے نہ ملا تھا اس نے کھانا پینا تقریباً ختم کر دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اگر کھانا کھائے گا تو میرے ساتھ کھائے گا۔ وگرنہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو پھر وہ بھی زندہ نہیں رہے گا۔ بہت جذباتی سا آدمی تھا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا اور میرے دل میں اس کا خلوص اور گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی اور اس کے بعد بستر پر لیٹنے کے بعد باتیں کرنے لگے۔

"تو سردارے یہ رہے حالات ویسے زندگی میں بہت بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ معمولات سے کس حد تک ہٹ کر کام ہو رہا ہے' اگر ہم لوگ اس انداز میں مر بھی جاتے تو کم از کم یہ احساس ذہن میں رہتا کہ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ مرے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"استاد تمہارے سردارے نے تو زندگی اور موت کی کبھی پرواہ نہیں کی' لیکن اگر تم کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی کس انداز میں گذرتی' ہو سکتا تھا میں اپنے وطن واپس چلا جاتا اور وہاں زندگی کو کسی انداز میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتا' لیکن اب جب کہ تم مل گئے تو یوں سمجھو کہ دوبارہ زندگی لوٹ آئی ہے۔"

"سردارے نہ صرف زندگی لوٹ آئی ہے بلکہ کچھ اور امنگوں نے بھی سینے میں انگڑائیاں لی ہیں۔"

"کیا استاد۔؟" سردارے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہوریشو سے میری بات ہو رہی تھی سردارے' میں نے اس سے کہا کہ ہوریشو اگر میں زندہ بچ گیا تو تیرے لئے بڑی مصیبت بن جاؤں گا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرو گے۔ تب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا کام یہ ہو گا۔ کہ وہ ہوریشو کا راستہ کاٹے' ہوریشو کو قدم قدم پر زچ کر دے اور اس کا سارا کاروبار تباہ کر دے۔ ہوریشو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مکلینو کے کاروبار پر قابض ہونے کی کوششوں میں مصروف ہے اور بہت جلد مکلینو کا نام اس دنیا سے مٹ جائے گا اور لوگ صرف ہوریشو کو جانیں گے۔

لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں جب تک زندہ ہوں اُسے منزل تک کبھی نہ پہنچنے دوں گا۔ خواہ وہ مجھے قتل کر دے۔ اور ہوریشو نے میری بات سے سمجھا کہ شاید میں اپنی زندگی بچانے کے لئے اسے چیلنج کر رہا ہوں تاکہ وہ مجھے چھوڑ دے اور میرے چیلنج کے پورا ہونے کا انتظار کرے' لیکن ہوریشو نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی۔

حالانکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا میں نے صرف جذباتی طور سے اس سے یہ بات کہی تھی۔ میں اس کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرنا چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ بس میں نے تمہیں بتایا ناکہ ایک عجیب سی کیفیت تھی جو مجھے روک رہی تھی اور میں اس کے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔"

"ٹھیک ہے' استاد۔ تم نے ہوریشو کو جو چیلنج کیا ہے یہ چیلنج اب ہمارا ایمان بن گیا ہے۔ میں نے اس دوران ہوریشو کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے استاد۔ دراصل میرا تو کام یہی تھا۔ یہ ساری معلومات میں نے اس لئے نہیں حاصل کی تھیں کہ کسی دن ایسے کسی معاملے میں کام آئیں گی۔ بس یہ جو کچھ ہوا تمہاری تلاش میں ہوا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور اب------ ہوریشو کو ہم دونوں کی زندگی اور ہمارے یکجا ہونے کا گمان بھی نہیں ہو گا۔ اس لئے ہمیں کام میں کافی آسانی ہو گی۔ اور استاد میری معلومات تم یقین کرو ہم تو انہیں ناکوں چنے چبوا دیں گے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا۔

"تمہاری گمشدگی کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بات نہیں ہے۔ اکثر لوگ بھاگ جاتے ہیں اور کالا طوفان اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ویسے پروگرام کیا ہے۔ استاد۔"

"ہاں سردارے' ایک گروہ ترتیب دینا ہے اور اس کے بعد ہوریشو کا ناک میں دم کرنا ہے۔ اب ہمارا گروہ اس کاروبار کو بند کرے گا۔"

"بالکل کرے گا استاد۔ اس طرح زندگی ایک نئے راستے پر آجائے گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"تمہارا غلام تمہارے ساتھ ہے استاد۔"

"شرمندہ نہ کیا کر یار۔ تو میرا دوست ہے۔ مجھے غلام کی نہیں دوست کی ضرورت ہے۔"

"استاد کی مہربانی ہے ورنہ سردارے۔"

"بس بس۔ اب کل سب سے پہلا کام یہ کرو کہ میک اپ کا عمدہ سامان حاصل کرو۔ تمہارے پاس کچھ کرنسی ہے؟"

"کافی ہے استاد۔ لے کر چلا تھا' کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ انہوں نے تمہاری جیبیں خالی کر لی ہوں گی۔"

"میں کل وہاں سے کرنسی حاصل کر لوں گا۔ ایمسٹرڈم کی مقامی برانچ میں میری بہت بڑی رقم موجود ہے۔ گروہ کو ترتیب دینے کے لئے رقم درکار ہو گی۔ اور اب تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو جو تم نے ہوریشو کے خلاف حاصل کی ہیں۔"

کافی رات گئے تک سردارے مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ درحقیقت اس کی معلومات بے حد قیمتی تھیں۔ ہوریشو کے بارے میں اس نے جو کچھ معلوم کیا تھا درحقیقت وہ بے حد درست تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک ہم لوگ پروگرام بناتے رہے اس کے بعد سو گئے۔ بلاشبہ سردارے کے مل جانے سے مجھے جو تقویت پہنچی تھی اس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی قیمتی چیز کھو چکی ہو' اور اس کے بعد اچانک مل گئی ہو۔ سردارے نے میری زندگی بچانے کے لئے بھی بہت بڑا کام کیا تھا۔ ورنہ شاید میری ذہنی کیفیت اس بار مجھے قبر میں پہنچا ہی دیتی۔

لیکن میں تو اس کا قائل نہیں تھا جو ہوتا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے' اس سلسلے میں کچھ سوچنا بے سود ہے۔

دوسری صبح ہم لوگوں نے اطمینان سے غسل وغیرہ کیا۔ پھر ناشتہ طلب کر لیا۔ بہت ہی آرام و سکون سے بیٹھے ناشتہ کرتے رہے۔ حالانکہ ہمارے چہروں پر اب کوئی میک اپ نہیں تھا۔ سردارے بھی اپنا میک اپ اتار چکا تھا۔ تب سردارے نے کہا۔

"استاد اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس سردارے دونوں اپنے اپنے مشن پر چلتے ہیں۔ میں تو سب سے پہلے ایک بڑی رقم حاصل کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے حالانکہ اس میں کافی دقت پیش آئے گی اور تم میک اپ کا سامان حاصل کر لو۔ کیا تم یہ کام بہتر طریقے سے کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں استاد' ایمسٹرڈیم کو میں جتنے اچھے انداز میں دیکھ چکا ہوں میرا خیال ہے تم نے بھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

"ہاں میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم دونوں ہوٹل سے باہر آگئے۔ اور مختلف سمتوں پر چل پڑے۔ کھانے پر ہم دونوں یکجا ہوئے تھے اور لطف کی بات یہ تھی کہ دونوں اپنے اپنے کاموں میں کامیاب رہے تھے۔ مجھے رقم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی بنک والوں نے مجھ سے تعاون کیا تھا کیونکہ میں ایک بڑی پارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ البتہ میری شناخت کے لئے کافی طویل کاروائی کی گئی تھی۔ لیکن شناخت کے بعد بنک مینجر نے مجھ سے معذرت چاہی تھی۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

ہم دونوں ہوٹل میں واپس آگئے تب سردارے نے مجھے اپنے کارنامے کے بارے میں بتایا۔ اس نے میک اپ کے انتہائی خوبصورت ترین باکس میرے سامنے رکھ دیئے وہ بالکل جدید فیشن کے تھے۔ اور ان میں میک اپ کا ہر سامان موجود تھا۔

سردارے ایک بہت ہی چھوٹے سائز کی اسپرے مشین بھی لایا تھا اس میں مختلف کلر تھے۔ یعنی اگر چہرے پر کوئی بھی رنگ لگانا ہے تو اسپرے سے ایک مخصوص لوشن کو چہرے پر اسپرے کر لیا جائے تو اس طرح سے رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔ سردارے نے کہا کہ ہمیں اس کی بے پناہ ضرورت ہے۔ پھر مسکرا کر بولا۔ ''اور استاد اس کے علاوہ میں نے ایک اور کام بھی کیا ہے۔''

''وہ کیا سردارے؟''

''دراصل مجھے کافی وقت مل گیا تھا۔ میں ایک ایسے علاقے میں گیا جو ہوریشو کا علاقہ ہے' مجھے میری اصلی حیثیت سے آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں نے چہرے میں ہلکی سی تبدیلی بھی کرلی تھی جس کی وجہ سے کوئی شخص مجھے پہچان نہیں سکتا تھا اور وہاں سے جو اطلاع ملی ہے۔ وہ بے حد دلچسپ ہے اور بلاشبہ تمہارے لئے بے حد کارآمد ہوگی۔''

''وہ کیا سردارے، جلدی سے منہ سے پھوٹو۔''

''ہوریشو کی ایک لانچ مال لے کر ایک مخصوص جزیرے پر جا رہی ہے' اس لانچ پر تقریباً میرے اندازے کے مطابق ممکن ہے اس میں کچھ غلط بھی ہو دس کروڑ کا مال لدا ہوا ہے جن میں موسیقی کی اشیاء اور شاید ہیرے وغیرہ ہیں۔''

''اوہ۔'' میں نے متحیرانہ انداز میں سردارے کو دیکھا اور کہا کیا یہ حقیقت ہے سردار؟۔

''بالکل حقیقت ہے استاد' ظاہر ہے میں کوئی غلط اطلاع کیسے دے سکتا ہوں۔''

''سردارے کیا تم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہو کہ یہ اطلاع ہمارے لئے کتنی قیمتی ہے؟''

''بلاشبہ استاد' لیکن تمہارے ذہن میں کیا ہے؟''

''وہی جو تمہارے ذہن میں ہے سردارے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ------ میں اس بات کو چیلنج نہیں کروں گا استاد کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم سردارے کو جس طرح پہچانتے ہو اس سے سردارے کو کبھی انحراف نہیں رہا۔''

''بس تو ٹھیک ہے سردارے لیکن۔'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

''لیکن کا مسئلہ بھی میں نے حل کر لیا ہے استاد۔''

''ویری گڈ------ یعنی؟''

''دو ایسے آدمیوں کا انتخاب' جو بظاہر لانچ پر کوئی بہت بڑی حقیقت نہیں رکھتے لیکن ہم ان کی

جسامت کو استعمال کر سکتے ہیں اور ان کے چہرے اس قابل ہیں کہ ہمارے کام آئیں۔''

''سردارے یوں لگتا ہے جیسے ہوریشو کے گروہ میں رہنے کے بعد تیری صلاحیتیں بے پناہ تیز ہو گئی ہیں۔''

''یہ بات نہیں ہے استاد' دراصل استاد کے سامنے سردارے کو چوہا بنے رہنے میں مزا آتا ہے' جب استاد نہ ہو تو سردارے کو اپنا ذہن استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تم نے جب تک مجھے اپنے ساتھ رکھا میرے ذہن کو استعمال کا موقع نہ ملا۔ اس لئے جب میں نے اپنے فریش ذہن کو استعمال کیا تو اس سے بہت سے کام بن گئے۔ اور اب سردارے یقینی طور پر تمہارے قابل ہے۔''

''جن دو آدمیوں کا تم نے انتخاب کیا ہے سردارے ان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔''

''ایڈی اور پارکر۔ عام سے لوگ ہیں صرف لڑکے۔ یوں سمجھو استاد باربرداری کے گدھے۔ ان پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ایڈی ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتا ہے اور پارکر ایک شراب خانہ میں۔ دونوں کو آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔''

''انہیں لاؤ گے کہاں؟''

''میرا خیال ہے پہلے ایڈی پر قابو پایا جائے۔ اس کے بعد پارکر کو اس کے فلیٹ میں بلا لیتے ہیں وہاں اس کو ٹھکانے لگا دیں گے اور پھر اطمینان سے وہاں سے چلیں گے۔ میرا مطلب ہے میک اپ وغیرہ کر کے۔''

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ سردارے اس وقت نہ جانے کیا بن گیا تھا اور میں۔ میرا تو دماغ بالکل تباہ ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اب میں ان معاملات میں بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔

''کیا خیال ہے استاد۔ اختلاف ہے تمہیں؟''

''نہیں سردارے۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''یہ کام کب کریں استاد؟''

''میرا خیال ہے آج رات۔ تمہیں ان دونوں کی رہائش گاہیں معلوم ہیں؟''

''ہاں۔''

''بس تو ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے ہلکا سا میک اپ کر لیں۔''

''اتنا ہلکا استاد کہ ہوٹل میں وقت نہ ہو۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ پھر سوچا اسپرے مشین کا تجربہ کیا جائے اور ہم نے اپنے چہرے سفیدی مائل سرخ کر لئے جس سے ہم آئرلینڈ کے باشندوں کی سی شکل میں آگئے جن کی ناکیں عموماً سرخ ہوتی ہیں۔ باریک مونچھوں کے استعمال نے چہرے بالکل بدل دیئے اور ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ تھوڑی دور تک پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑے۔ ایڈی کے مکان کو پہلے سے نگاہ میں رکھنا چاہتے تھے۔

''کہیں ایسا نہ ہو سردارے کہ وہ رات کو فلیٹ پر واپس ہی نہ آئے۔''

''میں نے کہا نا۔ وہ اتنا اہم انسان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پہلے سے محسوس کی جائے۔ پھر بھی دیکھ لیں گے استاد۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ سردارے نے دور سے اس بلڈنگ کے بارے میں بتایا۔ جو ٹیکسی ہمیں لے کر آئی تھی وہ واپس چلی گئی۔ اس بلڈنگ کے سامنے ایک چھوٹا سا ریستوران تھا جہاں سے اس فلیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک ایسی سیٹ سنبھال لی جہاں سے فلیٹ پر نگاہ رکھی جا سکے۔

ایک طویل وقت گزارا تھا ہم نے ریستوران میں۔ تقریباً آٹھ بجے فلیٹ میں روشنی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سردارے کا چہرہ کھل اٹھا۔

"استاد۔"

"ہاں میں نے روشنی دیکھ لی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا اندھیرا دیکھ کر۔"

"بہرحال حالات پھر سے ہمارا ساتھ دینے لگے ہیں میرا خیال ہے اب یہاں سے اٹھ جاؤ۔ ہوٹل کے لوگ بھی ہم سے تنگ آ گئے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے انہوں نے توجہ بھی نہیں دی ہو گی۔"

"کیوں؟"

"اول تو ہم نے ضرورت سے زیادہ کھایا پیا ہے۔ اور پھر ویٹر کو ٹپ بھی کئی بار مل چکی ہے اس لئے انہیں کیا اعتراض ہو گا؟"

"بہرحال اٹھو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم آخری بل ادا کر کے ریستوران سے نکل آئے اور ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔ اندازہ لگا رہے تھے کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسا کوئی نظر نہیں آیا۔ اور پھر ہم ایک جگہ رک گئے۔

"کیا خیال ہے استاد' کس وقت کام شروع کرو گے؟"

"میرا خیال ہے وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں رات میں وہ کہیں نکل نہ جائے۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ایک لمبا چکر لے کر حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اس عمارت کے پاس پہنچ گئے۔ فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ اور چند منٹ کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔

پھر میں نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ رومال کو انگلی کے نیچے رکھنا نہ بھولا تھا۔ چند ہی ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایڈی کھڑا تھا۔

"کیا مسٹر ایڈی اسی فلیٹ میں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟" ایڈی نے پوچھا۔ وہ نشے میں معلوم ہوتا تھا۔

"ہم استنبول سے آئے ہیں۔ وہاں سے ان کے ایک دوست نے ان کے لئے ایک تحفہ بھیجا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کس دوست نے؟"

"آپ براہ کرم ہمیں مسٹر ایڈی سے ملا دیں۔"

"میں ہی ایڈی ہوں۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ایڈی۔ آپ کے دوست کا تحفہ۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا اور اگلے ہی لمحہ پستول نکال کر اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔

ایڈی بری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے "کک کیا مطلب۔" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔

"اندر چلو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور پستول کی نال سے اس کی پیشانی پر دباؤ ڈال دیا۔ ایڈی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میرے پیچھے ہی سردارے بھی اندر داخل ہوا اور اس نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہارے علاوہ اندر اور کون ہے ایڈی۔" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے لیکن تم کیا چاہتے ہو؟" ایڈی نے پوچھا۔ اس کے انداز سے ہلکی سی پریشانی مترشح تھی۔

پستول بدستور اب بھی اس کی پیشانی سے لگا ہوا تھا۔ اور میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی جیبیں وغیرہ ٹٹول لی تھیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے قبضے میں لینا ضروری ہوتا۔ چنانچہ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے دوسرے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ بے شک ایڈی اپنے فلیٹ میں تنہا تھا۔

تب ہم اسے لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے اور میں نے ایڈی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے مسہری پر دھکا دے دیا۔ پھر پستول اس کی جانب تانتے ہوئے بولا۔

"ایڈی ہمیں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"کیسی معلومات اور تم کون ہو؟ مجھے کم از کم یہ تو بتا دو۔"

"تمہارا دوست پارکر اس وقت کہاں ملے گا؟"

"پ پارکر ------ کیوں۔ اس نے کیا کیا۔" ایڈی نے پوچھا۔

"جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے بولا۔

"وہ ایک بار میں رہتا ہے۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"ہمیں اس سے بہت ضروری کام ہے اور اگر کام بن گیا ایڈی تو تم لوگوں کے عیش ہو جائیں گے۔"

"کیسا کام؟" ایڈی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا تعلق منشیات کے گروہ سے ہے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے' شاید تم ہوریشو کے گروہ میں کام کرتے ہو۔ لیکن مسٹر ایڈی ہم الگ سے ایک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ کل تم ایک لانچ لے کر کہیں جا رہے ہو' ہمارا کام بھی وہیں سے کرتے آنا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہوریشو کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اور اس کے علاوہ اس کام کے کرنے پر تمہیں ایک معقول رقم بھی مل جائے گی۔" میں نے پستول کی نال بدستور اس کے بدن سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ انداز۔"

"ہاں اس وقت یہ ضروری ہے کیونکہ بہرصورت جب تک تم ہمارے کام پر آمادہ نہیں ہو جاتے ہمارے دوست تو نہیں ہو سکتے۔"

"اوہ۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم مجھے کام بتاؤ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں' پہلے تم پارکر کو بھی یہاں بلا لو' اس کے سامنے ہم تمہیں ساری تفصیل بتا دیں گے۔ اور اس کے بعد فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم یہ کام کرو یا نہ کرو۔ اور یہ سوچ رکھنا ایڈی کہ اگر تم ہمارا کام کرنے پر رضامند نہیں ہوئے تو ہم تمہیں اپنا دوست نہیں سمجھیں گے۔"

ایڈی پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے' اگر کوئی ایسا کام ہے جس پر ہوریشو کو کوئی اعتراض نہ ہوا اور ہمیں کچھ آمدنی بھی ہو جائے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم کام بتاؤ۔"

"نہیں ایڈی پہلے پارکر کو بھی بلا لو۔"

"اچھا اچھا اس میں کوئی ہرج نہیں ہے بلاوجہ تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ میں نے سوچا نہ جانے کون لوگ ہوں گے اور کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہوں گے۔" ایڈی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔

میں اس کے سر پر جا کھڑا ہوا تھا۔ ایڈی نے جو نمبر ڈائل کئے تھے میں نے انہیں ذہن نشین کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کسی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو۔"

"ہاں ـــــ میں ایڈی بول رہا ہوں ـــــ پارکر کو میرے پاس بھیج دو ـــــ ہاں ہاں۔ میرے فلیٹ میں...... ہاں مجھے اس سے ضروری کام ہے اس سے کہو کہ دس منٹ میں میرے پاس پہنچ جائے۔ کام بہت ضروری ہے۔ او کے۔" اس نے ٹیلی فون رکھ دیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تمہارا خیال تھا کہ شاید میں کوئی فراڈ کرنے والا ہوں۔"

"نہیں ایڈی ہم عام طور سے لوگوں کو فراڈ کرنے کا موقع نہیں دیتے۔" میں نے جواب دیا اور ایڈی میرے نزدیک آ گیا۔

"اب بھی مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔ حالانکہ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہوں۔"

"ہاں بھئی کیا خیال ہے۔" میں نے سردارے کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے استاد اسے سب کچھ بتا دو۔"

"ویسے کیا تم نے اس کی آواز نوٹ کی ہے۔"

"ہاں بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔

اور ایڈی تعجب سے ہم لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"میری آواز سے کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں ایڈی ڈیئر ـــــ دراصل ہمیں تمہاری اور پارکر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تو میں سمجھ چکا ہوں لیکن کس سلسلے میں۔"

"سلسلہ یہ ہے کہ کل جس لانچ پر تم جاؤ گے اس پر تمہاری جگہ ہم جانا چاہتے ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اسے سمجھائے دیتا ہوں۔" میں نے پستول سردارے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور

سردارے نے پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ تب میں نے اچھل کر ایڈی کی گردن پکڑ لی۔

ایڈی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لیکن اب کسی رعایت کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا میں نے انگوٹھے اس کے نرخرے سے لگا دیئے اور انہیں دبانے لگا۔ ایڈی نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں نیچے گر پڑا پھر اس کے حلق سے خرخراٹیں نکلنے لگیں۔ لیکن میں نے اسے اسی طرح گرفت میں لے رکھا تھا۔

پھر اس کی زبان اور آنکھیں نکل پڑیں۔ اور جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

سردارے پرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"گڈ ـــــ استاد واپس آ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مقصد یہ کہ نواز کسی قدر مضمحل تھا۔ لیکن ایڈی کے قتل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "لیکن اسے قتل کر کے مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوئی ہے۔"

"کیوں۔؟"

"معمولی انسان تھا۔ ہمارا دشمن بھی نہیں تھا اسے مارنے سے کیا ملا سوائے اس کے کہ ایک ضرورت پوری ہو گئی۔"

"تم بھول رہے ہو استاد' وہ ہوریشو کا لڑاکا تھا۔ اگر ہوریشو اسے حکم دیتا کہ تمہیں گولی مار دے تو وہ ذرا بھی تامل نہ کرتا۔" سردارے نے میرے اضمحلال کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

"یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے اسے گردن دبا کر مارا ہے۔ اس طرح دوسری الجھنوں سے بچ گئے۔ پارکر کے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کرنا ہو گا۔"

"او کے باس۔ میں اس کی لاش کو درست کروں۔ میرا خیال ہے تم اپنا کام شروع کر دو۔ سردارے نے کہا۔

"اپنا کام۔"

"ہاں میک اپ۔"

"اوہ اس کا انتظار نہیں کرو گے؟"

"کیا ضروری ہے استاد۔ تھوڑی بہت دیر تو لگے گی ہی اس کو راستے میں۔ اگر تم میک اپ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کی ٹیسٹنگ بھی ہو جائے گی۔ اگر نہ ہوئے تو اسے میں سنبھال لوں گا۔" سردارے نے ایڈی کی لاش مسہری کے نیچے ٹھونستے ہوئے کہا۔

"اوہ سردارے اسے سامنے رہنے دو۔ میک اپ میں میں اس سے سہارا لوں گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا تم اس کی آواز کی نقل بہ آسانی کر سکتے ہو استاد؟"

"زیادہ مشکل نہ ہو گا' میں نے جواب دیا۔ پھر سردارے نے تیز روشنیاں جلا دیں۔ اور میں میک اپ کرنے بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ مہارت سے عمل کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد میں میک اپ سے فارغ ہو گیا۔ پارکر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سردارے مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد' استاد ہی ہوتا ہے۔"

"کوئی خامی؟" میں نے پوچھا۔

"خدا کی قسم مجھے تو نظر نہیں آرہی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور پھر ہم دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ کال بیل کر یہہ آواز میں چیخ پڑی تھی۔

"میں جاؤں۔"؟ سردارے نے پوچھا۔

"نہیں تم رکو۔ میں ہی دیکھتا ہوں۔ ہاں ممکن ہے اس کے پاس پستول ہو۔ تم یہاں آڑ میں انتظار کرو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ کال بیل دوبارہ بج اٹھی تھی۔ تب میں دروازے پر پہنچ گیا۔

باہر ایک متناسب جسم کا مالک شخص کھڑا تھا۔

"ہیلو ایڈی۔" اس نے کہا۔

"اوہ——— پارکر آؤ——— اندر آجاؤ۔" میں نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور پارکر اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ یقیناً اسے میری آواز پر بھی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اسے لئے ہوئے اطمینان سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

چند ساعت کے بعد میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں سردارے موجود تھا اور سردارے صورت حال سے واقف تھا۔ چنانچہ جونہی پارکر اندر داخل ہوا سردارے نے اس کی پیشانی پر پستول کی نال رکھ دی۔

"ارے۔ یہ کیا ایڈی۔" اس نے متحیرانہ انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے پارکر' کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"پارکر دراصل مجھے تم سے کچھ اختلافات تھے۔ میں نے سوچا آج اس کا فیصلہ کر ہی ڈالوں۔"

"کیسا فیصلہ' کیسے اختلافات۔ میرا خیال ہے میرے اور تمہارے درمیان ایسا کوئی اختلاف نہیں تھا جس کے لئے تم اس حرکت پر اتر آؤ۔ اور پھر ایڈی تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تم میرے کتنے پرانے دوست ہو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ——— ویری گڈ مسٹر پارکر۔ دراصل ہم یہی سب کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" پارکر غرایا۔

"بکواس۔"؟ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر مسہری کی طرف بڑھ گیا جہاں ایڈی کی لاش دوبارہ چھپا دی گئی تھی۔ میں نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور پارکر بری طرح اچھل پڑا۔

"یہ——— یہ سب کیا ہے۔ کک' کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"مطلب صرف یہ ہے کہ میں ایڈی نہیں ہوں۔ ایڈی وہ ہے جو مر چکا ہے" میں نے کہا۔

"مر چکا ہے۔" پارکر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست۔ اور اب تم بھی اپنے ساتھی اور دوست کے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر ایڈی کے سے انداز میں اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی۔

پارکر بری طرح اچھل رہا تھا۔ میرے دل میں اس وقت رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی گردن دبا دی اور چند ساعت کے بعد پارکر ڈھیلا پڑ گیا وہ بے جان ہو چکا تھا۔

جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور سردارے اس کا لباس اتارنے لگا۔ تقریباً تین گھنٹے تک ہم اپنے کام میں مصروف رہے میں نے سردارے کے چہرے پر پارکر کا میک اپ کر دیا تھا۔ پارکر کا ضروری سامان اور چیزیں جو اس کے ساتھ تھیں ہم نے لے لیں اور پھر بعد میں یہ طے کیا گیا کہ میں صبح تک ایڈی کے فلیٹ میں رہوں گا اور سردارے پارکر کے شراب خانے میں چلا جائے۔

ہم اس کام سے فراغت پا چکے تھے کہ سردارے نے کہا۔ "استاد ایک بات میرے ذہن میں آرہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"ممکن ہے ان لوگوں کا کوئی اور پروگرام ہو۔ میرا مقصد ہے انہیں کسی جگہ پہنچنا ہو اور ہمیں اطلاع ملے اس لحاظ سے کیا یہاں رکنا مناسب ہوگا۔"

"پھر اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"وہی جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا استاد۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں خود ہی وہاں چلیں گے۔"

"بندرگاہ۔"

"ہاں۔ وہاں سے لانچ روانہ ہونے والی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہیں وہ جگہ معلوم ہے؟"

"بالکل معلوم ہے استاد۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی تھی اگر یہ بات ہے تو ہمارا یہاں رکنا ...ا بے مقصد ہے بلکہ ایک لحاظ سے خطرناک بھی ہے ممکن ہے کہ کوئی یہاں تک پہنچ جائے۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔" سردارے نے جواب دیا اور ہم لوگوں نے دونوں لاشوں کو احتیاط سے مسہری نیچے کھسکا دیا۔

ہمیں یقین تھا کہ تھوڑے بہت عرصے کے بعد ان لاشوں کا پتہ ضرور چل جائے گا اور لوگ انہیں ...لیں گے۔ لیکن یہ وقت جتنا زیادہ ٹل جاتا اتنا ہی بہتر تھا۔ اس کے بعد ہم نے فلیٹ کی دوسری چیزوں کی ...الی۔ کچھ سامان ہم نے ساتھ بھی لے لیا۔ اور باہر نکل آئے۔

راتوں رات ہم نے اپنے ہوٹل کا بھی بندوبست کیا۔ ضروری سامان ایک مخصوص جگہ چھوڑ دیا گیا۔ ...س بارے میں انتظامات کر دیئے گئے۔ صبح ہم بندرگاہ کی جانب چل پڑے۔ رات تقریباً جاگتے گذری

بندرگاہ کا ایک مخصوص علاقہ جہاں سے لانچ روانہ ہونی تھی۔ سردارے کا جانا پہچانا تھا۔ اور ...رے بآسانی اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جہاں مزدور ابھی تک لانچ پر سامان لاد رہے تھے۔ باہر چند ہی کارٹن ...ئے تھے تو نہیں بھی بار کر دیا گیا۔ تب ایک شخص نے ہمیں پکارا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے ایڈی۔ پارکر۔ کیا کر رہے ہو تم لوگ کہاں تھے؟"
"بس دیر ہو گئی ذرا۔" میں نے جواب دیا۔
"دیر کے بچے۔ چلو لانچ پر پہنچ جاؤ۔ باقی سب پہنچ چکے ہیں' صرف تم دو ہی نہیں تھے۔"
"اوہ بہت اچھا جناب۔" میں نے کہا۔ سردارے اور میں دونوں لانچ پر پہنچ گئے تھے۔ اس شخص کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہ تھا جس نے ہمیں ڈانٹنے والے انداز میں پکارا تھا۔

بہرحال سارے کام ہوشیاری سے کرنے تھے۔ ابھی ہمیں اپنے ٹھکانے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ ہماری حیثیت کیا ہے' ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس لئے تھوڑی سی احتیاط برتنا تھا۔ اس شخص کو ہم نے لانچ پر دیکھا جس نے ہمیں ڈانٹا تھا۔ وہ سب کو ہدایات دے رہا تھا اور سب لوگ اسی کی مرضی کے مطابق کام کر رہے تھے۔ تب اس نے زور سے آواز لگائی۔

"سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔ بس تم لوگ واپس آجاؤ۔" یہ آواز غالباً ساحل پر کھڑے ہوئے کچھ لوگوں کے لئے لگائی گئی تھی۔ ہم نے کم از کم اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص لانچ پر کسی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

لانچ پر کارٹن ایک جگہ جمع کئے جا رہے تھے اور پھر انہیں پلاسٹک کی بڑی بڑی چادروں سے ڈھک دیا گیا۔ اس کام میں ہم بھی دوسرے لوگوں کے معاون تھے اور ہمیں ہدایات دینے والا وہی شخص تھا جسے کسی شخص نے غالباً مسٹر میک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

مسٹر میک غالباً اس لانچ کا انچارج تھا۔ ویسے لانچ کو چلانے والے دوسرے لوگ تھے۔ ہم نے پوری لانچ کا گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ کافی بڑی لانچ تھی۔ بالکل جدید ساخت کی۔ میں نے اس پر مہلک ہتھیار بھی نصب دیکھے تھے۔ حیرت ہوتی تھی ہوریشو کی دلیری پر۔ کتنے اطمینان سے لانچ ایک جدید ملک کی بندرگاہ سے روانہ ہو رہی تھی۔ اور اسے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔

ایڈی اور پارکر کی حیثیت سے ہم لوگ دوسروں سے بہت جلد گھل مل گئے تھے۔ اور انتہائی چالاکی سے لانچ کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ ہمیں علم ہو گیا کہ لانچ یوناٹ نامی جزیرے جا رہی ہے۔ جہاں ایک جہاز آئے گا اور لانچ کا مال اس پر ٹرانسفر ہو جائے گا۔ تب لانچ واپس آجائے گی۔ جزیرے تک کا سفر صرف ایک دن ایک رات کا تھا۔ دوسرے دن صبح لانچ جزیرے پر پہنچ جاتی تھی۔ گو ہمارے پاس چوبیس گھنٹے تھے۔

پہلے مرحلے کے بعد ہم دوسرے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ یعنی ہم نے لوگوں کے پاس موجود اسلحہ کے بارے میں معلوم کیا۔ پتہ چلا زیادہ اسلحہ کسی کے پاس نہیں تھا ہاں لانچ کے اسلحہ خانے میں اسلحہ موجود تھا۔ جس کی ضرورت شاید ہی پیش آسکتی تھی یا پھر جس وقت اسلحہ کی ضرورت ہوتی تھی وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ عام حالات میں کسی کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

لانچ کا سفر مشکل نہیں تھا۔ مسٹر میک سخت آدمی تھا اور اس کا احترام سب ہی کر رہے تھے۔ ہم نے اسلحہ خانے کے بارے میں بھی پتہ لگا لیا۔ اور لانچ پر موجود تمام لوگوں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں بھی۔

پھر رات ہو گئی۔ لانچ کا پرسکون سفر جاری تھا۔ تقریباً بارہ بجے رات ہم نے اپنا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو سردارے نے چالاکی سے اسلحہ خانے کے دروازے کا تالا خراب کر دیا' تاکہ وہ کھل نہ

سکے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اسٹین گنیں نکال لیں جن کا میگزین بھی ہمارے پاس موجود تھا۔

یہ وہی اسٹین گنیں تھیں جنہیں سردارے ہوریشو کے ہاں سے لایا تھا ہم انہیں احتیاط سے لباس میں چھپا کر لائے تھے اور پھر ایک باقاعدہ اور منظم پروگرام کے مطابق ہم نے پہلے میک کو چھاپا۔ وہ اس وقت ایک کیبن میں بے خبر سو رہا تھا۔ میں اور سردارے بیک وقت کیبن میں داخل ہوئے تھے۔ اور ہم نے میک کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سردارے کا چاقو اس کے سینے میں دل کے مقام پر پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے میک کا منہ بھی بھینچ رکھا تھا۔ میک کو ٹھنڈا کر کے ہم باہر نکل آئے۔ اور پھر ایک طے شدہ جگہ پر پہنچ کر میں رک گیا۔ سردارے نے اپنی اسٹین گن چھپا لی تھی اور وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوزیشن سنبھال لی تو اچانک سردارے حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

"آگ۔ آگ۔ دوڑو۔ آگ۔ آگ آگ۔" وہ اتنے بھیانک انداز میں چیخ رہا تھا کہ میں خود بھی دنگ رہ گیا۔ اس کی ان آوازوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ کون تھا جو گھبرا کر ہر کونے کھدرے سے باہر نہ نکل آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔ سردارے نے خود بھی اپنی چھپی ہوئی اسٹین گن نکال لی اور سمندر کے سینے پر بے شمار چیخیں گونجنے لگیں۔ ہم نے ہر سامنے آنے والے کو بھون کر رکھ دیا اور بہرحال لانچ پر لوگوں کی تعداد ہی کتنی تھی۔ سب کے سب بدحواس تھے۔ حقیقت کو سمجھنے بھی نہیں پائے تھے کہ گولیاں ان کے بدن میں پیوست ہو گئیں اور موت نے انہیں آلیا۔

ذرا سی دیر کا ڈرامہ تھا اور اب لانچ پر تیئس کے قریب لاشیں تھیں ہم دو کے علاوہ کوئی ذی روح باقی نہ رہا تھا۔ میرے ذہن پر خون سوار تھا۔

سردارے میرے پاس آیا اور اس نے میرے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا میں ان لاشوں کو نیچے پھینک دوں استاد؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں سردارے۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"کھیل شروع ہو گیا ہے تو ــــــ اس کی اطلاع ہوریشو کو ہونی چاہئے' ورنہ مزا نہیں آئے گا۔" میں نے کہا اور سردارے نے قلقاری لگائی۔
"زندہ باد استاد ــــــ وہ کھیل بھی کیا جس میں مزا نہ ہو۔" اس نے کہا۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

سمندر پر خوفناک سیاہی طاری تھی۔ لانچ پر لاشوں کے انبار کے درمیان کبھی کبھی تحریک پیدا ہو جاتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی ابھی جان نہیں نکل سکی تھی۔ لیکن بہت جلد وہ بھی زندگی کے بوجھ سے نجات پا جانے والے تھے۔

"کھیل کیا ہو گا استاد!" سردارے نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔
"یہ لانچ یوفا کے جزیرے پر ضرور پہنچے گی۔"
"خوب۔"
"لیکن اس پر لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔"
"مال کہاں اتارو گے استاد؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس کا فیصلہ کرنا ہے------ ضرورت تو نہیں ہے کہ لانچ بروقت پہنچ جائے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب میں بتاؤں استاد!"

"ہوں۔"

"اس کے لئے ہمیں سن برگ میں قیام کرنا چاہیے۔ تمہیں یاد ہے ہمارے دوست نے ہمیں سن برگ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"اوہ' نہیں سردارے------ بلکہ کچھ اور سوچنا ہوگا۔"

"کیا استاد؟"

"ہوریشو کو اس حادثے کی اطلاع بہت جلد مل جائے گی------ اور سن برگ اس کی پہنچ سے دور نہیں ہوگا اس لئے وہ ہمارے لئے بہتر جگہ نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ پھر وہ خاموشی سے سوچنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اس کے علاوہ کوئی صورت بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی استاد------ ویسے ہمیں کسی منزل پر پہنچنا ضرور چاہیے۔ سمندر میں اس طرح رہنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"ہاں یہ تو ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"کوئی خیال تو تمہارے ذہن میں ضرور ہوگا استاد!"

"ہاں سردارے! میں کوئی ویران جزیرہ چاہتا ہوں۔ پہلے والی ترکیب جو ہم نے مکلینو کے خلاف استعمال کی تھی یعنی مال کو کسی جگہ چھپا دیا جائے اور بعد میں اس کا تیاپانچہ کیا جائے۔"

"مناسب خیال ہے استاد------ لیکن کوئی جزیرہ------؟"

"تلاش کریں گے سردارے! میرا خیال ہے ان اطراف میں ایسے جزیرے موجود ہیں۔ اب باقی معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے استاد! ہمیں پرواہ کس بات کی ہے۔ ظاہر ہے یہ مال ہماری زندگی کے لئے بہت بڑی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو لانچ تباہ کر دیں گے اور بھلا کس کی مجال ہے کہ ہمیں تلاش کر سکے۔" اس بات پر میں خاموش ہو گیا۔

بہرحال یہ اندھا قدم تھا۔ مال کی پرواہ مجھے بھی نہیں تھی۔ میں تو بس انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا اور اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانا چاہتا تھا------ چنانچہ سمندر میں پورا ایک ہفتہ گزر گیا۔

اس دوران کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے نظر آئے تھے۔ لیکن ان پر آبادی صاف نظر آتی تھی۔ ہمیں کسی ویران جزیرے کی تلاش تھی۔ آٹھویں دن ہمیں ہماری کسی قدر پسندیدہ جگہ نظر آئی۔ چھوٹا۔ جزیرہ تھا' ویران معلوم ہوتا تھا۔ کسی قسم کی آبادی کے آثار نہیں تھے۔ ویسے بھی اب کافی پریشانی ہوگئی تھی۔ کیونکہ لانچ پر لاشیں سڑنے لگی تھیں اور تعفن پھیل گیا تھا۔ ہمیں سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے پر اتر گئے۔ بڑے کام کی جگہ تھی۔ ہمیں بڑی حیرت ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ جگہ پہلے سے ہمارے علم میں ہو۔ بعض اوقات حالات ایسے ہی کرشمے دکھاتے ہیں۔ چھوٹا سا جزیرہ بالکل ویران تھا۔ چونکہ کھلے سمندر میں تھا اور دور دور تک کوئی ایسا آباد جزیرہ نہیں تھا جس کے لوگ یہاں آتے جاتے ہوں۔ اس لئے بالکل چٹیل اور ویران پڑا تھا۔ البتہ تلاش کے باوجود کوئی غار نہ مل

سکا۔ دو تین گھنٹے میں ہم نے پورا جزیرہ گھوم لیا۔ لیکن ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی جہاں لانچ خالی کی جاسکتی۔ تب سردارے نے ایک تجویز پیش کی۔

"محنت تو کرنا پڑے گی استاد------ لیکن کیوں نہ ہم کوئی گڑھا تیار کریں اور وہاں مال دفن کر دیں۔"

"اتنا آسان کام تو نہیں ہوگا سردارے------ مال تھوڑا بہت نہیں ہے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا------ جائزہ لو۔" میں نے کہا اور تقدیر نے یہاں بھی ساتھ دیا------ لانچ سے حاصل کئے ہوئے بارود کے ایک ذخیرے سے ہم نے ایک چٹان اڑائی تو اس کے نیچے ایک غار نکل آیا۔ چٹان بیحد مضبوط تھی۔ وہ ٹوٹنے کی بجائے تھوڑی سی کھسک گئی۔ لیکن غار کا دہانہ کشادہ ہو گیا تھا۔

ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن خاموشی سے غار کی گیس خارج ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ اور پھر مختلف آزمائشوں کے بعد ہم غار میں اتر گئے۔ لمبی ٹارچوں نے تیز روشنی کر دی اور ہم نے غار کا جائزہ لیا۔ خوب جگہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ ہم نے کوئی قدیم عبادت گاہ دریافت کر لی تھی' جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھی۔ اندر بہت سے مجسمے وغیرہ موجود تھے۔

سردارے بھی حیرت سے اس جگہ کو دیکھ رہا تھا------ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد! اگر بہتر حالات میں ہم یہاں آئے ہوتے تو اپنے اس کارنامے سے بڑی شہرت حاصل کرتے۔ نہ جانے یہ کون سے دور کی یادگاریں ہیں؟"

"ہاں سردارے! پراسرار جگہ ہے۔"

"لیکن کام کی ہے استاد------ میرا خیال ہے ہم اس چٹان کو واپس اس کی جگہ دھکیل سکتے ہیں۔"

"بلاشبہ------ کیونکہ اس کے کنارے نہیں ہیں' وہ گول ہے۔"

"تو پھر بسم اللہ کی جائے؟"

"ہاں------ لیکن شدید محنت کرنا پڑے گی سردارے------ یہاں تک مال لانا آسان نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے ایک دن میں کام مکمل نہیں ہو سکے گا۔"

"ہمت نہیں ہاریں گے استاد! فکر مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ بہرحال شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ ابھی کٹھن وقت تھا۔ بہت سی مشکلات سامنے تھیں۔ جو سوچا تھا اسے مکمل کرنے کا خیال تھا۔ یعنی لاشوں بھری لانچ ہوریشو تک ضرور پہنچنی چاہیے تھی۔ لیکن لاشوں کی بدبو بھی اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی اور اس جزیرے سے واپسی کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔

شدید محنت کر کے ہم نے لانچ کا مال غار میں منتقل کر دیا------ اس دوران گہری سوچ بھی طاری تھی اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا' تھکن سے چور ہو گئے۔ لیکن بیس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد ہم فارغ ہو گئے۔ سردارے بھی مرد آہن تھا' اس نے ایک بار بھی تھکن کی شکایت نہیں کی۔

کام ختم کرنے کے بعد تین چار گھنٹے آرام کیا۔ اور پھر اٹھ گئے صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

"اب سردارے!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"واپسی استاد!" سردارے نے کہا۔
"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔"
"کیا استاد؟"
"کیوں نہ ہم لوگ بھی مرجائیں؟"
"بسم اللہ ------" سردارے نے جواب دیا۔
"مسخرہ پن مت کرو ------ لانچ کو کسی راستے پر لگا دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بدن پر بھی زخموں کے نشانات ہونے چاہئیں۔ خون ان لوگوں کا کام آجائے گا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہے۔ اگر سمندر ہی میں کوئی نظر آگیا تو ہم بھی ان لاشوں میں شامل ہو جائیں گے۔"
"اوہ' یہ مسئلہ ہے۔"
"ہاں' کیا خیال ہے؟"
"استاد جاگ اٹھا ہے۔ اب مجھے خیال پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم نے اپنا میک اپ اتار دیا۔ تمام لاشوں کو ایک کیبن میں بند کرکے کیبن کو پیک کر دیا گیا تھا۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ اسے ایئر ٹائٹ کر دیا جائے تاکہ بدبو سے نجات ملے۔ پھر ہم نے زخمیوں کا بلکہ لاشوں کا میک اپ کیا۔ اس وقت سب کچھ گوارا تھا ------ اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔

لانچ میں ایندھن اب بھی کافی تھا ------ واپسی کا سفر بھی نہایت تیزی سے طے کیا گیا تھا اور لانچ برق رفتاری سے سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ اس بار بھی تقدیر نے ساتھ دیا اور چھتیس گھنٹے کے بعد ہمیں آبادی نظر آگئی۔ یہ بھی کوئی جزیرہ تھا ------ سردارے نے اور میں نے جائزہ لیا اور ایک بار پھر ہمیں لاشوں کا تعفن برداشت کرنا پڑا۔

لاشیں اب پوری طرح سڑ چکی تھیں۔ بعض میں کیڑے بھی پڑ گئے تھے ------ لیکن ہم نے انہیں چاروں طرف پھیلا دیا۔ پھر ہم نے آخری کام کیا۔ میں نے ایک کیبن میں جا کر ایک کاغذ پر چند سطریں لکھیں ------ جن کا مضمون یہ تھا۔

"ہوریشو کے لئے ------"

تمہاری بدقسمتی ہوریشو کہ اس بار بھی میں تمہارا شکار نہ ہو سکا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر بچ گیا تو تمہارے لئے ایک خوفناک خطرہ بن جاؤں گا اور زمین کے کسی کونے میں تمہیں چین نہیں لینے دوں گا ------ تو حالات نے مجھے موقع مہیا کر دیا ہے ہوریشو میری جان! ہوشیار ------ یہ پہلا تحفہ ہے اور آئندہ بھی تمہیں مزید تحفے ارسال کرتا رہوں گا۔

تم سمجھ دار ہو ------ کیا نام بتانے کی ضرورت ہے؟

ایک غریب الوطن۔"

یہ تحریر لکھ کر میں نے مناسب جگہ رکھ دی۔ سردارے کو بہت لطف آرہا تھا۔ پھر میں نے اسے اسکیم سمجھائی اور اس کے بعد ہم بھی ایک ایسی جگہ اوندھے سیدھے لیٹ گئے جہاں دوسری لاشیں نہیں تھیں۔ اس طرح اس خوفناک بدبو سے کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے ------ لانچ اپنی رفتار سے کنارے کی

طرف جارہی تھی اور ہم اس خوفناک جھٹکے کے لئے تیار تھے جو لانچ کے کسی دوسری لانچ سے ٹکرانے یا خشکی پر چڑھ جانے سے لگنے والا تھا۔

پھر ہم نے شور سنا۔ غالباً" کنارے پر لوگ چیخ رہے تھے اور لانچ روکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔

لیکن لانچ روکنے والا تھا ہی کون ------ اور پھر متوقع جھٹکا لگا۔ لانچ کسی دوسری لانچ وغیرہ سے نہیں ٹکرائی تھی بلکہ ریت میں دھنس گئی تھی۔

پھر بے شمار آوازیں ------ ہم نے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی اور اطمینان سے لانچ پر چڑھ دوڑنے والوں کو دیکھ رہے تھے ------
"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔
"استاد ------ کیا میں تمہاری طرف گردن گھماؤں؟" سردارے بولا۔
"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ------ ضرورت پڑنے پر سانس روکنا پڑے گا۔"
"اوکے باس! فکر نہ کرو' میں پیدائشی مردہ ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ وہ سارے کام اطمینان سے اور حسب منشاء ہو جانے سے خوش تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ قدموں کی آوازیں پوری لانچ پر گونج رہی تھیں۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے تھے۔ نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے ------ سب کے سب بدحواس تھے۔
"کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔" کسی نے انگلش میں کہا۔
"افوہ' لیکن عجیب و غریب۔ کیا لانچ حادثے کے بعد بھی سمندر میں چلتی رہی؟"
"اس کا انجن چل رہا تھا۔"
"تعفن کتنا ہے؟"
"حادثہ تازہ نہیں معلوم ہوتا۔"
"لیکن حادثہ کیسا ہے؟ لانچ کو تو نقصان نہیں پہنچا۔"
"نجانے کیا قصہ ہے۔ نیچے چلو ------ میرا تو دم گھٹ رہا ہے۔" دوسری آواز نے کہا۔ اور ان دونوں کے چلے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ دوسرے لوگ بدستور شور مچا رہے تھے۔ یہ اندازہ کسی قدر ہو گیا تھا کہ اس آبادی میں ہوریشو کی لانچ پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پولیس آگئی اور لوگوں کو چیخ چیخ کر وارننگ دی جانے لگی۔ لوگوں نے وہاں سے اترنا شروع کر دیا۔

ویسے ابھی تک ڈچ زبان سننے کو مل رہی تھی۔ جس سے ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہم ہالینڈ کے علاقے میں ہی ہیں۔ بہرحال ہم خاموش پڑے رہے اور پولیس اپنی کارروائی کرتی رہی۔ پھر ہمیں بھی اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا گیا اور غالباً" لاشوں کے ساتھ ہی رکھ دیا گیا کیونکہ بدبو پھر شدید ہو گئی تھی۔ ویسے سردارے اور میں اب بھی ساکت ہی تھے۔
"یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی استاد!" سردارے بولا۔
"ہمت کرو سردارے ------ اور جس وقت بھی موقع ملے نکل لو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے گہری سانس لے کر رہ گیا۔ بہرحال بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ نجانے کیا کیا ہوتا رہا۔ کئی بار ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔ پھر کہیں جا کر ایک عمارت میں سکون ملا۔ یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس جگہ کوئی نہیں ہے' میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے! ہوش میں ہو؟"

"یہ بدبو تو بے ہوش بھی نہیں ہونے دے گی استاد!"

"اب اتنے بھی نہ گھبراؤ سردارے۔"

"میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں استاد!"

"کیا؟"

"کہیں یہاں سے یہ لوگ ہمیں براہ راست کسی اندھے کنوئیں میں نہ دھکیل دیں۔ لاوارث لاشوں کے کفن دفن کا کون بندوبست کرے۔"

"اوہ' یہ ممکن نہیں ہے سردارے ---- یہ لوگ اتنے خوفناک حادثے کو اس طرح نظر انداز نہیں کریں گے۔ پوری پوری چھان بین ہوگی۔"

"بہرحال استاد! اب تو نکل ہی چلو۔ تھوڑا سا خطرہ مول لئے لیتے ہیں۔ سردارے نے کہا اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے اٹھ بیٹھا ---- کسی ہسپتال یا ایسی ہی عمارت کا مردہ خانہ تھا۔ چاروں طرف ریک لگے ہوئے تھے جن میں مردے چنے ہوئے تھے۔ تب اندازہ ہوا کہ بدبو کسی قدر کم کیوں ہو گئی ہے۔ کافی وسیع وعریض ہال تھا۔"

"اس عمارت کی ساخت بتاتی ہے استاد کہ جس جگہ ہم آئے ہیں وہ کوئی حیثیت رکھتی ہے۔"

"تم نے راستے میں محسوس نہیں کیا تھا؟"

"کیا؟"

"ٹریفک کا شور ---- صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ کوئی اچھی خاصی آباد جگہ ہے۔"

"اوہ' میری بری حالت تھی۔ غور ہی نہیں کر سکا۔"

"تعجب ہے۔"

"تو پھر استاد ----" سردارے نے کہا۔ اور مجھے مصروف پا کر خاموش ہو گیا۔ میری نگاہیں باہر نکلنے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہال بند تھا لیکن اوپری حصے میں کھلنے اور بند ہونے والے بڑے روشندان موجود تھے۔

میں نے سردارے کو ان کی طرف متوجہ کیا۔ "کھولے جا سکتے ہیں' با آسانی کھولے جا سکتے ہیں۔ لیکن صرف ایک الجھن ہے استاد!"

"کیا؟"

"ہمارا یہ لباس ---- باہر ہم کیسے چھپ سکیں گے؟"

"یہ باہر نکل کر سوچا جائے گا۔"

"پھر بسم اللہ ----" سردارے نے کہا اور خود روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ میں نے گردن ہلائی اور دوسرے لمحے اچھل کر سردارے کے شانوں پر چڑھ گیا۔ نزدیک رکھے ایک ریک کا سہارا لے کر میں بالآخر روشندان تک پہنچ گیا اور پھر اسے کھولنے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ سردارے اطمینان سے میرا وزن سنبھالے کھڑا تھا۔ میں نے روشندان سے باہر جھانکا۔ شاید یہ کمروں کی پشت کی گلی تھی۔ خاصی

گندگی نظر آ رہی تھی۔ بہرحال ہمارے لیے نیک شگون تھی۔

"سردارے!" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد اعظم!" جواب ملا۔

"مطلع صاف ہے۔ میں روشندان پر چڑھ رہا ہوں۔ لیکن تم کیسے آؤ گے؟"

"تم تو چڑھو استاد ---- اس کے بعد سوچیں گے۔" سردارے نے کہا اور روشندان کو پکڑ کر جھول گیا۔ پھر مجھے دوسری طرف پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی۔ لیکن روشندان پر رک کر سردارے کو بھی دیکھنا تھا۔ اس نے میری بہ نسبت زیادہ پھرتی کا ثبوت دیا۔ میں نے جس ریک کا سہارا لیا تھا' سردارے اس پر چڑھ گیا اور پھر وہاں سے اس نے کھلے ہوئے روشندان پر چھلانگ لگا دی۔ چونکہ روشندان کھلا ہوا تھا اس لئے اسے دقت نہیں پیش آئی اور ہم دونوں نیچے کود گئے۔

گلی تنگ اور لمبی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کمروں کی پشت پر بنی ہوئی کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے ایک اور ترکیب سوچی اور اس پر فوری عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میں نے کھڑکی کو آزمایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔

عقب میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں۔ سلائیڈنگ ڈور تھے۔ لیکن کھڑکی کھلنے کی آواز پر اندر موجود مریض چونک پڑے۔ ایک چہرہ میری طرف گھوما اور میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے گردن جھکا دی۔

"کیا کر رہے ہو؟" گڑگڑاتی آواز نے پوچھا ---- اتفاق سے زبان ڈچ کے بجائے انگریزی تھی۔

"سوری جناب! صفائی کر رہا ہوں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور کھڑکی بند کر دی۔ سردارے بے اختیار ہنسنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ "اب دانت نہ نکالو۔ کسی ایسے مریض کا کمرہ تلاش کرو جو سو رہا ہو۔"

"ساری کھڑکیاں کھول کر دیکھے لیتے ہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور قمیص اتارنے لگا۔ پھر قمیص کو جھاڑن کے طور پر استعمال کرتا ہوا وہ کھڑکیاں کھولنے لگا۔ وہ کمرے کی کھڑکی کھولتا اور بلاوجہ اسے صاف کرنے لگتا۔ پھر کھڑکی بند کر کے آگے بڑھ جاتا۔

مجھے اس کی حرکت پر ہنسی آ رہی تھی۔ لیکن ایک جگہ وہ رک گیا۔ اس نے کھڑکی کھولی' اندر جھانکتا رہا۔ پھر اشارے سے مجھے بلایا ---- میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کام کی جگہ استاد ---- مگر ایک بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اندر تو چلو۔" میں نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ہم کھڑکی سے اندر اتر گئے۔ نہایت شفاف کمرہ تھا۔ جس میں صرف ایک بیڈ تھا اور بیڈ کا مریض آرام سے سو رہا تھا۔ سب سے پہلے سردارے نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد ہم دونوں مریض کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک درمیانی عمر کا شخص تھا' بڑی منحوس شکل کا مالک۔

"لعنت ہے اس پر ---- بلڈاگ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے ناک سکوڑ کر بولا۔

"اب فضول بکواس مت کرو ---- کام کرو۔" میں نے کہا اور جھک کر مریض کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ چند ساعت مریض مچلا پھر بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے لمحے ہم نے اس کا لباس اتار لیا ---- سارا کام نہایت پھرتی سے ہو رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سردارے کے کہنے پر میں نے اپنے لباس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور مریض کا لباس پہن لیا۔

"اب تم آرام سے سوجاؤ استاد ---- میں کوئی دوسرا ٹھکانا تلاش....." سردارے اچانک رک گیا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی تھی۔

انتہائی پھرتی سے ہم نے مریض کو ایک وارڈروب کے پیچھے کھسکا دیا۔ میں بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور سردارے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ کافی سسپنس پیدا ہو گیا تھا۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا۔

اندر آنے والا ایک وارڈ بوائے تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک بڑی باسکٹ تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ سردارے کواڑ کی آڑ میں ہو گیا تھا' اس لئے وارڈ بوائے کو نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے باسکٹ رکھی اور نجانے کس کام کے لئے مڑا ---- اچانک سردارے کی سمجھ میں کوئی ترکیب آ گئی تھی اور اچانک ہی اس نے وارڈ بوائے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے زور سے بھینچ لیا ---- وارڈ بوائے کے منہ سے آواز نہیں نکلنے دی گئی تھی۔ سردارے اسی طرح سے اسے اندر لے آیا اور دروازہ اس نے بند کر دیا۔

وارڈ بوائے اس کے شکنجے میں اس طرح دبا ہوا تھا جیسے باز کے شکنجے میں چڑیا۔ سردارے خاصا قوی ہیکل تھا۔ اس نے وارڈ بوائے کی گردن مزید دبائی اور اسے پلٹنے بھی نہ دیا۔ پھر اس کی کنپٹیاں دبا کر اسے بے ہوش کر دیا ---- اور دوسرے لمحے وہ برق رفتاری سے اس کے کپڑے اتار رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مجھے سردارے کی چالاکی پر حیرت تھی اور مسرت بھی ---- واقعی اس کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

سردارے نے انتہائی پھرتی سے وارڈ بوائے کو برہنہ کر دیا' اس کے کپڑے اتارے اور پھر اس نے اس کے کپڑے خود پہن لئے۔ اس طرح اب وہ وارڈ بوائے نظر آ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے استاد؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ونڈر فل سردارے ---- میں اس سے زیادہ تمہاری تعریف نہیں کروں گا۔"

"ان کپڑوں کا کیا کروں استاد؟"

"باتھ روم میں ڈال دو ---- لیکن ٹھہرو! میرا خیال ہے یہ باسکٹ کس کام آئے گی؟" میں نے کہا۔

"تو لاؤ تمہارے کپڑے بھی اسی میں ٹھونس دوں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر میرے کپڑے بھی باسکٹ میں ڈال کر باسکٹ لے کر باہر کی طرف جانے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک سیکنڈ استاد! ذرا باہر دیکھ لوں ---- میں اسے الماری کے پیچھے پہنچائے دیتا ہوں۔"

سردارے نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا ---- اور پلٹ کر مسکراتا ہوا مجھے دیکھنے لگا۔

"استاد! آج تو بس کمال ہی ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں ---- آؤ پہلے ذرا اسے الماری کے پیچھے چھپا دیں۔" سردارے نے کہا اور میں بھی نیچے اتر آیا۔ ہم نے وارڈ بوائے کو مریض کے قریب ہی ڈال دیا۔ اس کے بعد سردارے نے مجھے اشارہ کیا اور دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ آہستہ سے کھول کر باہر جھانکا۔

ایک لمبی راہداری تھی۔ لیکن ہمارے کمرے کے قریب ہی ایک الیکٹرک اسٹریچر پڑا ہوا تھا۔

"اور میں اسے ڈرائیو کر سکتا ہوں استاد!" سردارے نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ' ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔

اور پھر ہوا یوں کہ سردارے اسٹریچر کو اسٹارٹ کر کے کمرے کے دروازے کے نزدیک لے آیا۔ میں چادر اوڑھ کر اس پر لیٹ گیا۔ سردارے اسے پیچھے سے موو (MOVE) کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ پھر ہم اس کمرے سے بہت دور نکل آئے ---- راہداری کے آخری سرے تک پہنچ کر ہم ایک طرف گھوم گئے۔ وہاں پر سردارے نے اسٹریچر روک دیا۔ نیچے جانے والی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں ---- چار سیڑھیاں تھیں۔

"بس اب اترو استاد!" سردارے نے کہا۔

اور میں نے ادھر ادھر دیکھا ---- پھر میں اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ چادر اور اسٹریچر ہم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس قسم کے مریض' جو صحت یاب ہوں' کسی بھی وارڈ بوائے کے ساتھ چہل قدمی کے لئے نکل سکتے تھے۔ چنانچہ میں سردارے کے ساتھ اطمینان سے پارک میں آ گیا ---- پھر وہاں سے باہر' جہاں سے اور باہر' یہاں تک کہ ہم لوگ ہسپتال سے باہر نکل آئے اور یوں ایک خوفناک ہنگامہ ختم ہو گیا اور ہم ہوریشو کو ایک خوفناک چوٹ دے کر بہر صورت ہر لحاظ سے آزاد ہو گئے تھے۔ ویسے پوزیشن اب بھی دونوں کی ٹھیک نہیں تھی ---- سردارے وارڈ بوائے کے لباس میں تھا اور میں مریض کے لباس میں۔ ہمیں خاص طور سے دیکھا جا سکتا تھا۔

البتہ سردارے نے ایک کام یہ کیا کہ وارڈ بوائے کا ایپرن اور کیپ اتار کر پھینک دیا۔ اس طرح اس کا حلیہ کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ بات صرف میری رہ گئی تھی کیونکہ صورت و شکل سے میں مریض تو نظر نہیں آتا تھا البتہ لباس مریضوں کا سا ضرور تھا ---- اور عام لوگ ایسا لباس استعمال نہیں کرتے تھے۔

"استاد! جیبیں تو بالکل خالی ہیں نا؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار ---- یہ بڑی حماقت ہوئی کہ کچھ ساتھ نہ رکھ سکے۔"

"مجھے بھی بعد ہی میں خیال آیا' لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے' دکھاؤں خدا بخش کا ہاتھ ----؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی کچھ مال تو چاہیے نا ---- اور اس کا حاصل کرنا کون سا مشکل ہے۔" سردارے نے چاروں طرف نگاہیں گھماتے ہوئے کہا۔

"اوہ' پکڑے گئے تو بڑی مار پڑے گی سردارے ---- اور خواہ مخواہ مصیبت بن جائے گی۔" میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"واہ استاد! تم خدا بخش کی توہین کر رہے ہو۔ اس نے مجھے ایسے ایسے ہاتھ سکھائے تھے کہ بس رہے نام سائیں کا ------ وہ تو یہ کہو کہ میں نے ان کا فن کبھی استعمال نہیں کیا۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"بس ساتھ ساتھ چلتے رہو استاد! باقی سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔" سردارے آگے بڑھ گیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ چوڑی سڑک پر دو فٹ پاتھ تھے۔ ایک فٹ پاتھ پر میں تھا اور دوسرے پر سردارے ------ بازاروں میں کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ اچھی اچھی دکانیں نظر آ رہی تھیں۔ ویسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور اس کا نام کیا ہے ------ بہرحال یہ سب تو بعد میں بھی معلوم ہو سکتا تھا' اس کی جلدی نہیں تھی۔ میں سردارے کو دیکھ رہا تھا جو ایک بھیڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مجھے اس حالت پر ہنسی آ گئی۔ میں نجانے کتنی دولت کا مالک تھا اور اب کام چلانے کے لیے جیب تراشی کرنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال سردارے بھی خوب انسان تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب سارے معاملات اس نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہوں۔ میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا' سردارے کر رہا تھا۔

مجھے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ اس نے کب اور کہاں کام دکھا دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس میرے پاس پہنچ گیا۔ "استاد کی خدمت میں ------" اس نے ایک پھولا ہوا پرس میرے حوالے کر دیا جس میں کافی کرنسی نوٹ نظر آ رہے تھے۔

"خوب ------ لیکن میں تو اندازہ بھی نہیں کر سکا کہ تم نے کب کام کیا؟ بہرحال آؤ ------ یہاں دکانیں موجود ہیں پہلے کام کی چیزیں تلاش کر لیں۔" اور ہم بازاروں میں گھومنے لگے۔ ایک ہی اسٹور سے تمام چیزیں مل گئیں۔ اس جگہ کے بارے میں بھی پتہ چل گیا تھا ------ یہ ہیگ تھا۔ ہالینڈ کا سب سے بڑا قصبہ۔ بہرحال پر لطف بات تھی۔ لیکن ابھی تو ہمیں قیام کرنا تھا۔ ہالینڈ میں ہی قیام کرنا تھا خواہ ہیگ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ سامان خرید کر ہم ایک سیلون میں داخل ہو گئے ------ اور جب وہاں سے باہر آئے تو دو شریف آدمی معلوم ہو رہے تھے۔

"اب کیا حکم ہے استاد؟"

"کسی ہوٹل میں قیام ------ کم از کم دو دن آرام۔ اس کے بعد ذہن پر زور دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے تو صرف ایک بات پر حیرت ہے۔" سردارے بولا۔

"کس بات پر؟"

"نہ صرف ستارے بلکہ ہمارے ذہن بھی کس قدر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا لاشوں کے ساتھ سفر کرتے کرتے دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ ہر وقت طبیعت اندر سے گھبرائی گھبرائی لگتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہم نے کسی عمدہ ہوٹل کی تلاش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گئے' اس کا نام "کینی" تھا۔ کینی کی پہلی منزل پر ہمیں ایک بڑا کمرہ آسانی سے مل گیا۔ بہت سستا تھا اور اچھا خاصا بھی۔

یہاں خوب نہائے دھوئے' کھانا منگا کر کھایا اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئے ------ بلاشبہ ہم نے سونے کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ دن بھر سوئے' رات بھر سوئے اور دوسرے دن صبح جاگے۔ اتفاق سے اس دوران کسی کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی۔

تاریخ دیکھی تو چونک پڑے۔ سردارے نے میری طرف دیکھا تھا۔ "تم بھی نہیں جاگے استاد؟"

"نہیں سردارے! ایک دن کھسک گیا۔"

"صرف پیٹ کی حالت سے اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اتنی طویل نیند لی ہے۔ سوتے سوتے سارا کھانا ہضم ہو گیا۔"

"چلو پہلے غسل کر لیں' اس کے بعد ناشتہ۔"

"صرف ناشتہ ------ ہرگز نہیں استاد! میں تو کم از کم تین وقت کا کھانا کھاؤں گا۔"

"تم ایک ہفتے کا کھانا کھا لینا' مجھے کیا ------" میں نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ سردارے نے شاید ویٹر کو ناشتے کا آرڈر بک کرا دیا تھا کیونکہ جب وہ غسل خانے ہی میں تھا تو دو ویٹر ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے۔ اور دونوں ٹرالیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے ناشتہ دیکھ کر گہری سانس لی۔ لیکن ویٹروں سے کچھ نہیں پوچھا تھا ------ پھر سردارے آ گیا اور ناشتہ دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنے لگا۔

"اس کے بعد کبھی ناشتہ نہیں کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد! بس دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔" سردارے نے پورے خلوص سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

ہم دونوں خالی الذہن تھے' ساری فکروں سے بے نیاز اور چاہتے بھی یہی تھے کہ کچھ وقت انتہائی سکون سے گزارا جائے۔ یہ سب کچھ بھول کر ہم کیا ہیں اور کس حیثیت سے یہاں پر مقیم ہیں ------ یہ ہمارے لئے ضروری تھا' ورنہ ذہن پر چھائی ہوئی کھولت کس طرح دور ہوتی؟ ارنج پر لاشوں کے ساتھ جو سفر کیا تھا' اس نے ذہن کو کچھ اس قدر پراگندہ کر دیا تھا کہ اسکا تصور بھی آتا تو طبیعت متلانے لگتی تھی۔

ناشتے کے بعد میں آرام کرسی پر جا بیٹھا۔ سردارے میرے سامنے آ بیٹھا تھا۔

"استاد! اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے تم ہر آدھے گھنٹے کے بعد مجھ سے یہ سوال کرتے ہو۔ بلکہ بعض اوقات آدھے گھنٹے میں چھ مرتبہ ------" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"دیکھو استاد! پروگرام تو بہرحال بنانا ہی پڑتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ بھی ہوں۔ اور جب تم موجود ہوتے ہو تو سردارے ساری ذمے داری تم پر چھوڑ دیتا ہے ------ استاد! تمہارے سامنے کچھ کرنے میں مزا نہیں آتا۔ چنانچہ اب جو کچھ بھی ہے۔" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ فی الحال ہم صرف آرام کریں گے۔"

"یقیناً کریں گے۔ لیکن کیا اس کمرے میں بند رہ کر؟"

"کیا مقصد؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میرا مطلب ہے باہر نکلیں گے' باہر کا ماحول دیکھیں گے کمرے میں ٹھسے پڑے رہے تو عجیب سی کیفیت ہو جائے گی۔"

"ہاں' باہر تو چلیں گے۔ لیکن کیا ابھی اسی وقت' صبح ہی صبح؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں استاد! میرا مقصد یہ نہیں ------- ہاں ایک بات اور بتاؤ۔"

"پوچھو' وہ بھی پوچھو۔"

"یہ کہ ہمارے پاس کوئی بہت بڑی رقم تو ہے نہیں۔ میرا خیال ہے ہیگ کے بازاروں میں جا کر تھوڑی سی مشق کروں اور یہ کام کرلوں۔"

"یعنی اور کرنسی؟"

"ہاں۔"

"نہیں سردارے! مناسب نہیں ہے۔ تو جانتا ہے کہ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہوتی۔ لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو' وہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے کہیں کوئی گڑ بڑ ہو جائے اور خواہ مخواہ اتنی سی بات کے لئے ہم منظر عام پر آجائیں۔"

"ویسے استاد! اس کا امکان نہیں ہے۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ جب باہر چلیں گے تو یہ بندوبست بھی کرلیں گے' تمہارے سامنے ہی سہی' کم از کم تمہیں الجھن نہیں رہے گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر بازار میں آگئے ------- یورپ والوں کا یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ ہیگ یورپ کا سب سے بڑا قصبہ ہے۔ گلیاں بازار کافی خوبصورت اور نفاست سے آراستہ ہیں۔ شہر کی قابل ذکر عمارت صرف ایک ہے جو قصرِ امن کے نام سے مشہور ہے۔

پورا قصبہ گھوم کر بہت کچھ دیکھا لیکن سردارے سکون کے لمحات جس انداز میں گزارنا چاہتا تھا اس کے لئے یہاں مناسب فضا ہموار نہیں تھی۔ حالانکہ حیرت کی بات تھی ------- یہاں تو بہت کچھ ہونا چاہیے تھا۔

لیکن کچھ کرنے والے شہروں کو سدھار گئے تھے۔ پھر اس چھوٹے سے قصبے کو کیوں خراب کیا جاتا ------- چنانچہ سردارے نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے اور بولا۔

"استاد! یہ تو کوئی بات نہیں بنی۔"

"کیوں سردارے؟"

"دیکھو نا کچھ ہے ہی نہیں ------- سکون کے لمحات دو ہی انداز میں گزارے جاسکتے ہیں یا تو افیون کا گولہ نگل کر تاکہ نیند آجائے ------- یا پھر یہ کہ کچھ حسین چہرے' کچھ حسین ساتھی' ساز' آواز' اور بھی بہت سی چیزیں۔ میرا خیال ہے سکون کے وہ لمحات زیادہ حسین ہوتے ہیں کیونکہ افیون تو منہ کڑوا کر دیتی ہے ------- اور یوں لگتا ہے جیسے یہاں کسی چیز کا کوئی وجود نہ ہو۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"روانگی ------- ظاہر ہے اب ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے' آج کا دن اور گزار لیا جائے یہاں پر۔ پھر واپس ایمسٹرڈیم چلیں گے۔"

"اوکے باس!" سردارے نے جواب دیا۔

لیکن رات ہونے سے قبل ہمارا کام بن گیا۔ نجانے قصبے کے کون سے علاقے میں تھے کہ ہپیوں کا ایک گروہ نظر آگیا ------- ہپی تھے لیکن جدید قسم کے' ان کے پاس موٹر سائیکلیں بھی تھیں' گاڑیاں بھی تھیں' غالباً کہیں سے آرہے تھے اور یہاں قیام کرلیا تھا۔

یہ لوگ مالی حیثیت سے کچھ بھی ہوں' لیکن ان کے مشاغل دوسروں سے مختلف نہیں تھے ------- وہی ناچنا' گانا' ہنگامہ۔ چنانچہ ہیگ کے دوسرے نوجوان بھی ان کی تفریحات میں شریک ہو گئے تھے اور پھر ہمیں بھی کون روک سکتا تھا ------- اس طرح رات کا ایک بہت بڑا حصہ اسی ہنگامے میں گزر گیا۔

ہپیوں میں لڑکیاں بھی تھیں' لیکن ہر کوئی کسی نہ کسی کے ساتھ۔ یوں بھی مالی طور پر وہ مستحکم تھے اس لئے انہیں کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

ایمسٹرڈیم کا خوبصورت شہر ہمارے سامنے تھے۔ لیکن اس وقت کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی ------- سردارے میرے ساتھ تھا اور میرے ذہن میں بہت سارے پروگرام ------- میں چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی کروں' وہ اس قدر ٹھوس اور مضبوط ہو کہ کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

زندگی ایک بار پھر دلچسپیوں سے ہمکنار ہو گئی تھی اور اس کے لئے بہترین پلاننگ سردارے نے کی تھی۔

ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ہوٹل کے قیام کے دوران ایک بنک میں جا کر اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ حاصل کرلیا' یہاں رقم کی سخت ضرورت تھی۔

شریف لوگوں کے میک اپ میں ہم اس تیاری میں مصروف ہو گئے تھے کہ پہلے ہم اپنے رہنے کے لئے کوئی جگہ حاصل کرلیں۔ اس کے بعد یہیں سے پہلے چھوٹے پیمانے پر اور پھر اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کیا جائے۔ اس کے بعد کام کو مزید پھیلایا جاسکتا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سردارے ہوریشو کے مقامی مشاغل سے بخوبی واقف تھا۔ ایسی صورت میں وہ اس پر نگاہ بھی رکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی میرے ذہن میں بہت سے پروگرام تھے۔

ہوٹل میکسیکو کے خوبصورت کمرے میں ہم دو بڑے صنعتکاروں کی حیثیت سے مقیم تھے۔ ہمارے چہروں پر میک اپ تھا' وہ بھی ایسا تھا کہ کسی کو ہم پر شبہ نہ ہو سکے۔

ہمارا میک اپ درمیانی عمر کے لوگوں کا تھا اور چہرے بالکل ہی بدلے ہوئے تھے۔ میک اپ میں انتہائی مہارت صرف کی گئی تھی ------- اس لئے کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

ہوٹل میں قیام کئے ہوئے ہمیں تیسرا دن تھا کہ سردارے دو پرانے اخبارات اٹھا لایا اور اس نے دونوں اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے ------- ان میں لانچ کا واقعہ درج تھا ------- میں نے سوالیہ انداز میں سردارے کی جانب دیکھا۔

سردارے خوش قسمتی سے سنجیدہ تھا۔ میں نے اخبارات دیکھے' دونوں میں لانچ کا واقعہ درج تھا۔ خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال تھا کہ اس سلسلے میں معلوم تو کرو کہ ہوریشو تک یہ اطلاع پہنچی کہ نہیں ------- اور اگر پہنچی تو کس طرح پہنچی ------- چنانچہ میں دلچسپی سے اخبارات پر جھک گیا۔

ہیگ میں پراسرار طریقے سے پہنچنے والی لانچ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا۔ میرا وہ خط بھی شائع ہوا تھا جو میں نے ہوریشو کے نام لکھا تھا۔ لیکن اس خط سے لاعلمی ظاہر کی گئی تھی کہ یہ ہوریشو کون ہے اور خط کا مفہوم کیا ہے ------- بہرحال اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہوریشو کو اپنے آدمیوں کا حشر معلوم ہو گیا ہے اور اسے میرا خط بھی مل گیا ہے ------- اخبارات پڑھ کر مجھے واقعی بڑا سرور حاصل ہوا تھا ------- اور ہوریشو کے خلاف میرا پہلا حربہ کامیاب رہا تھا۔ اب یقیناً اس کی حالت دیکھنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قابل ہو گی۔

بہت ممکن تھا کہ اس نے ان لوگوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا ہو جو میرے شریک تھے۔ میں اخبارات پڑھ کر مسکراتا رہا۔

"لطف آ رہا ہے استاد؟" سردارے نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں سردارے! بہت زیادہ۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"اب اگر تم سے کوئی سوال کروں گا تو پھر تم وہی بات دہراؤ گے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تم ہر آدھ گھنٹے کے بعد پروگرام پوچھتے رہتے ہو۔"

"پروگرام ---- بتا چکا ہوں سردارے ---- سب سے پہلے کسی مناسب ٹھکانے کی تلاش کرنی ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں مکانات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے میں کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ چنانچہ پہلے مکان خریدیں گے' اس کے بعد کام شروع کریں گے۔ ویسے بھی میں بھرپور انداز میں کام شروع کروں گا تاکہ ہوریشو ناچتا ہی رہ جائے ---- اور اسے ہمارے بارے میں کوئی درست اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے استاد! اس کے لئے تو میں نے کئی بندوبست کر رکھے ہیں۔ ویسے مکان کے سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ میں آج شام کو ایک مکان دیکھنے جا رہا ہوں' اچھا ہوا تو اس کا بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"فوراً" بندوبست کر لو سردارے تاکہ اس کے بعد دوسرا کام کیا جا سکے۔" میں نے کہا۔

"دوسرے کام کے لئے کیا سوچا ہے استاد؟"

"بس یہی کہ ہمیں پہلے گروہ ترتیب دینا ہے۔"

"اور استاد! اس مال کو کب ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"وہ جو جزیرے میں چھپایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ابھی نہیں سردارے ---- ابھی اسے بھول جاؤ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں' اسے بھول جانا ہی بہتر ہے۔ پہلے ہمیں گروہ مضبوط کرنا ہے اور اسے چاروں طرف پھیلانا ہے' اس کے بعد ہم کوئی دوسرا کام کریں گے ---- میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے ذہن میں کیا پروگرام ہے' اگر چاہوں تو ہوریشو کے پیچھے پڑ سکتا ہوں' اسے قتل کر سکتا ہوں ---- باقی بعد میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں میری ذہانت کہاں تک میرا ساتھ دیتی ہے ---- لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ ہوریشو جیسے دشمن کو اتنی جلدی ختم کر دوں۔"

"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "پھر ----؟"

"پھر بس یہ کہ میں جگہ جگہ اسے چیلنج کروں گا۔ میں نے جو کہا ہے اسے پورا کر دکھاؤں گا' اور اس کے لئے بھرپور کوشش کروں گا سردارے! فی الحال میری زندگی کا یہی ایک مقصد ہے۔"

"تو سردارے کو کب اعتراض ہے باس!"

"میں جانتا ہوں سردارے۔"

"تو مجھے اجازت دو باس! میں جا رہا ہوں' مکان جب بھی ملا' فوری طور پر اس کا بندوبست کر لوں گا۔ ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔"

"ہاں سردارے! ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔ ہمیں تو جس اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہے وہ تو بڑی وسیع حیثیت رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے باہر نکل گیا۔

تیسرے دن ہم اس چھوٹے سے خوبصورت سے مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ ایک نہر کے کنارے ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں شرفاء رہتے تھے۔ ظاہر ہے ہم سے زیادہ شریف اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نہایت شریف لوگوں کی طرح اس مکان میں رہنے لگے' چند ملازم بھی رکھے اور تقریباً" ایک ہفتے تک انتہائی پرسکون زندگی گزاری۔

اب بات اپنے مشاغل کی تھی۔ چنانچہ معاملات کچھ اور آگے بڑھے۔ سردارے اور میں دن رات اپنے کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ ہم نے سب سے پہلی کوشش یہ کی کہ کسی بھی ذریعے سے یہاں کی شہرت حاصل کر لی جائے خواہ وہ جعلی یا عارضی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ امر تو مسلّمہ ہے کہ ساری دنیا میں دولت کی حکمرانی ہے' دولت کے ذریعے وہ کام ہو جاتے ہیں جو کسی اور طریقے سے ناممکن ہوتے ہیں ---- چنانچہ ہم نے جیبیں کھول دیں اور ہمیں ایسے کاغذات مل گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پندرہ سال سے ایمسٹرڈیم میں مقیم ہیں اور یہاں اپنا چھوٹا موٹا سا کاروبار کرتے ہیں۔

اب بات کاروبار کی تھی۔ سو اس کے لئے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہم ایک غیر اور اجنبی جگہ بیٹھ کر تمام کام کر رہے تھے۔ لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ جہاں دولت خرچ کی جائے وہاں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور ہم سو فیصدی شریف شہریوں کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اس دوران ہم لوگ تقریباً" گوشہ نشین رہے' ایسے لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی جو ہمارے لئے دلچسپی اور دلکشی کا باعث ہوتے۔

سردارے بے ایمان تھا' کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلا ہی لیتا تھا۔ لیکن اس دوران اس نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ رہا میں' تو میں اس وقت تک تعیشات میں پڑنا نہیں چاہتا تھا' جب تک کہ ہوریشو کو کئے ہوئے چیلنج کے بارے میں مکمل طور سے کام شروع نہ کر دیا جائے۔

ساری کارروائیاں کرنے کے بعد ہم نے دوسرے مسائل کی جانب توجہ دی اور اس کے لئے میں نے ایمسٹرڈیم شہر کے ان تمام جرائم کے اڈوں کے پتے حاصل کر لئے جہاں سے مجرم دستیاب ہو سکتے تھے۔ جو فہرست میرے پاس تھی اس کے مطابق اسمگلروں' جیب تراشوں' منشیات فراہم کرنے والوں کے پورے پتے میرے پاس موجود تھے۔

ہوریشو سے اس دوران کوئی چپقلش نہیں ہوئی تھی اور نہ اس دوران اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہوئیں۔ ویسے بھی کون سی جلدی تھی' مجھے تو ایک لمبے پروگرام کے تحت کام کرنا تھا۔ ہاں'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ میں جانتا تھا کہ ہوریشو یقیناً میری تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ اب وہ کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے' اس کے بارے میں نہ تو میں جاننا چاہتا تھا اور نہ مجھے دلچسپی تھی۔ جس وقت مجھے اس کی ضرورت ہوگی' میں اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔۔۔۔۔ سردارے کو بھی میں نے پروگرام کی ساری تفصیلات بتا دی تھیں۔

بہرحال ہم دونوں مطمئن تھے۔ ہم لوگوں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا اس میں ہم نہایت مہارت اور احتیاط کا ثبوت دے رہے تھے۔

اس وقت ایمسٹرڈیم میں ہمارے چار اڈے تھے۔ ایک یہ مکان جس میں ہم دونوں شریف آدمیوں کی حیثیت سے قیام کئے ہوئے تھے۔ ایسے شریف آدمی جو تجارت پیشہ ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے کچھ اڈوں پر ہم دوسرے میک اپ میں رہتے تھے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی ہماری شناخت نہ کر سکے اور ہماری سرگرمیوں کے بارے میں مشتبہ نہ ہو سکے۔

تب وہ دن آ گیا جب مجھے کچھ لوگوں سے کنٹریکٹ کرنا تھا۔۔۔۔۔ یہ بیز بال کلب کے کچھ افراد تھے۔ اس دوران ہم لوگ کلبوں کے چکر بھی لگاتے رہے تھے' اور یہ دیکھتے رہے تھے کہ کہاں کہاں سے ہمیں کام کے آدمی دستیاب ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ بہرحال بیز بال کلب کے دو آدمی ہارڈی اور جیکسن ہماری توجہ کے مرکز تھے۔ دونوں بے حد طاقتور اور پھرتیلے آدمی تھے اور ہم نے ان کے بارے میں یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہیں' بشرطیکہ مخلص نکلیں۔

چنانچہ اب ان دونوں کو قبضے میں کرنے کے لئے ہمیں کارروائیاں کرنا تھیں۔ اس بارے میں سردارے اور میں نے ایک باقاعدہ پروگرام تشکیل دے لیا تھا۔

اس رات ہم اسی پروگرام کے تحت نکلے۔۔۔۔۔ بیز بال کا جوئے خانہ ایمسٹرڈیم میں مشہور تھا۔ یہاں بڑے بڑے لوگ جوا کھیلنے کے لئے آتے تھے۔۔۔۔۔ اور ہارڈی اور جیکسن بھی عام طور سے اسی جوئے خانہ میں نظر آیا کرتے تھے۔ کبھی وہ کھیلتے ہوتے اور کبھی صرف دیکھنے پر اکتفا کرتے۔

مالی حالات ان دونوں کے بہت اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اس شام جب ہم وہاں پہنچے تو دونوں ایک کھلے جوئے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔

سردارے کے چہرے پر اس وقت ایک خطرناک آدمی کا میک اپ تھا۔ وہ صورت سے اسپینش معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے بھی میک اپ کیا ہوا تھا اور میرا میک اپ بھی خاصا خطرناک تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اور سردارے ٹہلتے ہوئے اسی میز کے نزدیک جا پہنچے جہاں ہارڈی اور جیکسن کھیل رہے تھے۔۔۔۔۔ میں نے بیٹھنے کے لئے جگہ طلب کی اور مجھے فوراً ہی جگہ مل گئی۔

میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر لگا دی تھیں۔ جنہیں ٹوکن میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر ہمارا کھیل شروع ہو گیا۔

کارڈ میرے ہاتھ میں آ جائیں تو اس کے بعد دوسرے لوگوں کے جیتنے کے امکانات کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تختہ مشق ان لوگوں کو بنایا تھا جو بے دلی سے کھیل رہے تھے' چونکہ ان کے پاس زیادہ رقم نہیں تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے ان دونوں کو قلاش کر دیا۔ سردارے ہمارے نزدیک ہی کھڑا

تھا۔۔۔۔۔ تب میں نے مضحکہ خیز انداز میں ان لوگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیوں لارڈ! کیا جیبیں خالی ہو گئیں؟"

ہارڈی اور جیکسن نے خونخوار نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر ہارڈی بولا۔ "کیا یہ سوال ضروری ہے اور کیا اس سوال پر تمہارے دانت نہیں توڑے جا سکتے؟"

"بالکل توڑے جا سکتے ہیں۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم چاہیں تو تم یہاں سے ایک پیسہ بھی نہیں لے جا سکتے۔" جیکسن نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"دیکھو لارڈ! میں لڑائی بھڑائی کی بات نہیں کر رہا' یہ تو حیثیت کی بات ہے۔ اگر تم یہ دولت چھین لو گے تو ظاہر ہے میں تنہا ہوں' کچھ نہیں کر سکوں گا۔ لیکن جہاں تک معاملے کی بات ہے اس میں بہرحال تم پیچھے رہے ہو۔"

"اے! تم ان دونوں کی توہین نہیں کر سکتے۔ کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو۔" سردارے نے غصیلے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"اوہو۔۔۔۔۔! اوہ مائی ڈیر! میں کسی کی توہین نہیں کر رہا' یہ تو کھیل کی بات ہے۔ دیکھو' نوٹوں کی یہ گڈیاں میرے سامنے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی جائے تو کوئی مجھ سے یہ نوٹ چھین نہیں سکتا۔۔۔۔۔ اگر ہمت ہے تو آ جاؤ۔" میں نے سردارے کو بھی چیلنج کر دیا۔

"نہیں' میں نہیں کھیلتا۔ لیکن یہ دونوں کھیلیں گے۔" سردارے نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ان کے سامنے سجا دیں۔

ہارڈی اور جیکسن نے تعجب سے ان نوٹوں کو دیکھا تھا۔ اتنی بڑی تعداد تو میز پر بھی نہیں تھی۔

"کھیلو دوستو۔۔۔۔۔ دوستوں کے لئے جان بھی دی جا سکتی ہے' اس شخص کی کیا حیثیت کہ یہ تمہیں چیلنج کرے۔" سردارے نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

مگر جیکسن کسی قدر جھجکتے ہوئے انداز میں بولا۔ "اگر۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔" وہ آگے کچھ نہ بول پایا تھا۔

"اوہو' تم انہیں ہار جاؤ' کوئی بات نہیں۔ میں اتنی ہی گڈیاں تمہارے سامنے اور سجا دوں گا۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پھر انہوں نے بڑے احترام سے سردارے کو کرسی پیش کی اور خونخوار نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "ہاں۔۔۔۔۔ شروع ہو جاؤ۔ لیکن سنو۔۔۔۔۔ اگر شارپنگ ہوئی تو ہم تمہارے دونوں ہاتھ اتار کر یہیں رکھ لیں گے۔"

"منظور۔" میں نے کہا اور گیم پھر شروع ہو گیا۔

لیکن اس بار مجھے جو کچھ کرنا تھا' میں نے وہی کیا۔ یعنی میں نے انتہائی فیئر گیم کھیلا بلکہ ایک طرح سے یوں کہنا چاہئے کہ میں نے ہارڈی اور جیکسن کو بھی کارڈ دیئے۔ اس کے بعد میرا چہرہ اترتا چلا گیا۔

"آئندہ کسی شریف آدمی کا مذاق نہیں اڑانا۔" سردارے نے مجھ سے کہا۔ میری جیبیں خالی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھ گیا۔ سردارے ان دونوں کے ساتھ لگ گیا۔ مقصد ہی یہ تھا۔۔۔۔۔ کافی دیر تک میں وہاں رہا اور پھر وہاں سے واپس چل دیا۔ اب میرا رخ اپنی رہائش گاہ کی طرف تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس رہائش گاہ پر میں بے چینی سے سردارے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور یہ انتظار زیادہ طویل ثابت نہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سردارے کی کار کا ہارن سنائی دیا اور میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ سردارے کی کار پورٹیکو میں داخل ہو کر رک گئی۔

پھر چند ساعت کے بعد سردارے مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"ہیلو ------ ہولڈن!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو رشمن ------ کیسی رہی؟" سردارے دھم سے ایک صوفے میں دراز ہو گیا۔

"یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"انہیں شیشے میں اتارنے کے لئے' مجھے خود بھی شیشے میں اترنا پڑا ------ سوری استاد!" سردارے نے مخصوص انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہیں نشے میں معلوم ہوتا ہوں؟"

"اوہ' تو یہ بات ہے۔"

"اور بھی بہت سی باتیں ہیں ------ ہی ہی۔" سردارے مسخرے پن سے ہنستے ہوئے بولا۔

"چڑھ گئی ہے سردارے ------ زیادہ پی گئے کیا؟"

"نہیں استاد ------ لیکن ان کا دل رکھنے کے لئے پینی پڑی ویسے بڑے کام کے لوگ ہیں اور پلاننگ بھی خوب رہی۔ اب وہ ہولڈن کے عاشق ہیں۔"

"ہوٹل سے کہاں گئے تھے؟"

"ان کی رہائش گاہ پر ------ اور پھر وہاں سے واپس پیز بال کلب آگئے جہاں وہ مستقل غنڈوں کی حیثیت سے رہتے ہیں ------ ان کے معمولی اخراجات تو کلب اٹھاتا ہے۔ لیکن چونکہ اخراجات زیادہ ہیں اس لئے وہ چھوٹے موٹے جرائم بھی کر لیتے ہیں۔ ویسے دبنگ ہیں دونوں ------ اس علاقے میں اچھی چھنتی ہے۔ اگر کلب میں کوئی ہنگامہ ہو جائے تو باآسانی سنبھال لیتے ہیں۔" سردارے نے بتایا۔

"گویا کام کے آدمی ہیں۔ بہر حال ہمارا اپنا انتخاب غلط نہیں رہا۔ لیکن سردارے! بات صرف دو آدمیوں کی نہیں ہے۔ میں تو اس گروہ کو اعلیٰ پیمانے پر پھیلانا چاہتا ہوں۔ ابھی تو ہمیں بہت سے لوگوں کی تلاش ہے۔ یہ تو بہت معمولی ابتدا ہے۔"

"لوگوں کی کیا کمی ہے استاد! یہ دور کرنسی کی حکومت کا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کے لئے صرف ایک خیال ذہن میں اٹکا ہوا ہے۔"

"کیا؟"

"ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا جائے؟"

"کام تو یہاں سے شروع کیا ہے استاد!"

"ہاں' وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن......"

"تمہارے ذہن میں کوئی اور خیال ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے' سردارے کو بھی بتا دو۔"

"ہیڈ کوارٹر یہاں نہیں ہونا چاہیے۔"

"بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن کہاں ------؟"

"جتنی جگہیں میں نے دیکھی ہوئی ہیں' ان میں سے بہت سے ملکوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں کسی سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"خوب ------ پھر؟"

"آہ لندن ------" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ "واقعی ------ لندن ہر قسم کے لوگوں کو خود میں جذب رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور پھر بے شمار آسانیاں ہیں وہاں۔ استاد! ہمیں بڑے سائینٹفک انداز میں جال پھیلانا پڑے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں سردارے ------ لیکن کام پھسپھسے انداز میں ہو رہا ہے۔"

"ہر کام کی ابتدا ایسی ہی ہوتی ہے استاد! جوں جوں ہم ترقی کریں گے ہمارے انداز میں بھی تبدیلی ہوتی چلی جائے گی۔" سردارے نے بہت اچھا جواب دیا۔

"ہاں' یہ تو درست ہے۔ بہر حال تمہاری غیر موجودگی میں' میں اسی موضوع پر سوچتا رہا ہوں۔ کل مجھے ایک اور کارروائی کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"یوں تو ابھی بہت سی رقومات' میرا مطلب ہے وہ رقوم' جو ہم نے مکلینو کا مال بیچ کر حاصل کی تھیں' دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر میں انہیں سمیٹ لوں تو بہت کافی ہیں ------ لیکن غلام سیٹھ مجھے جو کمیشن دیتا رہا ہے اور جو زبردست رقمیں سوئٹزر لینڈ میں جمع ہیں' اب میں انہیں جنبش دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ عمدہ خیال ہے استاد۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"چنانچہ اس میں سے ایک بھاری سرمایہ میں لندن میں منتقل کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ لیکن چونکہ ابتداء ہالینڈ سے ہوئی ہے' اس لئے بنیادی طور پر میں یہاں سے ہی کام شروع کروں گا۔"

"اس بارے میں کوئی اور خیال ذہن میں ہے استاد؟"

"ہاں۔"

"کیا؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پہلے تو یہ بتاؤ سردارے کہ ہمیں شہریت کون سے ملک کی اختیار کرنی چاہیے۔"

"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اگر لندن کو ہیڈ کوارٹر بنانا ہے استاد تو پھر ہم لندن ہی کے باشندے مناسب رہیں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا ------" میں تھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔ عرصے کا جمود ٹوٹا تھا۔ جو کھولت ذہن پر طاری تھی' وہ چھٹ گئی تھی۔ ایک بہت بڑا مقصد سامنے آگیا تھا اور مقصد جب سامنے ہو تو ذہن خود بخود بہت سے جھگڑوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب میرے پاس سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ وہ کھولت آمیز خیالات جو ذہن کو گھن لگاتے ہیں' چھٹ گئے تھے اور ذہن صیقل ہو گیا تھا۔ اس طرح بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"پھر اس سلسلے میں کیا کریں گے استاد؟"

"ہر کام قدم بہ قدم ہی مناسب رہے گا۔ ہالینڈ میں رہ کر پہلے ہمیں یہاں باقاعدہ قدم جمانے ہوں گے تاکہ کوئی کاروبار کر کے سرکاری حیثیت حاصل کر لیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لندن کے باشندوں کی حیثیت سے یہاں کام شروع کریں گے۔"

"تب پھر کیوں نہ استاد------ کسی اچھے قانون دان کی خدمات حاصل کر کے یہ سارے کام اس کے سپرد کر دیں۔ باقی معاملات وہ خود سنبھال لے۔"

"بہترین تجویز ہے۔" میں نے سردارے کی تائید کی۔ "بہرحال کل سے اس سلسلے میں بھی کام شروع کر دیں گے۔ اب تم ان دونوں کی طرف آجاؤ۔"

"ہارڈی اور جیکسن۔"

"ہاں۔"

"جو کچھ بتا چکا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"آئندہ پروگرام کیا رہا؟"

"کل ملاقات ہو گی۔"

"کہاں؟"

"پیز بال میں۔ ویسے دونوں شریف آدمی ہیں۔"

"خوب، کون سی شرافت کا تذکرہ کر رہے ہو؟"

"انہوں نے جیتنے کے بعد اصرار کر کے میری رقم واپس کر دی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ گڈ------" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے علاوہ وہ بڑے ممنون نظر آ رہے تھے۔ خاطر مدارات کے علاوہ انہوں نے کئی پیشکشیں بھی کیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میں ان سے روزانہ ملاقات کروں اور جس چیز کی ضرورت ہو، بے تکلفی سے بیان کر دوں۔"

"ہنس کیوں رہے تھے تم؟ تمہاری ہنسی مشکوک تھی۔"

"پیز بال ہر لحاظ سے عمدہ جگہ ہے۔ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں------ ان کے بارے میں جیکسن نے بتایا کہ وہ سب ہی پیشہ ور نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر ہفتے کی راتیں بڑی دلکش ہوتی ہیں۔"

"اوہ، کل ہفتہ ہے۔ لیکن دلکشی کی وجہ کیا ہے؟"

"ایمسٹرڈیم کی شریف لڑکیاں------ جو یہاں کے مہنگے ماحول میں اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتیں، اخراجات پورے کرنے کے لئے یہاں آتی ہیں۔"

"خوب------ کس طرح؟"

"وہ دونوں اتنے متاثر تھے مجھ سے کہ کافی کھل گئے------ حالانکہ ہفتے کی رات کا پروگرام

مخصوص لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ شریف لڑکیاں چہروں پر نقاب پہنے ہوتی ہیں اور ان کے گاہک اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ ان کی شکلیں نہیں دیکھیں گے۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

"وہ تو آج بھی مجھے پیشکش کر رہے تھے استاد------ لیکن سردارے نمک حلال ہے۔"

"خوب------ تو اب تم یہ نمک کب حلال کر رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کل۔" سردارے پھٹ سے بول پڑا۔

"میری کیا گنجائش نکلے گی؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے استاد------ تم سردارے کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا سردارے نے اس کے لئے گراؤنڈ تیار کیا ہو گا؟"

"کیا کیا تھا تم نے؟"

"میں نے اپنے عزیز دوست مسٹر لارل کا تذکرہ ان سے کیا اور انہیں بتایا کہ اگر مسٹر لارل موجود ہوتے تو پیز بال کے بڑے بڑوں کی جیبیں خالی کر دیتے۔ تاش کے باون پتے ان کے باون غلام ہیں جو صرف ان کی مرضی سے حرکت کرتے ہیں------ بڑے متاثر ہوئے وہ دونوں۔ اور خود انہوں نے ہی فرمائش کی کہ انہیں مسٹر لارل سے ملایا جائے۔ تب میں نے وعدہ کر لیا کہ کل رات------"

"ہاں، ان کاموں میں تو تم ماہر ہو، چلو اب آرام کریں، کل بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"دوسرے دن سردارے کو آزاد چھوڑ کر میں نکل گیا۔ مجھے بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ناشتے سے پہلے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کی اور چند ایسے پتے نوٹ کئے جن کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ بازار میں رک کر میں نے ایک بکسٹال سے ایسے پرچے خریدے جن میں ضروری لوگوں کے بارے میں تفصیلات تھیں۔ کار ہی میں بیٹھ کر میں نے ان کی ورق گردانی کی اور پھر مطمئن ہو گیا۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرائن سنز کے سامنے کار روکی۔ مسٹر گرائن بذات خود اس فرم کے منیجر بھی تھے اور کاروباری امور کے نگران بھی------ بھاری بھرکم اور پر اخلاق انسان تھے۔ بڑے پرتپاک انداز میں انہوں نے میرا استقبال کیا۔

"میں آپ کا کافی وقت لوں گا مسٹر گرائن------ اس لئے اگر آپ مصروف ہوں تو گفتگو شروع ہی نہ کی جائے اور کسی مناسب وقت کا تعین کر لیا جائے۔"

"اتفاق سے میں بالکل فارغ ہوں۔ اور آپ کو آپ کی منشا کے مطابق وقت دے سکتا ہوں۔ یہ ہمارے بنیادی اصول ہیں۔" مسٹر گرائن نے ایک خوبصورت کارڈ میرے حوالے کیا۔ جس میں سرفہرست کسی کاروباری معاملے میں مشورے کی فیس درج تھی جو ہر حالت میں ادا کرنا ہوتی تھی گویا یہ مسٹر گرائن کے وقت کی قیمت تھی۔

میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر مقررہ رقم میز پر رکھ دی اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر ایک ملازم کو بلا کر اس کی رسید بنوانے کے لئے کہا۔

"آپ ہمارے ادارے کے لئے ایک معزز شخصیت ہیں جناب! اور ہمارا پہلا اصول ہے کہ معاملات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ بھی ہوں‘ کیسے بھی ہوں‘ ہم انہیں اپنے سینے میں دفن رکھیں گے۔ آپ کا کام ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔۔ آپ کو ہماری طرف سے عدم تعاون کی شکایت کبھی نہ ہوگی اور آپ اس بات کو ذہن سے نکال دیں گے کہ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتا کر معاملات طے نہ ہونے کی صورت میں آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ اس کے علاوہ جناب! ہم آپ کے لئے ہر وہ سہولت فراہم کریں گے جو آپ کی ضرورت ہوگی۔ معاملہ خواہ کچھ بھی ہو‘ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم اس کا مناسب معاوضہ دیں گے۔“

”بہت اچھی بات ہے مسٹر گرائن! میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ بلا شبہ میرے کام آئیں گے۔۔۔۔۔۔ اور جہاں تک رازداری کا سوال ہے‘ یہ سب سے ضروری ہے۔“

”بالکل مطمئن رہیں‘ ہمارے کاروبار کا پہلا اصول یہی ہے اور ہم اپنے اصولوں پر عمل کرنے کے عادی ہیں۔ خواہ ہمارے اصولوں سے ہمارا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ کسی شخص کے خلاف ہم سے کچھ کرانا چاہتے ہیں تو اس وقت ہم صرف معذرت کریں گے کہ کوئی ایسا غیر قانونی کام ہم نہیں کر سکتے جو قابل دست اندازی پولیس ہو‘ یا جو قانون شکنی کے مترادف ہو۔ البتہ اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم چونکہ فیس وصول کر چکے ہیں‘ مکمل خاموشی اور رازداری برتیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔ تو مسٹر گرائن! اس کا مقصد ہے کہ اب میں آپ کا ممبر ہو چکا ہوں۔“

”بالکل بالکل۔۔۔۔۔۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے؟“

”شکریہ۔ اس وقت کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ ہاں جس وقت معاملات طے ہو جائیں گے‘ اس وقت جو آپ چاہیں۔“

”اوہو‘ معاملات تو طے ہو ہی جائیں گے جناب۔۔۔۔۔۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ کچھ پئیں۔“

”تب پھر کافی پلوا دیجئے۔“ میں نے کہا اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر کافی کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہو گئے۔

”آپ چاہیں تو میں باہر سرخ بتی جلوا دوں گا کہ ہماری گفتگو بالکل خفیہ رہے؟“

”ہاں بہتر یہی ہے کہ کوئی ہماری باتیں نہ سن سکے۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہتر بہتر۔“ مسٹر گرائن نے کہا اور میز پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ کمرے میں اہم گفتگو ہو رہی ہے اور اب کوئی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ تب وہ میری طرف جھک آئے۔

”فرمائیے آپ کو کیا کام ہے؟“

”بہت سے کام ہیں مسٹر گرائن۔“

”مثلاً؟“

”مثلاً یہ کہ میں ایمسٹرڈیم میں بہت بڑی صنعت قائم کرنا چاہتا ہوں جس کی شاخیں دوسرے ملکوں میں بھی قائم کی جائیں گی اور ان کا ہیڈ کوارٹر لندن ہوگا۔“

”بہت خوب۔“ مسٹر گرائن کے چہرے پر دلچسپی کی چمک نمایاں ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے ایک ایسا آدمی جو ان سے اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا‘ ایک پارٹی کی حیثیت رکھتا ہوگا‘ ورنہ اتنے بڑے پروگرام لے کر ان کے پاس کیوں آتا۔

”نہایت مناسب ہے جناب! اور اس سلسلے میں آپ ہماری بھرپور مدد حاصل کر سکیں گے۔“ مسٹر گرائن نے جواب دیا۔

”اس کے علاوہ ایک بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ میں لندن کی شہریت چاہتا ہوں اور قانونی طور پر یہاں کے کاغذات بھی۔“

”اوہ۔“ مسٹر گرائن نے پرخیال انداز میں مجھے دیکھا اور ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولے۔ ”برا نہ محسوس کریں تو میں آپ سے ایک سوال کروں؟“

”ہاں ضرور۔“

”آپ کی اپنی شہریت کہاں کی ہے؟ میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟“

”میں ایشیائی ہوں مسٹر گرائن۔۔۔۔۔۔ ترک وطن کر کے بہت پہلے سیاحت کو نکل گیا تھا۔ سیاحت کے دوران ہی میں نے بے پناہ دولت کمائی اور اس دولت کو سوئٹزرلینڈ میں منتقل کر دیا۔ انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور میری زندگی کا پہلا مقصد دولت کا حصول تھا۔ اور اب میں کوئی ٹھوس زندگی چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔ میری خواہش ہے کہ میں کوئی ایسی صنعت قائم کروں جو بین الاقوامی نوعیت کی حامل ہو اور اس کے بعد میں ایک باقاعدہ زندگی کا آغاز کروں۔ ایمسٹرڈیم میں‘ میں اپنی ایک فیکٹری لگانا چاہتا ہوں اور اس کا ہیڈ کوارٹر میں لندن میں رکھوں گا۔“

”مجھے آپ کے لئے کیا کرنا ہے؟“ گرائن نے پوچھا۔

”آپ کو میرے جو کام کرنے ہیں‘ وہ یہ ہیں کہ آپ سوئٹزرلینڈ سے میرے تمام کاغذات کی تصدیق کرانے کے بعد وہاں سے ایک بڑی رقم یہاں اور لندن میں منتقل کرائیں گے۔۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں آپ کا جو بھی کمیشن ہوگا وہ بخوشی ادا کر دوں گا۔ باقی کاغذات کے معاملات ہیں‘ یہاں شہریت کے سلسلے میں جو کچھ کارروائی ہوگی‘ وہ آپ ہی کریں گے۔۔۔۔۔۔ میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے کہ میں سیاح تھا اور اکثر میرے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ کسی بھی ملک میں پہنچنے کے بعد مجھے جہاں الجھنیں پیش آئیں‘ وہاں غیر قانونی طریقے اختیار کرنے پڑے۔ میرا مقصد سمجھ گئے ہوں گے آپ۔۔۔۔۔۔؟“

”ہاں۔“ مسٹر گرائن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”بات دراصل یہ ہے مسٹر۔۔۔۔۔۔! میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟“

”آپ مجھے اصغر کہہ سکتے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ شکریہ مسٹر اصغر! تو بات یہ ہے کہ میں اس تمام کارروائی کو غیر قانونی اس لئے نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی جرائم پیشہ انسان نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے آپ ترک وطن کر کے یہاں آ گئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے‘ آپ ہمارے ملک میں صنعت لگا کر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کی مدد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر گرائن! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تکمیل میں آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟“

”ہر قسم کی مدد جو آپ کو درکار ہوگی۔“ مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ اور میں سر ہلانے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے کہا۔ ”تب پھر میں اس سلسلے میں آپ کو وہ تمام اخراجات پیشگی ادا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کو تیار ہوں جو اس سلسلے میں آپ کے اصول کے مطابق ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا اچھی طرح یقین کرلوں کہ اب میرے مفادات کے نگران آپ اور آپ کا ادارہ ہے۔"

"یقیناً۔" مسٹر گرائن نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

کافی آ گئی اور ملازم نے خوبصورت مگ میں کافی انڈیل کر ایک مگ میرے سامنے اور دوسرا مگ مسٹر گرائن کے سامنے رکھ دیا۔ ملازم کے باہر نکل جانے کے بعد مسٹر گرائن نے پھر سرخ لائٹ روشن کر دی۔ اور آٹو میٹک دروازہ لاک کر دیا۔ تب انہوں نے اپنی میز سے کچھ فارم نکالے اور انہیں میرے سامنے رکھ دیا۔

"براہ کرم آپ یہ فارم بھر دیں اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا موجودہ پتہ بھی دے دیں ـــــــ تا کہ مختلف معاملات میں آپ کا مشورہ لے کر میں عمل کرتا رہوں۔"

"بہت بہتر۔" میں نے فارم لے لیا ـــــــ فارم میں' میں نے اپنا پورا نام راجہ نواز اصغر ہی لکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سردار علی کا نام بھی درج کر دیا تھا۔ کیونکہ ہم دونوں کو ان تمام چیزوں کی ضرورت تھی۔

مسٹر گرائن نے سردارے کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں اور سردار علی بچپن کے ساتھی ہیں اور ہمیشہ ہر معاملے میں ساتھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم دونوں کو کاغذات کی ضرورت ہوگی۔

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ یہ سارے کام میں باآسانی کرلوں گا ـــــــ اس میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ "باقی رہا سوئٹزر لینڈ سے آپ کی رقم منتقل کرنے کا سوال' تو اس سلسلے میں چند ضروری کاروائیاں درکار ہوں گی۔ مثلاً" وہ فیگر جو آپ وہاں سے منگوانا چاہتے ہیں۔"

"بہت مناسب۔ اب یہ سارے معاملات آپ کے سپرد ہیں مسٹر گرائن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں آپ کے کمیشن اور معاوضے پر اب کوئی تبادلہ خیال نہ ہوگا۔ جہاں اور جو آپ مناسب خیال کریں گے' وہ طے ہو جائے گا۔"

"بہت شکریہ۔ آپ کا ایڈریس وغیرہ فارم میں موجود ہے' اس کے علاوہ ہم آپ کو ایک مقامی ایڈوائزر مہیا کریں گے جو آپ کو آپ کے صنعتی معاملات میں مدد دے گا۔ آپ کو وقت بھی نہیں ہوگی اور وہ شخص بھی پورے طور سے قابل اعتماد ہوگا۔"

"بہتر۔" میری طرف سے یہ رقم ایڈوانس شکل میں جمع کر لیں۔ میں نے نوٹوں کی کئی بڑی گڈیاں مسٹر گرائن کے سپرد کر دیں اور انہوں نے شکریے کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔

مسٹر گرائن مجھے باہر میری کار تک چھوڑنے آئے۔ میں نے اس شخص کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ٹھوس کردار کا انسان ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے ضرور کرے گا۔ چنانچہ میں سکون سے واپس ہوا۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ پورے طور سے اطمینان بخش تھا۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچا' سردارے موجود نہیں تھا۔ بہر حال جو کام وہ کر رہا تھا' وہ بھی اہم تھا۔ جو معاملات مسٹر گرائن کے ذریعے ہو سکتے تھے وہ تو انہیں کرنا تھے۔ لیکن بہت سے اہم کام مجھے اور سردارے کو بھی کرنے تھے۔

میں چونکہ خلاف توقع بہت جلدی کامیاب ہو گیا تھا اس لئے خوشی بھی تھی۔ بہر حال میں سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ ملازمین نے دوپہر کا کھانا لگا دیا ـــــــ سردارے موجود نہیں تھا اس لئے میں نے تنہا کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا۔

کھانے سے طبیعت بوجھل ہو گئی۔ بستر پر لیٹنے کے بعد عجیب سے خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ زندگی جس دائرے میں آ گئی تھی' وہ ذہن پر بہت سی کیفیات طاری کر رہا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں وہاں سکونت اختیار کروں اور زندگی کو ایک نیا رنگ دے دوں۔ لیکن دل یہ رنگ قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر یہی رنگ اپنایا جائے تو پھر اس کے لئے اپنا وطن بھی ضروری ہوتا ہے۔ جہلم کے کنارے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی خوشبو کے بغیر بھی سکون' کہیں سکون ہوگا؟ یہاں اس ہنگامہ خیز دنیا میں زندگی کو سکون نہیں دیا جا سکتا۔

آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ پھر سردارے کے جگانے سے ہی بیدار ہوا۔

"ضرورت نہیں کہ آپ پوری رات جاگتے رہیں استاد۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟" میں نے جماہی لیتے ہوئے پوچھا۔

"رات کی تیاریاں اتنی زبردست ـــــــ"

"دیوانے ہو ـــــــ میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ بس یونہی نیند آ گئی تھی۔"

"کیا عمر ہوگی استاد تمہاری؟"

"کیوں؟"

"خوبصورت تصورات اگر ذہن کو بے چین نہ رکھیں تو انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب وہ جوانی کی سیڑھیوں سے دوسری طرف اتر رہا ہے۔ اور ان سیڑھیوں سے نیچے جا رہا ہے جو بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"کچھ اندازہ نہیں سردارے ـــــــ ایسا لگتا ہے جیسے صدیوں پہلے پیدا ہوا تھا اور صدیوں سے اداسیوں کا شکار رہا ہوں۔"

"دن کے کھانے کے بعد سو جانے سے یہی حالت ہو جاتی ہے استاد! کوئی خاص بات نہیں ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔"

"صرف چھ بجے ہیں۔"

"ارے ـــــــ واقعی دیر ہو گئی ـــــــ تم کب واپس آئے؟"

"ساڑھے چار بجے۔ اور اب تک شام کی چائے نہ ملنے کی وجہ سے سر میں درد شروع ہو گیا ہے۔" سردارے نے مظلومیت سے کہا۔

"تم چائے لگواؤ۔ میں نہا کر ابھی آیا۔" میں نے کہا۔

"اوکے باس!" سردارے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا اور میں باتھ روم کی جانب چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں اپنے چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کے گراؤنڈ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ چائے کے دوران گفتگو شروع ہوئی اور میں نے سردارے سے پوچھا۔

"کیا رہا ـــــــ تم کیا کر کے آئے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں۔۔۔۔۔ کوئی خاص کام تو نہیں استاد۔۔۔۔۔ کیا تم نے میرے سپرد کوئی خاص کام کیا تھا؟ ویسے اپنے طور پر میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"بس کاروباری سلسلے میں' میں نے کچھ لوگوں سے بات چیت کی ہے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ کوئی کار آمد بات؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں استاد!"

"بہرحال ابھی اس مسئلے میں نہ الجھو۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔" سردارے نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں نے اس سلسلے میں سارا بندوبست کرلیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔۔۔۔۔ وہ کس طرح؟ ویسے اتنا تو میں جانتا ہوں کہ استاد فارم میں آگیا ہے اور جو کچھ وہ کرے گا' وہ ٹھوس اور مضبوط ہوگا۔۔۔۔۔ لیکن مجھے بھی تو بتاؤ استاد کہ آخر تم نے کیا کیا؟"

اور پھر میں نے سردارے کو ساری تفصیل سنا دی۔ سردارے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ویری گڈ۔ ان ممالک میں یہ بڑا فائدہ ہے استاد کہ یہاں پر ہر طرح کے لوگ مل جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے' ویسے مسٹر گرائن بہت شریف اور پر اعتماد آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد! ہمیں بہت سے شریف اور پر اعتماد آدمی ملتے رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ہوشیار ہی رہنا ہوگا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ یہ تو ہے۔ میں نے انہیں ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں بتایا' ویسے وہ ہمارے کام کا آدمی ہے' سارے معاملات اس سے طے ہو چکے ہیں۔" میں نے سردارے کو بتایا اور وہ گردن ہلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' اس کے بعد سردارے نے کہا۔ "ویسے استاد! میرا خیال ہے' اس بار جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ ہم نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ لیکن یقیناً" وہ پہلے سے بہت بہتر ہوگا۔"

"یقیناً"۔" میں نے جواب دیا اور چائے پیتا رہا۔

"اور استاد! یہ سارے معاملات تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر کچھ اور بھی تو دکھ ہیں۔" سردارے بولا۔

"وہ کیا؟"

"میرا مطلب ہے باس۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد تیاریاں شروع کر دو۔ میرے دونوں پیارے دوست ہارڈی اور جیکسن انتظار کر رہے ہوں گے اور انہوں نے ہمارے لئے بہتر بندوبست کر رکھا ہوگا۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ہاں سردارے! واقعی یوں لگتا ہے جیسے بہت دنوں سے زندگی میں کوئی کمی سی آگئی ہو۔"

"بلاشبہ استاد! عورت دنیا کی اہم ترین چیز ہے۔ میرا خیال ہے غذا اور جنس' انسان کی دنیا میں صرف یہ دو ہی ضروریات ہیں جن کے گرد ساری ضروریات گھومتی ہیں۔۔۔۔۔ اگر یہ مہیا ہوں تو میرا خیال ہے انسان ایک مطمئن انسان ہے۔" سردارے نے کہا۔

اور میں سوچنے لگا' یہ حقیقت ہی تھی۔ واقعی جنس اور بھوک' ساری دنیا انہی دو مسئلوں میں الجھی ہوئی تھی۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس خوراک اور عورت ہو' جنگل یا بیابان میں بھی آسانی سے گزارا کر سکتا تھا۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات مشاہدے میں تھے۔ چنانچہ میں نے سردارے کی بات سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

دیر تک ہم بیٹھے الٹے سیدھے موضوعات پر گفتگو کرتے رہے' ہارڈی اور جیکسن بھی زیر بحث آئے اور سردارے نے پورے طور سے مجھے اطمینان دلایا کہ اس نے ان لوگوں پر جو جال ڈالا ہے' وہ کافی مضبوط ہے اور یقینی طور پر آج اس سلسلے میں کچھ اور اضافہ ہو جائے گا۔

"کیسا اضافہ؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ کہ میں اس سے بات کروں گا اور کسی ایسے باس کا تذکرہ کروں جو بے پناہ دولتمند ہے اور میری اس ٹیپ ٹاپ اور اچھی زندگی کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔ میں انہیں متوجہ کروں گا کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ اس سلسلے میں استاد۔۔۔۔۔ تم جانتے ہی ہو کہ ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا۔" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد اس خاموشی کو سردارے نے ہی توڑا تھا۔

"بس اب تیاریاں کر لو استاد! میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں سردارے؟"

"میک اپ میں تبدیلی۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے! میں اس میک اپ کو تبدیل کر لیتا ہوں' جس میں کل رات ہم ان دونوں سے ملے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر اس کے کہنے کے مطابق تیاریاں کر لی گئیں۔

میں نے بہت ہلکا سا میک اپ چہرے پر کیا تھا تاکہ جیکسن اور ہارڈی کو اس کے بارے میں کوئی خاص اندازہ نہ ہو سکے۔۔۔۔۔ اور پھر رات کے تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ تیار ہو کر پیز بال کی طرف چل پڑے۔

پچھلی رات سردارے کی شخصیت واقعی ان دونوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ پیز بال کے لاؤنج پر ہمارے ہی منتظر تھے۔

جونہی سردارے کار سے اترا' وہ دونوں اس کی طرف لپکے۔ اوہ' اوہ مسٹر ہولڈن! بڑا انتظار کرایا۔" ہارڈی لپکتا ہوا بولا۔

"اوہ مائی ڈیر۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے میں صحیح وقت پر پہنچا ہوں۔ کیا تم نے یہی ٹائم نہیں دیا تھا۔" سردارے بدلے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ لیکن دوستوں کا انتظار تکلیف دہ ہوتا ہے۔" جیکسن نے جواب دیا۔

"بہرحال میں پہنچ گیا۔ میرے دوست سے ملو۔۔۔۔۔ مسٹر لارل۔۔۔۔۔ اور مسٹر لارل! میں آپ کو ان دونوں کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یقیناً" یقیناً"۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا اور ہارڈی بڑے تپاک سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے بولا۔

"مسٹر لارل! مسٹر ہولڈن نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے سن کر تو یہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی ساری انگلیاں کاٹ کر اپنے پاس رکھ لوں یا پھر آپ کا وہ سارا فن کسی پراسرار طریقے سے حاصل کرلوں' جو آپ کی انگلیوں میں چھپا ہوا ہے۔"

"اوہ' یہ ہولڈن بڑا ہی بدمعاش ہے ــــــ خواہ مخواہ میرے کاروبار کو خراب کرتا ہے ــــــ اب بتاؤ اگر میں کبھی تم لوگوں کے ساتھ جوا کھیلنے کی کوشش کرتا تو کچھ کامیابی حاصل کرتا۔ لیکن اس نے میرا یہ چانس گنوا دیا۔"

"اوہ مسٹر لارل! آپ کو اس قسم کے ہزاروں مواقع ملیں گے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جیبیں ہماری ہوں۔" ہارڈی ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے بشرطیکہ تم اس قسم کے مواقع مہیا کر سکو۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" یقیناً" مسٹر لارل! ہم اور آپ مل کر تو پورے ایمسٹرڈیم کے لوگوں کو قلاش کر دیں گے۔" جیکسن ہنستا ہوا بولا ــــــ اور میں بھی ہنسنے لگا۔

ہارڈی اور جیکسن کی میز مخصوص تھی۔ چنانچہ وہ ہمیں اسی میز پر لے گئے۔ ریزرویشن کارڈ لگا ہوا تھا' اسے ہٹا کر ہم چاروں میز کے گرد بیٹھ گئے اور ہارڈی نے بہت بڑے بڑے آرڈر دے ڈالے۔

"اوہو ــــــ نہیں بھئی اتنا تکلف نہیں مسٹر ہارڈی!"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے لارل! ہم بے تکلف دوست ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارے درمیان سے تکلف کی ساری دیواریں ہٹ جائیں۔ جب ہولڈن جیسے آدمی تمہارے دوست ہیں اور تم ہولڈن کی پسندیدہ شخصیت ہو تو پھر ہمارے لئے تو تم نجانے کیا ہو گے ــــــ کیونکہ مسٹر ہولڈن نے جس انداز میں ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے' ہم اس کا کوئی بدل نہیں دے سکتے۔"

"دوستو! جب کسی کو دوست کہا جاتا ہے تو پھر بدلے کا تصور ذہن سے نکال دیا جاتا ہے۔ دوستی میں کوئی بدل نہیں ہوتا۔ تمہاری طرف سے محبت کا پرخلوص جواب ہی ہمارے خلوص کا بدلہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر لارل! آپ کی اس گفتگو نے آپ کی شخصیت کو واضح کر دیا ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ جیسے دوست بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔" ہارڈی نے کہا

"ہاں' تو اب کیا پروگرام ہے؟" جیکسن نے کہا۔

"جو آپ کا پروگرام ہو؟" میں نے کہا اور سردارے نے سر ہلا کر میری تائید کی۔

"کیا آپ ہمیں اپنا کوئی کارنامہ دکھائیں گے؟"

"کیا چاہتے ہیں مسٹر ہارڈی؟" میں نے پوچھا۔

"پیرز بال ہر قسم کے جوئے کے لئے مشہور ہے۔"

"تو ٹھیک ہے' مجھے کسی ایسی میز پر لے چلئے جہاں وہ لوگ بیٹھتے ہوں اور بہت کچھ رکھتے ہوں۔"

"یقیناً"۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم وہیں چلیں گے۔"

"ہارڈی اور جیکسن مجھے اور سردارے کو جوئے خانے میں لے گئے' بلاشبہ یہاں ہر قسم کا جوا ہوتا تھا۔ ایک لمبی میز پر میں اور جیکسن بیٹھ گئے جہاں کافی قیمتی کھیل ہو رہا تھا ــــــ کارڈ تقسیم ہوئے اور ہم چھوٹی چھوٹی رقم ہارتے رہے ــــــ کارڈ میں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا' پھر جب قسمت نے ساتھ دیا تو کارڈ کی گڈی میرے ہاتھ میں آگئی۔ اس دوران میں نے کافی بلف کھیل کھیلا تھا لیکن کامیاب نہیں رہا تھا اور ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں احمق سمجھنے لگے تھے ــــــ گو ہارنے کی رفتار کافی تیز نہیں تھی لیکن بہرصورت ہمارے سامنے اتنی رقم چنی ہوئی تھی کہ ساتھ کھیلنے والوں کو کوئی شکایت بھی نہیں ہوئی تھی۔

پھر جب کارڈ میرے ہاتھ میں آگئے تو میں نے انہیں تقسیم کر دیا۔ جیکسن جو میرے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا' مجھے دیکھنے لگا اور میں نے اشارہ کر دیا۔

مقصد یہ تھا کہ وہ جم کر کھیلے ــــــ چنانچہ کھیل شروع ہو گیا۔ جیکسن نے کافی لمبی رقم لگا دی تھی۔ کھیل میں صرف تین آدمی رہ گئے تھے۔ میں بھی کھیل رہا تھا مگر اس نظریے کے تحت کہ جیکسن کو مدد دیتا رہوں ــــــ اور پھر جب کارڈ شو ہوئے تو جو ہونا تھا وہی ہوا۔

جیکسن کے آگے ایک بڑی رقم پہنچ گئی تھی۔ جیکسن کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ پھر اس نے کارڈ تقسیم کئے اور اس کے بعد میں دوسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا۔

دوسرا ہاتھ میرا اپنا تھا جس میں' میں نے بہت لمبی رقم کمائی۔ لیکن اس بار جو میں نے کارڈ بانٹے تو پھر جیکسن کو ہی کارڈ دے دیئے۔ لیکن اس بار میں نے کھیل میں ایک اور طریقہ اختیار کیا تھا۔

یعنی دوسرے لوگوں کو صرف ان کی قسمت پر نہیں چھوڑا تھا بلکہ انہیں بھی ایسے کارڈ دیئے تھے کہ وہ بھی جان کی بازی لگا دیں۔

اور اس بار جو شو ہوا تو بہت سے لوگوں کے چہرے سرخ ہو گئے انہوں نے تعجب سے جیکسن کو دیکھا جو نوٹوں کی گڈیاں سمیٹ رہا تھا۔

پھر بہت سے لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ــــــ جیکسن نے قہقہہ لگایا تھا۔ پھر وہ نوٹوں کی گڈیاں سمیٹا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک کھیلتا رہا۔ اس کے بعد میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم ایک میز پر آکر بیٹھے تو جیکسن نے میرے ہاتھ چوم لئے۔ استاد ــــــ بس اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا' اپنے نوٹوں کو سنبھالو۔" اس نے نوٹوں سے بھرا بیگ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جیکسن! تم دوستی کی توہین کر رہے ہو۔"

"لیکن استاد! یہ کارنامہ تو تمہارا ہی ہے۔"

"میں اس سے ہزارہا درجہ بڑے کارنامے دکھا سکتا ہوں۔ لیکن تم ان نوٹوں کی گڈیوں کو میرے درمیان نہیں لاؤ۔" میں نے کہا اور جیکسن اور ہارڈی بڑی عقیدت سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر ہارڈی نے سردارے کی طرف رخ کر کے کہا۔

"مسٹر ہولڈن! ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے ہمیں مسٹر لارل جیسے دوست سے متعارف کرا کے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"ہولڈن کو کیا سمجھتے ہو دوستو ــــــ ہولڈن تقدیریں بدلنے کا ماہر ہے۔" سردارے نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب ابھی نہیں بتایا جائے گا۔ لیکن اگر پسند کرو تو ہولڈن اور لارل کو ایسے دوستوں میں شامل کر لو جو زندگی اور موت کے ساتھی ہوتے ہیں ------"

"بسرو چشم۔ تم بھی دیکھو گے کہ ہارڈی اور جیکسن جان دینے والوں میں سے ہیں۔" ہارڈی نے کہا۔

"تب پھر ہاتھ ملاؤ ------ ہم لوگ عہد کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے مفادات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں گے۔"

اور ہم چاروں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ بڑا پکا عہد ہو گیا تھا۔ برے لوگوں کے درمیان جو عہد ہوا کرتے ہیں' وہ اچھے لوگوں سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ان وعدوں میں عام طور سے کم ہی رخنے ہوا کرتے ہیں ------ اور یہ عہد ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر ہوا کرتے ہیں۔

تقریباً" پونے گیارہ بجے ہارڈی نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "مسٹر ہولڈن! کیا پروگرام ہے؟"

"ہم ہارڈی کے مہمان ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں دوستوں کی پسند کا قائل ہوں۔"

"اور اگر دوست ماحول سے اجنبی ہوں؟"

"ہاں' تب ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے درمیان میں دخل دیا۔

"بس تو آپ لوگ ان ذمے داریوں کو پورا کریں۔ ہم لوگ تو اس وقت آپ کے دست نگر ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مسٹر لارل کو تو اعتراض نہیں ہو گا؟" ہارڈی نے پوچھا۔

"کیوں' اعتراض کیوں ہونے لگا؟ کیا یہ انسان نہیں ہیں؟"

"تو آؤ دوستو! تمہیں پیرز بل کی خفیہ دنیا دکھائیں۔" ہارڈی نے کہا اور پھر وہ دونوں میز سے اٹھ گئے ہم دونوں بھی ان کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ایک کمرے میں ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر کلرک اپنے سامنے ماسٹر فون رکھے خاموش بیٹھا تھا۔

ہارڈی نے ایک کوپن اس کے سامنے رکھ دیا۔ کلرک نے کوپن کو دیکھا اور گردن ہلا دی۔ تب ہارڈی کمرے کی ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ شاید کاؤنٹر کلرک ہی نے کوئی حرکت کی تھی۔ کمرے کی ایک دیوار روشن ہو گئی اور پھر ایک آٹومیٹک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ہارڈی کے اشارے پر ہم اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

انوکھی لفٹ تھی۔ بہرحال اس نے ہمیں ایک ہال میں اتارا' جہاں آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ ہلکی رنگین روشنی نے ماحول کو بے حد پراسرار بنا دیا تھا۔ ہال میں چاروں طرف میزیں لگی ہوئی تھیں ------ اور ان میزوں پر' میزوں کے درمیان لڑکیاں موجود تھیں ------ لیکن ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔ تمام چہروں پر نقاب تھے' صرف آنکھیں روشن تھیں۔ ویسے جو بدن نظر آ رہے تھے' ان میں نوے

فیصد نوخیز تھے۔ ان کی عمریں بہت کم معلوم ہوتی تھیں۔ بے حد حسین بدن تھے ------ بہرحال یہ ماحول کافی ہیجان خیز تھا۔

ہال میں مرد بھی تھے ------ لیکن باقاعدہ لباس میں تھے۔ ویسے جو حرکتیں وہاں ہو رہی تھیں' وہ انسانیت سوز تھیں۔ سب نے اخلاق اور دوری اقدار بالائے طاق رکھ دی تھیں۔ جیکسن اور ہارڈی نے ہمارے چہرے دیکھے' پھر ہارڈی بولا۔

"یہ شرطیہ امر ہے کہ ان میں باقاعدہ کاروبار کرنے والی لڑکیاں چند ہی ہوں گی۔ میں آپ کو اس بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں مسٹر ہولڈن!"

لیکن مسٹر ہولڈن موجود ہی کہاں تھے ------ وہ تو ان حسین جسموں میں الجھ گئے تھے۔

کوپن کے مطابق ہماری میز تک رہنمائی کر دی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔ سامنے ہی ننھا سا گول اسٹیج تھا جس پر برہنہ لڑکیاں یکے بعد دیگرے آ آ کر اپنے جسم کی نمائش کر رہی تھیں اور بک ہو رہی تھیں۔

"اسٹیج پر آنے والی جو لڑکی آپ کو پسند آئے ------" جیکسن نے جھک کر میرے کان میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت اخلاقیات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کیا اور چند ساعت کے بعد وہسکی آ گئی وہ گلاس بنانے لگا ------ اور اسی وقت ایک لڑکی ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"یہ کلم تمہارا نہیں ڈارلنگ ------ میں کس کلم آؤں گی۔" لڑکی نے کہا اور جھک کر بوتل تھام لی۔

"کیا نمبر ہے؟" جیکسن نے پوچھا۔

"ایٹی سکس۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔" ہارڈی نے جواب دیا۔ اور لڑکی گلاس رکھ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ سیدھی اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔

"نمبروں کا کیا قصہ ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"نقاب کے پچھلے حصے پر نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کسی بھی نمبر کو کال کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اکتیس نمبر دیکھو استاد!"

"پاگل ہو گئے ہو؟" میں نے کہا۔

"کیسے نہ ہوں استاد! میری تاریخ پیدائش اکتیس نومبر ہے۔ میرا وزن بھی ایک سو اکتیس پونڈ ہے۔ میٹرک میں میرا رول نمبر بھی اکتیس تھا۔ ہائے اکتیس......"

"ٹھیک ہے تم جانو۔"

"مسٹر جیکسن!" سردارے بولا۔ اور جیکسن اس کی طرف جھک گیا۔ "اکتیس ------" سردارے نے آہستہ سے کہا اور جیکسن نے چٹکی بجا کر ویٹر کو بلایا ------ دوسرے لمحے ویٹر اس کے نزدیک آ کر جھک گیا۔

"اکتیس۔" جیکسن بولا اور ویٹر نے گردن جھکا دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ دیر بعد لڑکی آکر بیٹھ گئی۔ ویٹر نے گلاس بھی لاکر رکھ دیا تھا۔ لڑکی نے خود اپنے لئے گلاس بنایا۔ جیکسن اور ہارڈی اسے مسلسل گھور رہے تھے۔

"مسٹر جیکسن!"

"اوہ' کیا بات ہے ڈیئر ہولڈن؟"

"اب میں لارل کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔۔۔۔۔ کیا میں اسے اٹھا کر باہر پھینک آؤں؟" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"اوہ' میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"اوہ یقیناً" مسٹر۔۔۔۔۔! کیا آپ اٹھنا پسند کریں گے؟"

"ہاں۔" سردارے گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"ایکسکیوزمی جنٹلمین!" لڑکی نے ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنا گلاس ہاتھ میں لئے کھڑی ہوگئی۔ اس نے گلاس کی شراب حلق میں انڈیلی اور گلاس میز پر رکھ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگی۔

"جج۔۔۔۔۔ جاؤں استاد؟"

"دفع ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا اور سردارے اٹھ کر لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔

"خوب ہیں مسٹر ہولڈن۔ سونے کے ترازو میں تولنے کے قابل۔ شیر کا سا دل رکھتا ہے یہ شخص یاروں کے لئے جان دینے والا۔۔۔۔۔ اوہ' مسٹر لارل! آپ کی پسند۔۔۔۔۔؟"

"مجھے جلدی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی یہاں کا لطف بھی ہے۔ ابھی تو محفل جوان ہے' ایک بجے تک یہی رونق رہے گی۔" جیکسن نے کہا۔

تماشا جاری رہا۔ ان دونوں کا کہنا درست تھا۔ لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پھر جب رات کافی بھیگ گئی اور میں نے بھی شراب کے کئی پیگ انڈیل لئے تو میں اس ماحول سے بور ہو گیا اور میں نے ہارڈی کو مخاطب کیا۔

"میں بھی اب اٹھنا چاہتا ہوں ہارڈی!"

"ضرور مسٹر لارل۔۔۔۔۔ آپ کی پسند؟"

"ان میں سے کوئی بھی لڑکی۔ مجھے تو سب ہی یکساں نظر آتی ہیں۔ وہ نمبر ایک سو تیرہ ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"یقین کریں اگر آپ انتخاب میرے اوپر چھوڑتے تو میں بھی آپ کے لئے وہی پسند کرتا۔" ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر جونہی لڑکی قریب پہنچی میں کھڑا ہو گیا۔

"شکریہ دوستو! اب کب ملاقات ہوگی؟"

"صبح کو۔۔۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ تو ہماری رہائش گاہ ہے۔"

"اوکے۔۔۔۔۔ اوکے۔" میں نے کہا اور لڑکی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ "اب تم مجھے کہاں چلو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ایسی جگہ۔۔۔۔۔ جو آپ کو پسند ہو۔"

"کیا اسی ہال میں؟"

"ہاں" لڑکی کی آواز بیحد دلکش تھی۔

"کیا تم یہاں سے میری رہائش گاہ پر چلنا پسند کرو گی؟"

"یہ اصول کی خلاف ورزی ہو جائے گی جناب!"

"اوہ' کیوں؟"

"دراصل۔۔۔۔۔" وہ ہال سے ایک راہداری کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر کہنے لگی۔ "کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی بات ہے' ورنہ یہاں کے اصولوں سے واقف ہوتے۔ لیکن آپ بے فکر رہیں۔ جس جگہ میں آپ کو لے جاؤں گی وہ بھی آپ کو پسند آئے گی۔" اور اس نے غلط نہیں کہا تھا۔۔۔۔۔ لیکن میں پیبز بال کلب کی بناوٹ پر حیران تھا۔ زمین کے نیچے ہی نیچے انہوں نے بہت خوبصورت جگہ بنا رکھی تھی۔ کشادہ کمرے جہاں ضرورت اور آرائش کی ہر چیز موجود تھی۔ ان کمروں پر بھی نمبر پڑے ہوئے تھے۔ جن کے بارے میں کمرے میں داخل ہوتے ہی لڑکی نے بتایا۔

"یہاں ایک سو اسی کمرے ہیں۔"

"یہاں نیچے ہی نیچے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ عمارت گہرائی میں چھ منزلیں رکھتی ہے۔ ہم تو دوسری منزل میں آئے ہیں۔۔۔۔۔ کلب میں ایک سو اسی لڑکیوں کو ٹوکن جاری ہوتے پھر بھی بہت سی لڑکیاں واپس چلی جاتی ہیں۔ ہر نمبر کے ساتھ ایک کمرہ موجود ہے۔"

"کمال ہے۔ اس لحاظ سے تمہارا نمبر ایک سو تیرہ ہے۔"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ درحقیقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کلب اتنا بڑا ہوگا۔ اوپر سے اسے دیکھ کر کوئی شخص اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ اتنی بڑی حیثیت رکھتا ہوگا۔ بلاشبہ اس کی آمدنی لاکھوں کی ہوگی۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔

"کوئی چیز منگوانی ہے جناب!"

"شراب؟"

"ہاں' اگر آپ کی طلب ہو۔۔۔۔۔"

"اوپر میں کافی پی چکا ہوں۔ اگر تم منگوانا چاہو تو منگوا لو۔"

"نہیں جناب! میں چند پیگ لے کر ہی ڈاؤن ہو جاتی ہوں۔ اگر زیادہ پی لوں تو صبح کو۔۔۔۔۔ واپس نہ جا سکوں گی۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی خاص جملہ ادا کرتے کرتے رک گئی تھی۔

"خیر تمہاری مرضی۔" میں نے گہری سانس لے کر مسہری پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

وہ بڑی خوبصورت گڑیا سی لڑکی تھی۔ بھرپور اداؤں سے بھی واقف نہیں تھی۔ ایک الہڑپن تھا اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر ----- میں نے صاف محسوس کیا تھا۔

"میں مقامی باشندہ نہیں ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"دو چار روز میں تمہارے وطن سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"اوہ' کہاں جناب؟"

"اپنے وطن' اسپین۔" میں نے جواب دیا۔

"تو آپ اسپینش ہیں؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہالینڈ کے باشندوں نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"میں نہیں سمجھی ---- کس نے؟" اس نے پوچھا۔

"مثلاً" تم نے۔"

"کیوں؟" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر پوچھا۔

"ظاہر ہے تمہارے وطن میں رہ کر تمہیں نقصان پہنچانے والوں میں' یا تمہیں پریشان کرنے والوں میں سے نہیں ہوں' پھر مجھ سے یہ پردہ پوشی کیوں ہے؟"

"نہیں جناب! یہ مشکل ہے۔ ہم لوگ پروفیشنل نہیں ہیں' بس ضرورت ہمیں یہاں لے آتی ہے اور ہمارا راز' راز رہتا ہے۔"

"اگر میں تمہارا راز پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کروں' تب بھی تم چہرہ نہیں کھولوگی؟"

"سوری' میں یہ نہ کر سکوں گی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا ---- چھوڑو اس موضوع کو۔ ہاں' یہ تو بتاؤ' یہاں ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟"

"کلب کی مقرر کردہ رقم ہمیں کاؤنٹر سے مل جائے گی' گاہک سے وہ جو دل چاہے گا وصول کریں گے۔ اس کے علاوہ....." وہ جھجکی۔

"اس کے علاوہ کیا؟"

"کچھ نہیں' بس ایسے ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ' تمہارا نام کچھ بھی ہو۔ میری درخواست ہے کہ عدم تعاون نہ کرو ---- یہ ماحول تمہارے تعاون کے بغیر قطعی غیر دلکش ہو جائے گا۔"

"وہ دراصل ---- اگر ہمیں پسند کرنے والے ---- کچھ بخشش دے دیں تو وہ ہماری ہوتی ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے اپنے لباس سے کچھ بڑے نوٹ نکالے اور لڑکی کی طرف بڑھادیئے۔ "یہ تمہارے ہیں۔" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔

"آپ ---- آپ مذاق کر رہے ہیں جناب!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"تم چاہو تو انہیں لے کر ابھی جا سکتی ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"بہت بہت ---- بہت بہت شکریہ جناب! در حقیقت رقم میرے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر یہ میری ہے تو پھر میں ---- میں کئی ماہ تک ادھر نہیں آؤں گی۔"

"یہ تمہاری ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم جا سکتی ہو۔"

"جی؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"ہاں لڑکی! اگر اس ماحول میں بھی ایسی اجنبیت ہو تو ---- میں خود کو ایک جانور کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ----" میں خاموش ہو گیا۔ لڑکی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر کے پیچھے نقاب کے بند کھولے اور چہرہ کھول دیا۔ بڑے خوبصورت خدوخال کی مالک تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر اداسی تھی۔ وہ اپنی نیلی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میرا نام کلا ئیس ہے' ایک مقامی کالج کی طالبہ ہوں۔ والدین میرے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی معذور ہیں' ممی ایک جنرل اسٹور میں کام کرتی ہیں اور کوئی نہیں ہے اس لئے ---- میں یہاں آجاتی ہوں تاکہ میرے تعلیمی اخراجات کا بوجھ ان کی کمر نہ توڑ دے۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکیڑے۔ "یہاں کتنی بار آچکی ہو؟"

"پانچ یا چھ مرتبہ۔" اس نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"سوری لڑکی ---- اگر تم پہلی بار یہاں آئی ہوتیں تو شاید تمہاری ضرورت پوری کر کے میں تمہیں یہاں سے بھگا دیتا ---- تاہم ---- یہ رکھ لو' تاکہ تم طویل عرصے تک یہاں نہ آؤ ----" میں نوٹوں کی ایک بڑی گڈی اس کے پرس میں ٹھونس دی۔

کلا ئیس پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ پھر اس نے میرے سینے میں منہ چھپالیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

"لارل۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ میرا خیال ہے اگر میں تمہاری دی ہوئی رقم کو کفایت سے خرچ کروں تو تکمیل تعلیم تک مجھے یہاں نہیں آنا پڑے گا اور تعلیم پوری ہونے کے بعد جب میں کوئی باعزت روزگار حاصل کر لوں گی تو ---- تمہیں ایک محسن کی حیثیت سے یاد رکھوں گی۔"

"تم چاہو تو جا سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں جانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"کاش تم میرے ان جذبات کو سمجھ سکو جو اس سے پہلے کبھی میرے سینے میں موجزن نہیں ہوئے۔ ان احساسات کا اندازہ لگا سکو جو اس سے پہلے میرے دل میں کبھی نہیں جاگے۔ نجات کی بے پناہ خوشی میں تم پر قربان کرنا چاہتی ہوں۔ جو ایک اچھے مستقبل کی خوش خبری بن گئی ہے۔ اب میں بھی ایک باعزت لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزار سکوں گی۔"

"میری طرف سے تم مجبور نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے اسپین کے فرشتے ---- کاش میرا اصل لباس میرے پاس ہوتا' میں ابھی اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہن لیتی اور پھر تمہارے سامنے آتی۔"

"کلا ئیس!" میں نے کہا۔

"ہوں۔"

"یہاں سے باہر بھی کبھی ملوگی؟"

"ضرور ملوں گی۔ تم کب تک یہاں رہو گے؟"

"تم میرے اوپر بھروسہ تو کر چکی ہو؟"

"ہاں' مکمل۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ یقین کرلو کہ جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری موجودہ حیثیت مجھے یاد نہیں آئے گی۔"

"مجھے بھروسہ ہے۔"

"تب پھر ابھی میرا طویل پروگرام ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا۔"

"تم جب تک یہاں رہو گے' میں تم سے ملتی رہوں گی۔" اس نے خلوص سے کہا۔

"کل؟"

"کہاں؟" اس نے پوچھا۔

"جہاں تم کہو۔"

"روکن نہر کے کنارے ٹک ریستوران میں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر چونکہ صورتحال بدل گئی تھی اور کلا ئیس نے مجھے گاہک کے بجائے محبوب سمجھ لیا تھا' اس لئے وہ ساری دلکشی اس رات میں کھل گئی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان ہوتی ہے۔ صبح کی کوئی قید نہیں تھی' جب چاہو تب سورج نکلے۔ لیکن کلا ئیس جلدی جاگ گئی تھی۔ اس کے اٹھنے سے میں بھی جاگ گیا اور کلا ئیس باتھ روم میں چلی گئی۔ واپس آکر اس نے اپنا نقاب اٹھایا اور مجھ سے بولی۔ "مجھے بھول تو نہ جاؤ گے------ میری شکل یاد رہے گی تمہیں؟"

"ہاں کلا ئیس! اور تم------؟"

"اگر میں اندھی بھی ہوتی تو تمہاری خوشبو سے تمہیں پہچان لیتی۔ محسن بھولنے کے لئے نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں مسکرا دیا۔ اس نے مجھے آخری بوسہ دیا اور پھر نقاب پہن لیا۔

"سنو------ تمہارا نام کیا ہے؟"

"بہت دیر کے بعد خیال آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس کی وجہ ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اپنے ذہن میں تمہیں ایک نام دے دیا ہے اور وہی نام مجھے پسند ہے۔"

"کیا نام ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"اوہ' بڑا خوبصورت نام ہے۔ لیکن میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور میں------"

"یہ میرے جذبات ہیں۔ میرے لئے تو تم فرشتے ہی ہو۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ویسے میرا نام براخت لارل ہے۔"

"تھینک یو لارل! اب میں جاؤں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے اسے خدا حافظ کہا اور وہ باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد مجھے یہ جگہ اجنبی محسوس ہونے لگی اور میں جلدی سے باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ کلب ویران ہو گیا تھا------ ہمارے دوست ہمارے سلسلے میں شاید ادائیگی کر چکے تھے' اس بارے میں کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ کلوک روم میں سردارے اور وہ دونوں مل گئے۔ تب ہم چاروں باہر نکل آئے------ اور پھر ہارڈی نے ناشتے کی پیشکش کی۔

ناشتہ کرتے ہوئے ہارڈی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا خیال ہے مسٹر لارل! کیا یہ رات آپ کے لئے خوشگوار رہی؟"

"ہاں تمہارا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس------ اب ایسی دوسری رات کے لئے آپ کو ایک ہفتہ انتظار کرنا ہوگا۔ لیکن مسٹر لارل! ایسا نہ ہو کہ ایک ہفتہ ہمارے درمیان ملاقات ہی نہ ہو۔"

"نہیں ہارڈی! آج رات کو ہم پھر ملیں گے۔ تم دونوں عمدہ دوست بننے کی صلاحیت رکھتے ہو اور میں تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"اس کا جواب------ مسٹر ہولڈن آج رات تمہیں دیں گے۔"

"کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب وہ ہمارے ذہن میں الجھتی رہے گی۔"

"صرف چند گھنٹے انتظار کرلینا ہارڈی------ ممکن ہے کوئی دلچسپ بات ہی ہو۔" میں نے کہا اور ہارڈی مسکرانے لگا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور پھر ناشتے کے بعد ہم نے ان سے اجازت طلب کی اور دونوں باہر نکل آئے۔ سردارے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور پھر ہم واپس چل پڑے۔ کافی دور آنے کے بعد سردارے نے اوباش انداز میں ایک آہ بھری اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "ایک بار دیکھا ہے' دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔"

"فضول۔" میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"ہائے استاد! اس حسین ماحول کی توہین مت کرو۔ میں تو ہارڈی اور جیکسن پر عاشق ہو گیا ہوں۔ ہماری تو یہاں پہنچ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"اب کب تک تمہارے ذہن پر سوار رہے گا وہ ماحول؟"

"آئندہ ہفتے تک۔" سردارے نے جواب دیا۔

"سر توڑ دوں گا۔ کام کی بات کرو۔"

"آہ ظالم آسمان------ ماضی کو یاد بھی نہیں کرنے دیتا۔ کون سی کام کی بات کروں استاد؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"ان دونوں سے کوئی بات تو نہیں ہوئی؟"

"ابھی تک نہیں کی۔"

"آج رات کرلو۔"

"میرا خیال ہے آپ نے اسی سلسلے میں اشارہ دیا تھا۔"

"ہاں۔"

"لیکن پروگرام کیا ہے؟"

"پھر پروگرام ------" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"مم ------ میرا مطلب ہے 'کیا بات کرنی ہے ان سے؟"

"تمہیں معلوم ہے۔" میں نے جوابدیا۔

"آہ ایلسن!" سردارے کے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے وہ چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ میں اسے گھور رہا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے سردارے اب سڑک کی طرف متوجہ ہو۔

"ایلسن کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہیں' اب تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"بد معاشی پر آمادہ ہو؟"

"خدا قسم ------ شام تک نہیں لوں گا اس کا نام ------ لیکن ہم ہارڈی وغیرہ سے تو رات کو ملیں گے؟"

"ہاں ------ کیوں؟"

"اوہ' کچھ نہیں استاد! دراصل رات کو سو نہیں سکا' اس لئے ذہن قابو میں نہیں ہے اور پھر وہاں کا ماحول الف لیلیٰ کی کسی رات کا ماحول معلوم ہوتا تھا ------ کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"الف لیلیٰ میں ایسی کوئی فضول رات نہیں تھی۔ اس کی تمام داستانیں اخلاقی حدود کے اندر ہیں۔"

"بحث کرنے لگوں گا استاد! جانے دو۔" سردارے نے کہا۔

"کرو بحث ------"

"اجازت ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو استاد! الف لیلیٰ کی راتوں میں خوبصورت عورتیں نہیں ہیں؟ شاہی حرم سراؤں کی دوشیزاؤں کا ذکر نہیں ہے؟ حسن و عشق اور جنس کی چاشنی نہیں ہے؟ کیا اسکی داستانیں رنگین واقعات سے سجی ہوئی نہیں ہیں ------؟"

"ہیں۔ لیکن ان میں ایک اقدار جھلکتا ہے' کوئی تہذیب ہے۔"

"نہیں استاد! لیکن وہ بھی یہی سب کچھ چاہتے تھے۔ بس الفاظ سے پردہ پوشی کردی گئی ہے۔ آج دنیا زیادہ حقیقت پسند ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بس سرپھروں کا ایک طبقہ ہے جو حقیقت کے نام پر عریاں ہوگیا ہے۔ جبکہ اجسام

بناوٹ یکساں ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کے جسمانی نقوش سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم لباس استعمال کرتے ہیں۔ یہ پردہ پوشی ہی تو انسانی تہذیب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں مانتا۔ یہ حقیقت سے آنکھ چرانے والی بات ہے۔"

"سردارے! میں اس وقت کی تمہاری کیفیت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں' جب تم اکتیس نمبر کو پسند کرنے کے بعد ہمارے پاس سے فوراً اٹھ جانا چاہتے تھے؟"

"وہ اور بات تھی استاد!"

"کیا تھی ------ مجھے بتادو۔"

"بس ------ میں اس کا دیوانہ ہوگیا تھا۔"

"پردہ پوشی مقصود نہیں تھی؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تب میرا خیال ہے۔ اگر تم اس قدر حقیقت پسند ہو تو گاڑی روک دو' اپنا لباس اتار کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو' پھر ڈرائیو کرو ------ چلو گاڑی روک دو۔"

"ارے ------ واہ ------ استاد کہہ چکا ہوں کہ پوری رات سو نہیں سکا اس لئے الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہوں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟" لاحول ولا قوۃ ------ نجانے کیا کیا بک گیا۔ ہائے ایلسن ------"

"اس کا نام کس طرح معلوم ہوگیا؟"

"میرا نام سردارا ہے۔" سردارے اکڑ کر بولا۔

"ہوں ------ چہرہ بھی دیکھ لیا ہوگا؟"

"بس اسے دیکھ کر مجھے اپنی محبوبہ نارڈے یاد آگئی اور میں نے رونا شروع کردیا۔ نرم دل لڑکی تھی پسیج گئی۔ کئی گھنٹے تک رونا پڑا تھا استاد! اور وہ سب کچھ بھول کر میری دلجوئی میں لگ گئی۔ میں نے کہا کہ وہ میری دلجوئی نہ کرے۔ کیونکہ میں اس کے لئے صرف ایک گاہک ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھ سے چہرہ نہ چھپاتی ------ اور اس نے بے قرار ہو کر نقاب اتار دیا۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ ظاہر ہے سردارے جیسا آدمی اس کے علاوہ اور کیا طریقہ کار اختیار کر سکتا تھا ------

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ میک اپ وغیرہ تبدیل کیا اور اندر آگئے۔ مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے ٹیلیفون پر مسٹر گرائن سے رابطہ قائم کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن کی آواز ٹیلی فون پر سنائی دی۔

"میں اصغر بول رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو مسٹر اصغر ------ خیریت؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں مسٹر گرائن ------ بس میں نے اس لئے آپ کو ٹیلی فون کیا کہ پچھلی رات میں اپنی قیام گاہ پر موجود نہیں تھا۔ ممکن ہے اس وقت سے اب تک آپ نے مجھے کال کیا ہو۔"

"نہیں نہیں ------ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ کا کام پوری محنت سے شروع کردیا ہے۔ اور بہت جلد آپ کو کوئی خوش خبری سناؤں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شکریہ مسٹر گرائن! بس میں نے اسی لئے آپ کو تکلیف دی تھی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سردارے لباس تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں آیا اور کہنے لگا۔ "استاد! میرا خیال ہے اب تو سونے کا وقت آگیا ہے۔"

"ہاں ہاں الو کی نسل سے ہو' رات کو جاگو' دن کو سوؤ۔" میں نے کہا۔

"آپ نہیں سوئیں گے استاد؟"

"نہیں' مجھے ابھی کام کرنا ہیں۔"

"اوہو کام کرنے میں تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کوئی کام تو ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے چلا گیا------ سچی بات یہ تھی کہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ بس سونے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا' اس لئے لباس تبدیل کر کے باہر نکلا' کار اسٹارٹ کی اور ایمسٹرڈیم کی سڑکوں پر آگیا۔

شام تک میں خواہ مخواہ آوارہ گردی کرتا رہا۔ میرے ذہن میں کلائیس کی شکل کئی بار ابھری تھی جس سے شام کو مجھے نہر کے کنارے ملنا تھا۔ نہر کے کنارے جس ریستوران کا پتہ اس نے بتایا تھا۔ میں نے اس کے گرد بھی چکر لگایا۔

وہ معصوم لڑکی مجھے پسند آئی تھی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ اس گروہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی جسے ہم پیشہ ور کہہ سکتے ہیں۔ ضرورت اسے یہاں تک لے آئی تھی اور ویسے بھی یہ یورپ تھا------ اور یورپ میں ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ ضرورت کے وقت انسان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے' وہ اسے خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتا۔ چنانچہ بیچاری کلائیس بھی اس بات پر مجبور ہوگئی تھی کہ خفیہ طور پر نقاب پہن کر ہیپزبال کے تہہ خانے میں پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ چونکہ کچھ عرصہ یہاں گزارنا تھا اس لئے ایسی ایک دو دوست لڑکیاں ضروری تھیں جو تنہائی کا احساس نہ ہونے دیں۔

تقریباً" پانچ بجے گھر واپس لوٹا۔ اندر آکر دیکھا تو سردارے کی کار موجود نہیں تھی------ وہ کہیں جاچکا تھا' ظاہر تھا کہ وہ کہیں آوارہ گردی کرنے ہی گیا ہوگا۔

میں نے اپنا خوبصورت لباس نکال کر پہنا' باقی تیاریاں کیں کلائیس سے ملنے کے لئے ذہن میں ایک اشتیاق سا تھا۔ چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اور پھر میری کار نہر روکن کی طرف دوڑنے لگی۔

نہر کے کنارے پہنچ کر میں نے وہ ریستوران تلاش کیا جس میں کلائیس نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور ٹہلتا ہوا ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد میں زیر زمین ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے روشندان کی طرف نظر دوڑائی اور ادھر ادھر دیکھا۔

انتہائی پرسکون ریستوران تھا۔ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے' کوئی شور نہیں تھا------ پرسکون ماحول تھا------ دور ہی سے کلائیس نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور میں مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن جب میں میزوں کے درمیان سے گزر رہا تھا تو میری نگاہ سردارے پر پڑی------ اور میں حیران رہ گیا۔

سردارے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسی وقت سردارے نے مجھے دیکھا اور اس کا چہرہ کچھ اتر سا گیا۔ میں نے اس کی جانب گہری نگاہوں سے دیکھا لیکن اس سے مخاطب ہوئے بغیر کلائیس کی میز کی جانب بڑھ گیا------ جب میں کلائیس کے پاس پہنچا تو میں نے سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

"اوہ مسٹر لارل! آپ مجھے پہچان گئے نا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ' تمہارا نقش ذہن پر اتنا سطحی نہیں ہوسکتا کلائیس کہ میں تمہیں بھول سکوں۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ ویسے مسٹر لارل! آپ نے میری ایک اتنی بڑی مشکل حل کی ہے کہ زندگی بھر آپ کو یاد رکھوں گی اور یہ بات کبھی نہیں بھول سکوں گی کہ ایک اجنبی محسن نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا تھا------ میں آپ کی دی ہوئی رقم سے اپنی تعلیم مکمل کرسکتی ہوں اور اس کے بعد ایک باعزت زندگی میری اپنی ہوگی------ مجھے اس بات کی بے پناہ خوشی ہے۔"

"اوہو ڈیر کلائیس! اب ان تمام باتوں کو بھول جاؤ۔ ہم لوگ جن حالات میں ملے تھے' ان میں نہ تو میں کوئی اچھا آدمی تھا اور برا مت ماننا تم بھی کسی اچھی لڑکی کی حیثیت سے میرے سامنے نہیں آئی تھیں۔ لیکن بہت سی شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم جو اندازہ لگاتے ہیں' وہ حقیقی نہیں ہوتا۔ ہم سب وقت کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں' وقت جس انداز میں چاہتا ہے ہم سے کھیلتا ہے۔ اس لئے گزری ہوئی باتوں کو بھولنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تم اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ ہم کن حالات میں ملے تھے۔ ویسے ایک اور دلچسپ بات ہوئی ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"رات کو ہیپزبال میں میرا ایک دوست بھی تھا۔ ہولڈن میرا ساتھی ہے' ایک دلچسپ انسان------ رات کو وہ بھی ایک لڑکی کے ساتھ تھا اور میرا خیال ہے کہ اس کی پارٹنر بھی اس پر بھروسہ کر چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' تمہیں کیسے معلوم لارل؟"

"یہاں موجود ہے۔"

"ہال میں؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟ کس طرف------ کیا اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہاں' اور وہ یہاں ضرور آئے گا۔" میں نے کہا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ چند ساعت کے بعد سردارے اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ ہمارے نزدیک آگیا۔

"ہیلو مسٹر لارل!" اس نے جھک کر پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"ہیلو ہولڈن------ تم کہاں؟"

"اوہ' یہ میری دوست مس ایلسن ہیں۔ ایک مقامی فرم میں اسٹینو گرافر ہیں' بہت ہی اچھی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مخلص دوست ــــــ" سردارے نے کہا۔ میں نے رسمی کلمات کہے اور پھر کلائیس کا تعارف کرایا ــــــ یوں ہم متعارف ہونے کے بعد بیٹھ گئے۔

"ستاروں کی گڑ بڑ ہے استاد! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اب تمہیں بھی اسی ریستوران میں آنا تھا۔ لیکن استاد! ایک اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آج مس ایلسن میرے ساتھ رہیں گی۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اور اگر کلائیس میرے ساتھ رہے تو تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں استاد! ظاہر ہے ہماری رہائش گاہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے۔"

"بس تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہی تھیں۔ پھر ایلسن مسکرا کر بولی۔

"یہ تم لوگ اسپینش میں گفتگو کر رہے ہو؟"

"ہاں' یہ ہماری ٹھیٹھ زبان ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں ہمارا ذکر بھی تھا؟" کلائیس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ چند ساعت کے بعد ہم شراب سے دل بہلا رہے تھے۔

"آپ لوگ یکجا رہتے ہیں؟" کلائیس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک ہی عمارت میں۔"

"بہرحال آپ دونوں ہی دلچسپ ہیں۔ اور مسٹر ہولڈن ــــــ نہ جانے یہ کیا ہیں؟" ایلسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑے بڑے لوگ یہ نہیں سمجھ سکے' آپ کیا سمجھیں گی مس ایلسن۔"

"اب اتفاقات نے ملا ہی دیا ہے استاد! تو یہ بتاؤ پروگرام کیا ہے ــــــ ویسے ایک بات اور بتا دو۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی رات والی خاتون ہیں؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے کوئی انوکھا کارنامہ نہیں انجام دیا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اور میں مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو" میں نے کہا اور کلائیس کے ساتھ اٹھ گیا۔ "رات کو ہمیں ڈسٹرب مت کرنا ــــــ اوکے۔" میں کلائیس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

ایمسٹرڈیم میں ہمیں تقریباً" دو ماہ ہو چکے تھے۔ اس دو ماہ کے عرصے میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل زیادہ دلچسپ نہیں تاہم اس کا لب لباب یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق مسٹر گرائن نے سارے کام کر دیئے تھے ــــــ ہارڈی اور جیکسن ہمارے مخصوص لوگوں میں شامل ہو چکے تھے۔ دونوں ہی بڑے کام کے

آدمی تھے ــــــ ان لوگوں کے لئے نہایت دلچسپ انداز میں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ لارل کی حیثیت سے اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے ان سے متعارف ہوئے تھے' ہم نے بتایا تھا کہ ہمارا تعلق ایک ایسے گروہ سے جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر کرتا ہے۔ ہمیں اس کا بہترین معاوضہ ملتا ہے ــــــ اور ہم خفیہ طور پر اس گروہ کے نمائندے ہیں ــــــ ہارڈی اور جیکسن کو بھی ہم نے یہی پیشکش کی اور ان سے باقاعدہ فارم بھروائے۔

ہارڈی ہر لحاظ سے ایک معتبر آدمی ثابت ہوا تھا۔ میرے ایما پر وہ پیز بال چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان میں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی پرانی رہائش گاہ بھی ترک کر دی تھی ــــــ ہارڈی کے سپرد میں نے کئی کام کئے تھے۔

یہ سارے احکامات اسے میرے ذریعے ہی ملا کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے گروہ میں پندرہ افراد شامل ہو چکے تھے اور یہ سب ہارڈی کی دریافت تھے۔

ہارڈی کا کہنا تھا کہ اس نے جن لوگوں کا انتخاب کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل اعتبار ہیں اور بہت ہی کارآمد ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اب ہمارا گروہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا لیکن میں تیزی سے اس میں اضافہ کر رہا تھا ــــــ خود میری اپنی تلاش بھی جاری تھی اور کئی کام کے آدمی میری نگاہ میں آ چکے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی فہرست میں شامل کر لیا تھا اور ان کے لئے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا کہ وہ میرے اپنے گروہ میں شامل ہو جائیں۔

ابھی تک میں نے ہوریشو کو ٹچ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ جب میں اس کی تلاش میں نکلوں گا تو اس کے بہت سے مشاغل میری نگاہ میں آ جائیں گے۔ میں خود تو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

یوں میں نے اس گروہ کی داغ بیل ڈال دی تھی جس نے آگے چل کر بڑا نام کمایا' بہت شہرت پائی ــــــ میں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا وہ خاصا دلچسپ تھا۔

لارل کی حیثیت سے میں خود بھی گروہ کا ایک رکن تھا اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے ــــــ ہم نے کچھ ایسا نظام بنایا تھا کہ گروہ میں شامل افراد کسی پراسرار باس کی جستجو میں رہیں اور ان تک باس کے صرف احکامات پہنچ سکیں۔ اس کے لئے مجھے خاصی محنت سے کام کرنا پڑا تھا۔

اب ایمسٹرڈیم میں ہمارے کئی اڈے تھے اور وہاں ابھی چھوٹے پیمانے پر صرف گروہ کی ترتیب کا کام ہو رہا تھا۔ ابتدائی لوگوں کو ہم نے پوری طرح آزمانے کے بعد اس کام کے اختیارات سونپ دیئے تھے جن میں ہارڈی اور جیکسن سرفہرست تھے۔

دوسری طرف مسٹر گرائن بے انتہا کارآمد آدمی ثابت ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے کافی رقومات مہیا کر دی تھیں' ایمسٹرڈیم کی شہریت دلا دی تھی اور لندن کی شہریت کے مکمل انتظامات کر دیئے تھے۔ دونوں جگہ شخصیتیں بدل دی گئی تھیں۔ اس طرح اگر میں لندن میں جا کر بھی قیام پذیر ہوتا تو مجھے کوئی الجھن پیش نہ آ سکتی تھی۔ رقومات ایمسٹرڈیم میں بھی پہنچ چکی تھیں ــــــ اور لندن کے بینکوں میں بھی ــــــ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں سے روپیہ برابر منتقل ہو رہا تھا۔

مسٹر گرائن اس سلسلے میں نہایت جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ وہ پورے طور سے میرے کاروباری نگران بن گئے تھے۔ چنانچہ ہم نے یہاں ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت ایک کھلونے بنانے والی فرم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بنیاد ڈالی جس کا نام "ہاؤس آف ٹوائز" تجویز کیا گیا۔

"ہاؤس آف ٹوائز" کے تحت ایک چھوٹی سی فیکٹری قائم کر دی گئی۔ جس کے لئے جدید ترین مشینیں کچھ یہاں سے مل گئیں اور کچھ باہر سے منگوائی گئیں ------ اور کھلونا ساز فیکٹری نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ابتدا میں اس فیکٹری میں خوبصورت کھلونے ڈیزائن کئے گئے اور ان کی تیاری مکمل کی جانے لگی۔ یہ کھلونے پہلے ایمسٹرڈیم اور ہالینڈ کے مختلف شہروں میں' اس کے بعد باہر کے ملکوں میں بھی سپلائی کئے جانے لگے۔

یہ سارا کام باقاعدہ نظام کے تحت ہو رہا تھا جس کا چھوٹا سا آفس موجود تھا۔ لیکن میرے ذہن میں جو کچھ تھا' اس کے بارے میں ابھی نہ تو سردارے جانتا تھا اور نہ کوئی دوسرا شخص ------ ویسے سردارے یہی سمجھا کہ کھلونوں کی اس فرم سے ہم اپنے نام کو چھپانا چاہتے ہیں۔

لیکن میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس کے لئے مجھے آدمی توڑنے کی ضرورت تھی اور کچھ ایسے آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا جو میرے کام آسکیں۔ گویا اس بار ابتدا اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی ------ اور یہ حقیقت تھی کہ اس انداز میں اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس میں بڑی جدت تھی ------ اب سے پہلے منشیات کی اسمگلنگ کے لئے جو کچھ کیا گیا تھا' اس میں سائنٹفک اصول بہت کم تھے۔ بس یہ تھا کہ لوگ اپنی بہادری اور چالاکی سے کام کر لیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں خاص طور سے غلام سیٹھ کا نام میرے ذہن میں تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا۔ اس کی ساکھ بھی بے پناہ تھی۔ لیکن اس کے کام کرنے کا انداز جدید ترین نہیں تھا ------ لیکن نئی زمانہ ہوشیار لوگوں کے ساتھ رہ کر ہوشیاری ہی سے کام کرنا تھا۔

ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے مقبولیت اختیار کر چکے تھے۔ ہمیں باہر سے بھی آرڈر مل رہے تھے۔ لیکن ہمارا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ ہم اس سلسلے میں کاروبار کر کے کامیابی حاصل کریں۔ ہاؤس آف ٹوائز کی معرفت میں جو کام کرنا چاہتا تھا' وہ کافی پراسرار تھا۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

گروہ اب تقریباً" ستر افراد پر مشتمل تھا اور ان میں بڑے بڑے کام کے لوگ ہمارے ہاتھ آ چکے تھے۔ سردارے حسب معمول عیش کر رہا تھا اور مست تھا ------ اس بار طویل عرصے ہم نے ایک جگہ قیام کیا تھا' اس سے بھی بڑی تبدیلیاں محسوس ہوتی تھیں۔ بس یوں لگنے لگا تھا جیسے ہم ایمسٹرڈیم ہی کے شہری ہوں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا' یہاں ہمیں ایک نمایاں مقام حاصل ہوتا جا رہا تھا ------ یہاں تک کہ بعض اوقات کچھ تقاریب میں بھی ہمیں مدعو کر لیا جاتا تھا اور یہ اجنبیت ختم ہو گئی تھی' جو یہاں رہ کر اور یہ محسوس کر کے ہوتی تھی کہ ہم غریب الوطن ہیں اور کچھ عرصے کے لئے ہی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اور پھر کافی عرصے کے بعد ایک دن سردارے ہی نے مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کی۔ اس وقت ہم اپنی نئی کوٹھی کے خوبصورت لاؤنج پر کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے' سامنے کھانا چنا ہوا تھا۔

"استاد! ایک بات بتاؤ گے؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سردارے؟"

"یوں لگتا ہے استاد! جیسے تم نے زندگی کے اقدار میں کچھ تبدیلی کر لی ہو۔"

"کس لحاظ سے کہہ رہے ہو سردارے؟"

"میں حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا لیکن بڑی تبدیلیاں سی محسوس ہو رہی ہیں۔"

"کس قسم کی تبدیلیاں؟"

"زندگی کا یہ دوسرا رخ بھی برا نہیں ہے۔ لوگ ہمیں باعزت شہری سمجھتے ہیں۔ نجی محفلوں میں ہمیں ایک حیثیت حاصل ہے۔"

"ہاں سردارے ------ پھر؟"

"کیا زندگی کو یہی رخ نہیں دیا جا سکتا؟"

"تم دوسرے رخ کو کیوں بھول رہے ہو سردارے؟"

"دوسرا رخ؟"

"ہاں۔ ستر افراد پر مشتمل گروہ ------ اتنا بڑا کارخانہ جس میں درجنوں افراد کام کرتے ہیں۔ اس گروہ پر کتنا خرچ ہو رہا ہے سردارے؟"

"لاکھوں روپیہ۔"

"کیوں؟"

"یہی جاننا چاہتا ہوں استاد ------ اس وقت دو رخ ہمارے سامنے ہیں۔ تمہارے پاس جس قدر دولت ہے اس سے ہم اس کاروبار کو چار چاند لگا سکتے ہیں۔ اور یہ کاروبار ہمیں اتنا دے سکتا ہے کہ ہم ساری زندگی عیش کر سکیں' تو پھر کیا ضرورت ہے ------ ساری دلچسپیاں تو یہاں موجود ہیں۔" سردارے نے کہا۔

اور میرے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہو گئے' دل کو ایک چوٹ سی محسوس ہوئی تھی۔

"استاد!" سردارے کو میرے بدلے ہوئے تاثرات کا احساس ہو گیا تھا۔

"نہیں سردارے! یہاں زندگی کی ساری دلچسپیاں موجود نہیں ہیں۔ یہاں جہلم کی لہریں نہیں ہیں' یہاں اس کے کنارے پڑی ہوئی مٹی کی سوندھی ہوئی خوشبو نہیں ہے' یہاں سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں میں بانسری کی سریلی تانیں نہیں گونجتیں ------ یہاں الھڑ جوانوں کی سریلی آوازوں میں ہیر نہیں سنائی دیتی ------ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے سردارے۔"

"استاد!" سردارے چونک کر بولا۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"ہاں سردارے! میرے وطن نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے کیا کیا دیکھا۔ لیکن سردارے ------ میرے کھیتوں کے کسانوں' ان کے ہلوں سے بندھے ہوئے بیلوں کے گلے کی گھنٹیوں کی آواز پر ------ یہ سب کچھ قربان ایک بھی منظر تو ویسا نہیں۔"

"آج یہ سب کچھ کیسے یاد آ گیا استاد؟"

"بھولا کب ہوں سردارے ------ کبھی نہیں بھولا۔"

"لیکن استاد! اب تو تم مجبور نہیں ہو ------ ہم یہ دولت لے کر اپنے وطن بھی جا سکتے ہیں اور وہاں اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں سردارے! وطن ماں کے شکم کی مانند ہوتا ہے------ ماں کا دودھ متبرک ہوتا ہے سردارے------ میں وطن کی رگوں میں حرام کی کمائی کا خون نہیں دوڑاؤں گا------ یہ دولت حلال کی کمائی نہیں ہے۔ کیا میں اپنے وطن کی پاک زمین کو حرام کی دولت سے سجاؤں گا------ اور سردارے! مجھے اپنی ماں سے شکایت بھی ہے۔ اس نے مجھے سوتیلا بیٹا کیوں سمجھ لیا تھا------ کیوں مجھے اپنی آغوش سے پرے دھکیل دیا تھا------"

"استاد!" سردارے کرب سے بولا۔

"میں کبھی وہاں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں کبھی اس پاکیزہ زمین پر اپنے گندے قدم نہیں رکھوں گا سردارے!" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

اور سردارے پریشانی سے مجھے دیکھتا رہ گیا------ "شاید میں نے غلط وقت پر غلط بات کہہ دی۔ جانے دو استاد------ آؤ------ وہ دیکھو! شاید کلائیس اور ایلیسن آ رہی ہیں۔"

اور میں ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا جو مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک آ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

کلائیس مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ آئی اور ایلیسن دور ہی سے سردارے کو اشارہ کرنے لگی۔

"جاؤ۔ وہ تمہیں احمق بنانے آ گئی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"اس وقت تو وہ فرشتہ رحمت ہی بن کر آئی ہے۔ آپ مسٹر لارل کی تشنگی درست کریں مس کلائیس------ میں بھی اس سے اپنے بھیجے کی اوورہالنگ کرا لوں" سردارے اٹھتا ہوا بولا------ اور وہ ایلیسن کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک طرف لے گیا------ کلائیس مسکراتی ہوئی میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میں جذبات کے اس بھنور سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا جس میں سردارے کی گفتگو نے مجھے پھنسا دیا تھا۔

"ہیلو مسٹر لارل!"

"ہیلو کلائیس------ کیا پیو گی؟"

"جو آپ پلا دیں۔"

"زہر پیو گی؟"

"کاش------ یہ ممکن ہو" کلائیس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں------ کیا تم واقعی زہر پینے کی خواہش مند ہو؟" میں نے پوچھا۔ میرا موڈ ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔

"اگر آپ کے ہاتھوں ملے------"

"جذباتی گفتگو کر رہی ہو"

"نہیں۔ یہ حقیقی گفتگو ہے" کلائیس نے سنجیدہ ہو کر کہا "آپ نے ایک کھنڈر کو نئی عمارت میں تبدیل کر دیا ہے مسٹر لارل------ ایک ایسے کھنڈر کو جسے دنیا والوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا دیا تھا ورنہ اس عمارت کو تعمیر ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔"

"اوہ کلائیس! تم اس بات کو بھول نہیں سکتیں؟"

"زندگی کی پہلی خوشی کون بھول سکتا ہے" کلائیس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔

"پلیز کلائیس! افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھی کافی پریشان ہوں۔"

"کیوں؟" کلائیس نے اپنی نم آلود آنکھیں مجھ پر گاڑ دیں۔

"میں نہیں بتا سکتا کلائیس------ نجانے کیوں میں بہت اداس ہوں۔ میرا ذہن عجیب سی خلش کا شکار ہے۔ اس وقت پلیز اس وقت کوئی رنجیدہ ماحول پیدا نہ کرو۔ کلائیس------ ڈیئر کلائیس! مجھے تمہاری ہنسی کی ضرورت ہے' میں تمہارے قہقہے سننا چاہتا ہوں"۔

اور کلائیس نے فوراً" آنسو پونچھ لیے اور دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگی۔ "میرے مالک! میرے آقا! تجھے جس چیز کی ضرورت ہو' میں تجھے وہی پیش کر دوں" اس نے بہت ہی جذباتی لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے پر ہنس پڑا۔

"کلائیس پلیز------ میں کہتا ہوں پلیز اس موڈ سے نکل آؤ"۔

اور کلائیس میری بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔

"جو آپ چاہیں------"

"نہیں۔ جواب مجھ پر نہ چھوڑو۔ میں تمہاری خواہش معلوم کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"تو پھر کافی پلوا دیں" کلائیس نے کہا اور میں نے دور کھڑے ہوئے ایک ملازم کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔ مقامی آدمی تھا------ لیکن یہاں کے لوگ بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ میں خود بھی ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔

"کافی" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

میں چند ساعت کی خاموشی سے کلائیس کی شکل دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا "گٹار سنو گی؟"

"ایں!" وہ چونک پڑی۔

"ارے بھئی گٹار------ کیا تم گٹار سے واقف نہیں ہو؟"

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر حیران کیوں ہو؟"

"میں------ دراصل وہ' کیا آپ سنائیں گے گٹار؟"

"نہیں------ یہ بات نہیں ہے۔ میرا مقصد ہے آج تک' کبھی اتنے عرصے میں' میں نے آپ کے ہاتھ میں گٹار نہیں دیکھا"۔

"آج دیکھ لو" میں نے کہا۔

اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا------ پھر میں نے کلائیس کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کر اندر چلا گیا------ کچھ دیر کے بعد میں اپنا گٹار لے کر کلائیس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

میرے ہاتھوں میں گٹار دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ پر مسرت لہجے میں بولی:

"یہ میرے لیے نیا تجربہ ہوگا" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر لارل! آپ کی شخصیت کا صرف ایک پہلو میرے سامنے تھا اور میں نہیں جانتی تھی کہ آپ فنون لطیفہ سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں"۔

"ہوں-----" میں نے آہستہ سے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ گٹار میں نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا-----پھر میں نے اس کے تار چھیڑ دیے۔

بے معنی سے نغمے فضا میں بلند ہونے لگے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یوں محسوس ہوا جیسے بکھرے ہوئے سر یکجا ہونے لگے ہوں-----اور یکجا ہونے کے بعد وہ ایسی لے اختیار کر رہے ہوں جو دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے-----نجانے ماحول کا اثر تھا یا میرے موڈ کا' یا شاید اتنے عرصے کے بعد گٹار ہاتھ میں لیا تھا اور گٹار مجھ سے شکوہ کر رہا تھا' نغمے نے اتنی دردناک دھن اختیار کی کہ میں بے خود ہو گیا-----مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ کلا ئیس بھی کسی پتھر کی مورتی کی مانند ساکت اور خاموش تھی۔

ماحول اتنا پر سکون ہو گیا کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ میں کلا ئیس کو بھی بھول چکا تھا-----گٹار سے نغمہ ابل رہا تھا-----ایسا نغمہ' جس کی لے فضا کو مہکا رہی تھی۔

دیر تک میری انگلیاں گٹار کے تاروں سے کھیلتی رہیں اور میں فضاؤں میں محو پرواز رہا-----مجھے اپنے ماحول کا ہوش نہیں رہا تھا۔ درحقیقت گٹار کے تاروں نے مجھے سکون بخشا تھا-----سردارے کی بات نے جو آگ میرے ذہن میں لگا دی تھی' اس پر نغمے کی تہیں جم گئی تھیں۔

نجانے کب میں گٹار کی دنیا سے باہر نکلا۔ پھر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کلا ئیس کے ساتھ سردارے اور ایلیسن بھی موجود تھے۔ وہ سب پاگلوں کی طرح مجھے دیکھ رہے تھے-----اور پھر جب سحر ٹوٹا تو ایلیسن دیوانہ وار میری طرف بڑھ آئی۔

"مسٹر لارل-----مسٹر لارل! مائی گاڈ! آپ-----آپ گٹار بجا رہے تھے یا-----یا آگ لگا رہے تھے......"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آرام سے گٹار کے تاروں سے کھیلتا رہا۔ جو جمود میرے ذہن طاری تھا' وہ ٹوٹ گیا تھا-----اور کلا ئیس بدستور پتھر کے بت کی مانند مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کی جانب دیکھا اور گٹار میز پر رکھ دیا۔ تب کلا ئیس نے ایک گہری سانس لی اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میرا خیال ہے کلا ئیس-----تمہیں یہ نغمہ پسند نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"لیکن کلا ئیس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی' پھر اس ہونٹوں سے آہستہ سے نکلا "تم اینجل ہو-----"

"میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سرہلاتے ہوئے کہا "نہیں کلا ئیس----نہیں۔ میں اسی زمین کا ایک ناکارہ انسان ہوں' ایک حقیر کیڑا-----"

"میں نہیں مان سکتی-----" کلا ئیس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ وہ اور جذباتی ہو گئی تھی

تب سردارے آگے بڑھا اور آہستہ سے بولا "استاد! ابھی تک تمہارا موڈ درست نہیں ہوا؟"

"نہیں سردارے! ایسی کوئی بات نہیں ہے' اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا میں تمہیں پریشان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہوں؟"

"مگر استاد-----یہ نغمہ......"

"اوہ' مسٹر ہولڈن-----مسٹر ہولڈن! کیا آپ نے اس سے پہلے بھی مسٹر لارل سے گٹار پر نغمے سنے ہیں؟"

"ہاں' بہت سنے ہیں" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مگر-----مگر میں تو کہتی ہوں-----میں تو کہتی ہوں کہ اگر یہ نغمہ ایمسٹرڈیم کے کسی ایسے علاقے میں بجایا جائے جہاں اس کے قدردان موجود ہوں تو میرا خیال ہے کہ آدھے لوگ مسٹر لارل کے پیچھے لگ جائیں گے"۔

"اوہ پلیز ایلیسن-----ایسا کبھی نہ کرنا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایلیسن شرارت سے مسکرانے لگی۔

"لیکن مسٹر لارل! آپ اپنے اس فن کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کیوں رکھے ہوئے ہیں؟"

"اس لیے کہ دنیا ہر نظر آنے والی چیز چھین لیتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"لیکن آپ کا فن آپ سے کوئی چھین نہ سکے گا"۔

"تم کیا جانو ایلیسن! لوگ آنکھوں سے روشنی چھین لیتے ہیں' میرے ہاتھ سے گٹار چھیننا کون سا مشکل کام ہے" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

سردارے جلدی سے سر اٹھا کر بولا "دیکھو استاد! اشارہ مل رہا ہے"۔

"اوہ" میں ہنس پڑا-----واقعی عجیب سا موڈ ہو رہا تھا۔ اس وقت ذہنی کیفیت اعتدال میں نہیں تھی-----ملازم ٹرالی میں چائے اور کافی کے برتن سجائے ہمارے پاس پہنچ گیا اور چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔

کلا ئیس پر گہرا اثر محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولی "لارل! ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے؟"

"کیوں نہیں" میں نے جولانی میں آ کر پھر گٹار اٹھا لیا" ہنسنا چاہتی ہو یا رونا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے' ہنسانا چاہو' ہنسا دو-----رلانا چاہو' رلا دو"۔

"تو پھر مسکراؤ ڈیر کلا ئیس!" میں نے کہا اور میری مشاق انگلیاں گٹار کے تاروں پر پھسلنے لگیں۔

مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے گٹار سے میری گہری وابستگی ہو' اس کے تاروں کے سر میرے جلیس ہوں اور میرے دل کے تمام راز چھپائے ہوئے ہوں-----میں ہنسا تو تار بھی ہنس پڑے اور یہ ہنسی فضا میں بکھر گئی۔

کلا ئیس' ایلیسن اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ میں ان کی نگاہوں میں ایک عجیب و غریب مخلوق بن گیا تھا-----میں انہیں ہنسا بھی نہیں سکتا تھا اور رلا بھی نہیں سکتا تھا اور پھر ہنستا ہوا نغمہ عروج پر پہنچنے لگا۔ میں نے یہاں اسے اپنے فن کے کمال میں ڈھال دیا-----اور جب اچانک اس کی ہنسی کلائمکس پر پہنچی تو گٹار سے ایک درد بھری آواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھری' اور پھر یہ درد بھری آواز فضا میں پھیلتی چلی گئی۔

ہونٹ سکڑنے لگے تھے' اچانک نغمہ دلوں کو چھونے لگا تھا اور آہستہ آہستہ چہروں پر اداسی کی تہیں چڑھ گئیں۔

لیکن یہ اداسی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی' ایک بار پھر مسکراہٹ ابھری اور اس کے بعد میں نے گٹار رکھ دیا۔

"لارل ---- مائی ڈیر لارل!" ایلسن میرے نزدیک آ گئی ---- اور سردارے زور سے کھنکارا۔

لیکن ایلسن نے اس کی پروا نہیں کی تھی' وہ میرے نزدیک پہنچ کر میرے داہنے رخسار کو بوسہ دیتی ہوئی بولی "بلاشبہ تم سروں کے جادوگر ہو ---- لارل! لارل! میں تو چاہتی ہوں کہ تمہارا یہ جادو عام ہو جائے"۔

"اوہ ایلسن! فضول باتیں مت کرو۔ میں ایک میوزیشن کی حیثیت سے دنیا کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا' میرا اپنا ایک Status ہے' میری اپنی ایک حیثیت ہے' بس یہ نغمے تمہارے لیے تھے۔ تم لوگوں کو میں نے اپنے دل کی آواز سنائی تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ---- اوہ' دیکھو کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے ---- مجھے کافی تو دو" میں نے کہا اور کلائیس مسرور انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسے میرا یہ انداز بے حد پسند آیا تھا۔ شاید اسے اس میں اپنائیت کی بو محسوس ہوئی تھی لیکن میں اس احمق لڑکی کو اپنا کیسے سمجھ سکتا تھا۔

دنیا کا ہر فرد میرے لیے اجنبی تھا۔ میں تو اس زمین کا باشندہ ہی نہیں تھا۔ کم از کم میں تو یہی محسوس کرتا تھا ---- اگر میں بھی اسی زمین کا باشندہ یا تخلیق ہوتا' تب یہ لوگ مجھے سینے سے نہ لگاتے' مجھے میرے وطن سے دور کیوں کیا جاتا؟ مجھ سے میری معصومیت کیوں چھینی جاتی؟

سارے احساسات اب بھی میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن میں ان کا اظہار نہیں چاہتا تھا ---- جو کچھ ہوتا رہا تھا' وہ اب تک مجھے ڈرامہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے فضا کو تبدیل کر دیا تھا۔

وہ لوگ کافی پیتے رہے' میری تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے اور میں خاموشی سے سنتا رہا۔

کلائیس ابھی تک شاید گٹار کے سحر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ کھل کر ہنس بھی نہیں رہی تھی۔ بس اس کی سوئی سوئی سی کیفیت تھی۔ میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ لیکن فی الوقت اس سلسلے میں اس سے بات کرنا مناسب نہ تھا ---- پھر میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "کلائیس! تم آج رات واپس نہ جاؤ"

"نہیں جاؤں گی" اس نے آہستہ سے کہا اور سردارے ایلسن کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایلسن! کیا میں اس سلسلے میں بدنصیب ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں ڈیر ہولڈن" ایلسن مسکرا کر بولی۔

"کیا تم یہاں نہیں رہو گی؟"

"کیوں نہیں ---- اگر تم حکم دو...... تو میں زندگی بھر یہاں رہ سکتی ہوں" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں نہیں ---- میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا' تم بے فکر رہو' ہاں اگر آج چاہو تو یہاں رہ جاؤ"۔

"ضرور" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور بولی "یہ گٹار کے تار نجانے ہمیں کہاں سے کھینچ لائے تھے لیکن بہر صورت چلو اس کے ساتھ کافی بھی مل گئی اور مسٹر لارل نے جو کچھ کیا' اس سے ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو نمایاں ہو گیا۔ اب تو کبھی کبھی ان سے فرمائش بھی کی جا سکے گی" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور کلائیس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا "آؤ کلائیس! باغ کے ایک گوشے میں چلتے ہیں جہاں پھول کھلے ہوئے ہیں" میں کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"کلائیس خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگی۔ راستے میں اس نے آہستہ سے میرا بازو پکڑا اور کہنے لگی "تم سچ مچ اینجل ہو"

"نہیں کلائیس! براہ کرم مجھے ان الفاظ سے مخاطب نہ کیا کرو" میں نے لجاجت سے کہا۔

"لیکن کیوں ---- کیا تم اینجل نہیں ہو؟"

"کلائیس ----" میں نے سخت لہجے میں کہا اور کلائیس حیرانی سے میرا منہ دیکھنے لگی ---- میں نے اس کے چہرے کو سکڑتے ہوئے دیکھا اور نرم لہجے میں اس سے مخاطب ہوا "فرشتوں کے تقدس کو پامال مت کرو"۔

"نجانے کیوں تم ایسی باتیں کرنے لگتے ہو؟" کلائیس نے کہا۔

اور میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے کلائیس ---- میں خود کو اس قدر پست اور پنچ انسان سمجھتا ہوں کہ تم مجھے جب فرشتہ کہتی ہو تو میرے ذہن پر چوٹ لگتی ہے۔ براہ کرم اب مجھے فرشتہ نہ کہنا"۔

"لیکن تمہارے احساس' تمہارے انداز' خدا کی پناہ ---- گٹار پر تمہاری انگلیاں اس طرح چلتی ہیں کہ انسان کا دل کھنچ آتا ہے' پوری جان لرزنے لگتی ہے' یوں لگتا ہے جیسے ہم سب کی زندگیاں تمہاری مٹھی میں ہوں۔ تم یقین کرو لارل ---- تمہیں اپنے اس فن کا احساس نہیں ہے' ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ تم دنیا کے بہت بڑے فنکار ہو؟"

"ہاں' فنکار تو میں ہوں ---- لیکن میرا فن گٹار کے تاروں سے پوشیدہ نہیں ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

اور کلائیس نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی' پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن لارل! تم کچھ بھی کہو' میں جو سوچ رہی ہوں' سوچتی رہوں گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری ناراضگی کے خیال سے کبھی تمہیں دوبارہ نہیں کہوں گی" کلائیس نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور اب اس عقیدت مند لڑکی سے کیا کہتا ---- یہ اس کا اپنا مسئلہ تھا اور اس سے اس سلسلے میں کچھ کہنا فضول ہی تھا۔

رات کلائیس اور ایلسن نے ہمارے ساتھ ہی گزاری۔ اکثر یہ لڑکیاں ہمارے پاس آ جایا کرتی تھیں اور فطرتاً اتنی اچھی تھیں کہ بری نہیں لگتی تھیں اور نہ ہی کسی مسئلے میں رکاوٹ بنتی تھیں۔ ان کی حیثیت اچھے دوستوں کی سی تھی اور اپنی فطرت کا جو نیا روپ ہم نے اختیار کیا تھا' اس میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچھے دوستوں کی موجودگی بھی ضروری تھی تاکہ ہماری اپنی حیثیت برقرار رہے۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ چلی گئیں لیکن میری سوچ' میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ میں سوچتا رہا کہ کچھ کروں------ لیکن کیا کروں' یہ میرے ذہن میں ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس سلسلے میں' میں نے سردارے سے مشورہ کیا۔

"سردارے! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے' جیسے زندگی تھم سی گئی ہو" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں استاد------ تیز دوڑتے رہنے کے بعد جب کچھ وقفہ ہوتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم کچھ رک سے گئے ہیں' زندگی تھم سی گئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ وقفہ دوبارہ دوڑنے کی تیاری کے لیے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ہم جو کچھ کر رہے ہیں' ہمیں اس سے بھی آگے کچھ اور بھی کرنا ہے" سردارے نے جواب دیا "ابھی تو ہم ستا رہے ہیں' اس کے بعد دوبارہ دوڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔

"سردارے! تم مجھ سے ہمیشہ پروگرام کے بارے میں پوچھا کرتے تھے' اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہماری دوسری دوڑ کہاں تک ہوگی؟"

"استاد! سردارے کا امتحان لے رہے ہو یا اس کا مذاق اڑا رہے ہو؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہ امتحان لے رہا ہوں اور نہ مذاق اڑا رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر استاد کے آگے شاگردوں کی استادی کیسے چل سکتی ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"لفظوں سے مت کھیلو سردارے! درحقیقت تمہاری کل کی گفتگو سے نجانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا سوار ہو گیا ہے"۔

"مجھے پورا پورا احساس ہے استاد! غلطی ہو گئی' مجھے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں تھیں------ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن تم نے جو کچھ کہا تھا استاد------ میں اس سے پورے طور پر متفق ہوں------ ہمیں یہیں رہ کر سب کچھ کرنا ہے اور یہیں کریں گے۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں گے اور کس طرح کریں گے' ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے ساری دنیا میں مقبول ہوتے جا رہے ہیں' اس وقت جتنے آرڈرز جمع ہو چکے ہیں' میرا خیال ہے اگر ہم دن رات کھلونے ہی تیار کریں' تب بھی ہم مکمل طور پر آرڈرز سپلائی نہیں کر سکیں گے اور بہر صورت یہ ہماری کامیابی ہے" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "سردارے! یہ ہماری کامیابی نہیں ہے"۔

"کیوں استاد؟"

"نجانے کیوں' سردارے بعض اوقات تمہارے سوچنے کے انداز میں بچکانہ پن پیدا ہو جاتا ہے"۔

"استاد! میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا میری زندگی کا مقصد صرف کھلونوں کا کاروبار تھا' کیا میرے راستے یہاں تک آ کر محدود ہو جاتے ہیں کہ میں ایک عمدہ سی فرم قائم کروں' اس کے بعد وہاں باس بن کر بیٹھ جاؤں اور فرم کمائی کرتی رہے"۔

"استاد کی طرت سے تو یہ بات کچھ ذہن میں نہیں جمتی------" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے' اس کے تحت میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' ابھی میں نے اس کا آغاز نہیں کیا ہے لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ عملی زندگی شروع کرنے میں زیادہ وقت نہ صرف کیا جائے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' اسے التواء میں ڈالنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کام فوری طور پر کر لینا چاہتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد------ پھر------؟" سردارے نے پوچھا۔

"دیکھو سردارے! ہم ہاؤس آف ٹوائز کے دو سیکشن بنائیں گے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سیکشن؟" سردارے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں سردارے! اب ہمیں ایسے کاریگروں کی ضرورت ہے جو کھلونے بنانا جانتے ہوں' لیکن جن کے ذہن اپنی آمدنی سے مطمئن نہ ہوں اور وہ زندگی میں کچھ آگے بڑھنا چاہتے ہوں" میں نے جواب دیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے استاد؟"

"تم ایسا کرو کہ ہارڈی اور جیکسن کو طلب کر لو"۔

"کہاں استاد؟"

"وہیں جہاں ہم ان سے ملتے ہیں کیونکہ یہاں تو انہیں بلایا نہیں جا سکتا" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد------ تو پھر کب بلا لوں؟"

"بس آج شام کو تقریباً چار بجے"۔

"بہت بہتر استاد!" سردارے نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

ہارڈی اور جیکسن کو ہم نے اپنے اس خفیہ باس کا پیغام دیا جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ لیکن گروہ کے تمام افراد جانتے تھے کہ ایک ایسا باس انہیں کنٹرول کرتا ہے جو پوشیدہ رہنا چاہتا ہے۔

پیغام سن کر ہارڈی اور جیکسن سوچ میں پڑ گئے اور انہوں نے آہستہ لہجے میں کہا "ٹھیک ہے مسٹر لارل اور مسٹر ہولڈن! لیکن اس کے لیے کچھ زیادہ تگ و دو کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایسے لوگ ہماری نظروں میں تو نہیں ہیں"۔

"تگ و دو سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ ہے مسٹر لارل! کہ ہمیں ایسے لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا اور ظاہر ہے اس میں کچھ وقت بھی لگ جائے گا"۔

"میرا خیال ہے مسٹر ہارڈی------" درمیان میں جیکسن نے لقمہ دیا اور ہارڈی چونک کر اسے دیکھنے لگا "کیوں نہ ہم اس سلسلے میں گردو اسٹورز سے رابطہ قائم کریں------ اس کے ہاں جو لوگ کھلونے سپلائی کرتے ہیں' وہ بے حد معمولی لوگ ہیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم انہیں راضی کر لیں تو اپنی مرضی سے انہیں ڈھال سکتے ہیں"۔

"ہاں! تمہارا اندازہ درست ہے" ہارڈی نے جیکسن کی بات سے اتفاق کیا۔

"مسٹر لارل! باس نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ہم ایک ہفتے کے اندر اندر ایسے بہت سے لوگوں کو' جو اس سلسلے میں آپ کے معاون ہوں گے' آپ کے پاس لے آئیں گے"۔

"ٹھیک ہے مسٹر ہارڈی------ ڈائیاں وغیرہ ہاؤس آف ٹوائز سے حاصل کر لی جائیں گی لیکن اس کے لیے ایک الگ سیکشن قائم ہوگا' جہاں تھوڑے سے تجربات بھی ہوں گے اور ان تجربات کے بعد ہی ہماری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مطلوبہ اشیاء تیار ہو سکیں گی" میں نے کہا۔

"آپ باس سے کہہ دیجئے کہ ہارڈی اور جیکسن اپنے کام پر روانہ ہو چکے ہیں اور وہ جلد از جلد اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچا دیں گے"۔

"تھینک یو مسٹر ہارڈی!" میں نے کہا پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور مصافحہ کرکے چلے گئے۔

سردارے ابھی تک خاموش تھا۔ اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن ان کے جانے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو خفیہ باس! کیا آپ کے خفیہ اسسٹنٹ کو بھی پروگرام کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں؟"

"میرا خیال تھا کہ تم میرا پروگرام سمجھ چکے ہو گے سردارے! لیکن نجانے کیوں بعض اوقات تم ذہن کا استعمال بالکل ترک کر دیتے ہو"۔

"دراصل باس! کیا کہوں، شاگرد تو آپ ہی کا ہوں" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"سردارے! میں ایسے کاریگروں کے تحت ایک الگ سیکشن قائم کرنا چاہتا ہوں بلکہ تم یوں سمجھو کہ ہاؤس آف ٹوائز کو قائم کرنے کا مقصد ہی دراصل یہ تھا کہ میں اس کاروبار کو بڑی عمدگی سے جاری کر سکوں۔ نائیلون اور دوسرے مصالحوں میں منشیات کے مرکب کا استعمال ایک تجربہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تجربہ کامیاب رہے گا۔ اس سے قبل اسمگلنگ کے لیے جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں، ان میں کھلونے بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن صرف اس انداز میں کہ پلاسٹک، نائیلون یا کسی چیز کے کھلونے بنا کر ان کے خفیہ خانوں یا ڈبل تہوں میں منشیات بھر کر انہیں اسمگل کیا گیا ہے لیکن اس سے ان کھلونوں کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ پکڑے جاتے ہیں------ میں چاہتا ہوں کہ اس مرکب کی تیاری میں کوئی ایسی چیز استعمال کروں جسے باآسانی منشیات کے مرکب سے علیحدہ کیا جا سکے۔ تم یوں سمجھو کہ منشیات کے مرکب کا خول بنے اور اس کے اوپر نائیلون کا کوٹ کر دیا جائے------ تم نے محسوس کیا ہو گا کہ پلاسٹک کارڈ بنتے ہیں اور کارڈ پر پلاسٹک کا کوٹ کر دیا جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو کیمیائی طریقے سے یکجا کر کے کھلونے بنائے جائیں اور بعد میں ان پر پلاسٹک کوٹ کر دیا جائے۔ پھر وہ کھلونے جگہ جگہ بھیج دیے جائیں تاکہ ان کی کھپت ہو۔ میرا خیال ہے پھر ہم طویل عرصے تک اپنا کاروبار چلا سکتے ہیں۔ ہاؤس آف ٹوائز اس کے لیے ایک محفوظ گھر کی حیثیت رکھے گا کیونکہ اس ادارے کی ساکھ بن چکی ہے------ ہاؤس آف ٹوائز میں جو کھلونے تیار کیے جائیں گے، وہ صرف ان لوگوں کو دیے جائیں گے جو کھلونوں کے سوداگر ہیں اور اس خفیہ سیکشن میں جو کھلونے تیار ہوں گے وہ ان لوگوں کے پاس جائیں گے، جو ہمیں منشیات کے لیے آرڈر سپلائی کرتے ہیں"۔

سردارے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بہت ا[چھا] پروگرام ہے استاد! اور اب داد و تحسین کے الفاظ ادا کرنا حماقت محسوس ہوتی ہی۔ تم نے جو کچھ سوچا ہے بلاشبہ جدید ترین ہے لیکن کیا تمہیں یقین ہے استاد کہ منشیات کے محلول کو ہم ایسی شکل دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جو کھلونوں کے انداز میں تبدیل ہو سکے"۔

"ہاں سردارے! مجھے یقین ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جانتے ہو، میں تھوڑی بہت سائنس سے واقفیت رکھتا ہوں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں کسی بھی شے میں شامل کر دو، ان کی اپنی حیثیت ہمیشہ الگ ہوتی ہے۔ انہیں جب چاہو، اس شے سے علیحدہ کر لو۔ وہ علیحدہ ہو جائیں گی------ بس ایسے ہی کچھ کیمیائی اجزا کو افیم، کوکین، پیتھیڈین، چرس اور چرس کے محلول میں شامل کرکے اس قسم کی چیزیں تیار کر سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابتدائی تجربوں ہی میں ہم مکمل طور پر کامیاب رہیں گے۔ اگر تم چاہو تو نئے سیکشن کی ابتداء سے پہلے میں تمہیں اس کا تجربہ کرکے دکھا دوں"۔

"نہیں استاد! تمہاری بات پر مجھے ہمیشہ بھروسہ رہا ہے، اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جلد از جلد کام شروع ہو جائے۔ میرے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے استاد!"

"کچھ نہیں------ ہم نے جس سیکشن کے بارے میں فیصلہ کیا ہے، اسے عمارت نمبر تین کے خفیہ تہہ خانے میں شروع کیا جائے گا، وہیں ہم اس کا پلانٹ لگا لیں گے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

ایمسٹرڈیم میں ہم مختلف شخصیتیں رکھتے تھے۔ مقامی شہریوں کی حیثیت سے ہماری ایک علیحدہ پرسنیلٹی تھی۔ اس کے علاوہ مختلف لوگوں سے مختلف انداز میں ملتے تھے۔

مسٹر گرائن مجھے راجا نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے تھی، ہارڈی اور جیکسن لارل کی حیثیت سے-----

لیکن بلاشبہ مسٹر گرائن اور ان کی کمپنی نے مجھے بے حد فائدہ پہنچایا تھا۔ ان کے ذریعہ مجھے بے پناہ سہولتیں حاصل ہو گئی تھیں۔ مسٹر گرائن ایک انتہائی قابل اعتماد انسان تھے۔

انہیں صرف اس بات سے غرض تھی کہ انہیں کیا کرنا پڑ رہا ہے اور کیوں کرنا پڑ رہا ہے، کس لیے کرنا ہے، اس کا مقصد کیا ہے، یا پھر یہ کہ کون اس کام کو ان سے کرا رہا ہے------ اس سلسلے میں انہیں کبھی تردد نہیں ہوا تھا۔ غیر قانونی کاموں سے وہ عموماً بچتے تھے۔ گویا ان کا اپنا کاروبار صاف تھا اور ان کی شخصیت بالکل بے داغ تھی۔

چنانچہ میں نے ان کے سپرد بہت سے کام کر دیے تھے۔ یوں سمجھا جائے کہ مسٹر گرائن بھی ہاؤس آف ٹوائز میں ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے تو بے جا نہ ہو گا۔ ان کے مشورے اور تعاون سے میں نے ہمیشہ استفادہ حاصل کیا تھا۔ اس طرح میرے لیے آسانیاں ہی آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔

کبھی کبھی جب میرے ذہن پر بوجھ سوار ہوتا تو ایمسٹرڈیم کے نائٹ کلب اور ایسی ہی دوسری جگہیں ہمیں وقتی طور پر بہلا دیا کرتی تھیں۔ عموماً میں اور سردارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ کلائیس اور ایلسن سے مستقل دوستی تھی۔

کلائیس اس قسم کی لڑکی تھی کہ اس کے ساتھ ہر سلوک کیا جا سکتا تھا، وہ بے پناہ حساس اور بے حد محنتی لڑکی تھی۔ بعد میں کبھی اس نے میری طرف راغب ہونے کی کوشش نہیں کی------ ہاں جب ایک دو بار میں ہی کچھ جذباتی ہو گیا تو اس نے بہت ہی دلکش انداز میں میرے جذبات کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جسے وہ گریٹ اینجل کہتی ہے، وہ دنیا کی معصیت میں گھرا نظر آئے۔ لیکن اس معصوم لڑکی کو میری حیثیت کا پتہ ہی کب تھا۔ وہ تو مجھے بہت ہی شریف النفس فنکار سمجھتی تھی اور اس نے میرے بھٹکتے ہوئے ذہن کو اپنی دانست میں اپنی محبت کی پاکیزگی میں ضم کر لیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ کلائیس کی غیر موجودگی میں بعض اوقات ایسی تفریحات ہو جاتی تھیں جو پاکیزگی سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ میری شخصیت میں کون کون سے پہلو پنہاں ہیں۔

ہاؤس آف ٹوائز کا دوسرا سیکشن ہارڈی اور جیکسن کی مدد سے اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ اس میں دس ایسے کاریگر تھے جو ہماری شرائط پر کام کرنے پر تیار تھے۔ ان لوگوں سے عجیب و غریب قسم کے بانڈ بھروائے گئے تھے اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر یہاں سے کوئی بات باہر نکلی تو انہیں سرعام گولی مار دی جائے گی۔

انہیں ان کے کام کا معقول معاوضہ ملتا تھا اس لیے کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ ہمارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ بالآخر ہم تجرباتی دور میں داخل ہو گئے اور ہمارے پاس خوبصورت کھلونوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو گئی جس کی فنشنگ بہت ہی خوب تھی لیکن اندر سے انہیں منشیات کے مختلف مرکبات سے تیار کیا گیا تھا جبکہ بیرونی حصے پر پلاسٹک کا کام کیا گیا تھا۔ اس طرح اچھی خاصی چیکنگ کے باوجود یہ بات معلوم نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان کھلونوں میں کوئی گڑبڑ ہے۔۔۔۔۔ یا یہ پلاسٹک اور نائیلون سے نہیں بنائے گئے ہیں۔

ہم نے کھلونوں کو مختلف تجرباتی طریقوں سے آزمایا اور اس کے بعد اپنی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔

اب ہمیں ان کی بکنگ کی ضرورت تھی۔ سو میں نے سب سے پہلے سردارے سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ ”سردارے! میرا خیال ہے، تم ان منشیات کے مرکب کو اپنے طور پر آزما کر دیکھو“۔

”کس طرح استاد؟“

”ایمسٹرڈیم کے مختلف حصوں میں ہپیوں کے مختلف گروہ رہتے ہیں۔ تم ان میں جاؤ اور ان کی مقبولیت کا اندازہ لگاؤ۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا، جن لوگوں کا تم انتخاب کرو، وہ پاگل پن کی حدود میں نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ہر جگہ چرچا کرتے پھریں“۔

”ٹھیک ہے استاد! لیکن اس کے لیے لوگوں کا انتخاب کیسے کیا جائے؟“

”یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے سردارے! میں تو صرف ان لوگوں کی رائے جاننا چاہتا ہوں، یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں یا نہیں“۔

”ہوں“ سردارے گہری سانس لے کر بولا ”لیکن استاد اگر اس سلسلے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے“

”کیا مطلب؟“

”اگر تم بھی ساتھ ہو تو کوئی حرج ہے، استاد؟“

”کہاں؟“

”ہپیوں کے اس گروہ میں جہاں ہم اپنی خوبصورت ایجاد متعارف کرائیں گے“ سردارے نے کہا۔

”میں نے سوچا، واقعی اس میں کوئی حرج تو ہے نہیں، مجھے ویسے بھی کون سا کام ہے۔ چنانچہ ہم نے

طے کر لیا کہ دونوں ہی چلیں گے۔ پھر ہم نے حلیہ بھی ویسا ہی بنایا۔۔۔۔۔ میک اپ کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد ہم ٹہلتے ہوئے باہر نکل آئے اور اسی جانب چل دیے۔

میلے کچیلے کپڑے اور بکھرے بال ہمارے لیے اجنبی نہیں تھے۔ درجنوں بار اسی حالت میں ہم نے زندگی گزاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ ایمسٹرڈیم میں ہپیوں کو تلاش کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ یہاں ان لوگوں کے بہت سے ٹھکانے تھے۔ ہر جگہ ہپیوں کا کوئی نہ کوئی گروہ مل جاتا تھا۔

جھیل کے کنارے ہپیوں کا پڑاؤ تھا۔ خیمے لگے ہوئے تھے لیکن زیادہ تر لوگ کھلے آسمان کے نیچے تھے۔ وہی مخصوص انداز، وہی مخصوص مشاغل، جو ہپیوں کو عام لوگوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کے قریب پہنچ گئے۔

میں نے جیب سے چھوٹا سا حقہ نکالا اور اس میں چرس بھرنے لگا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی تھی جو نوجوان ہپیوں کے لیے ایسی کشش رکھتی تھی کہ وہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

چنانچہ کئی ہپی میرے اردگرد منڈلانے لگے۔ یہ وہ تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے ان میں سے ایک آدھ کو چرس کی تھوڑی تھوڑی مقدار ”تحفتاً“ دی جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ یہاں کا اصول یہی تھا۔ کسی تکلف کا سوال ہی نہیں تھا۔ بس ضرورت پوری ہو جائے، چاہے اس کا انداز کچھ بھی ہو۔

”نجانے کیوں استاد! یہ ہپی ہماری زندگی میں چپک کر رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔ گھوم پھر کر ہم بھی انہی میں شامل ہو جاتے ہیں اور ہمیں انہی سے واسطہ پڑتا رہا ہے“۔

”تو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے سردارے!“ میں نے کہا۔

”یہ بات نہیں ہے استاد!“

”پھر کیا بات ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میرے کہنے کا مطلب تھا استاد کہ ہم لوگ حیرت انگیز طور پر ان سے آملتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہمارے ستارے ان سے ملتے جلتے ہیں“۔

”یہ بات نہیں ہے سردارے۔۔۔۔۔ ہم نے جو کاروبار سنبھالا ہے، وہ انہی کے لیے ہے اور انہی میں مقبول ہے۔ گو اس وقت دنیا کی بیشتر آبادی اس چکر میں پھنسی ہوئی ہے لیکن چکر کا باعث زیادہ تر یہی سرپھرے ہیں۔ جو تارک الدنیا بھی ہوتے ہیں اور دنیا دار بھی۔ ان کے مشاغل دنیا کے کسی کام کے نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ ایک طرح سے یہ زمین پر بوجھ ہوتے ہیں لیکن زمین کو یہ بوجھ برداشت کرنا ہی پڑتا ہے“۔

”بالکل درست ہے استاد!“ سردارے ٹھوڑی کھجانے لگا۔ ”مگر۔۔۔۔۔۔“

”مگر کیا؟“

”جو لڑکیاں ہپی ہوتی ہیں، ان میں سے بعض۔۔۔۔۔۔“

”اچھا بکواس بند کرو۔۔۔۔۔ ہر جگہ لڑکیاں، لڑکیاں۔۔۔۔۔ تمہارے ذہن پر تو صرف لڑکیوں ہی کا قبضہ ہے۔ خبردار! ان میں سے ایک لڑکی بھی تمہارے قریب نہیں آنی چاہیے“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہو، جو استاد کا حکم۔ لیکن استاد! لڑکی تو ضروری ہے“

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں---- ضروری کیوں ہے؟"
"میرا مطلب ہے ہماری اس چیز کی صحیح پسندیدگی کا پتہ تو ان ہی سے چل سکتا ہے۔"
"جی نہیں" میں نے طنزیہ انداز میں سردارے کو گھورا---- اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر سردارے نے شاید یہی مناسب سمجھا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ جائے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا:
"استاد!"
"پھوٹو" میں نے کہا۔
"یہاں کتنی دیر تک قیام کا پروگرام ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں؟"
"میں اس آزمائش کی بات کر رہا ہوں---- ظاہر ہے کسی کی رائے معلوم ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"
"ہاں' جب تک ہمیں کسی کی رائے نہ معلوم ہو جائے' ہم یہیں رکیں گے" میں نے جواب دیا۔
"بس تو استاد---- پھر ہم دو الگ الگ حصے منتخب کر لیتے ہیں' تم اپنے طور پر کام کرو اور میں اپنے طور پر۔"
"ٹھیک ہے' دفعان ہو جاؤ۔"
"میں سمجھ گیا تھا کہ سردارے کیا چاہ رہا ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میری موجودگی میں اس کے لیے کھل کھیلنے کے مواقع کم تھے اس لیے اس نے یہ ترکیب نکالی تھی۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا' میں اس قسم کی کسی لغویت میں پڑنا نہیں چاہتا تھا---- نیا نیا کاروبار شروع کیا تھا اور اب میں ہر طرح سے محتاط رہنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ سردارے کی طرح مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش نہ ہوئی جہاں کوئی خوبصورت لڑکی بھی ہو' میں صرف کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

سردارے کے جانے کے بعد میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ سردارے مجھے نظر نہیں آیا تھا---- نجانے کہاں نکل گیا تھا۔ بالآخر میں تھک کر ایک جگہ لیٹ گیا۔ یہاں بھی چند ہپی چرس کے کش لگا رہے تھے۔

تب میری نگاہ ایک طرف بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی۔ تعجب کی بات تھی' اس لیے میری نظریں اس پر جم گئیں۔ اب تک میں نے ہپیوں میں ہر رنگ' ہر نسل کے لوگ دیکھے تھے لیکن اس جیسا شخص شاید پہلی بار مجھے نظر آیا تھا---- وہ جاپانی تھا اور اس سے قبل میں نے کسی جاپانی کو ہپی کے روپ میں نہیں دیکھا تھا۔

اس کے علاوہ عموماً جاپانی چھوٹے قد و قامت کے ہوتے ہیں جبکہ وہ شخص قد و قامت اور جسمانی لحاظ سے دیو نظر آتا تھا۔

چوڑے شانے' لمبے لمبے بال' خوفناک چہرہ جس پر چھوٹی داڑھی تھی' چہرے پر ابلتی ہوئی آنکھیں' جسم پر معمولی سا لباس' چہرے پر جاپانیوں کے مخصوص انداز کے مطابق گہری سنجیدگی چھائی ہوئی---- اور وہ سوچ میں ڈوبا ہوا اداس اداس سا بیٹھا ہوا تھا۔

نجانے کیوں مجھے اس کی شخصیت پر کشش معلوم ہوئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب

پہنچ گیا۔
"ہیلو!" میں نے بھاری آواز میں اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا---- اس کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار تھے۔
پھر کچھ یوں محسوس ہوا جیسے اس نے مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ اس نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے برا سا منہ بنایا۔
"ہیلو!" میں نے پھر کہا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
جاپانی نے عجب بیزار سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن جھکا دی۔
"کیسے خاموش بیٹھے ہو---- کیا تم انگلش نہیں سمجھتے؟" میں نے پوچھا۔
اس نے گردن ہلائی پھر انگلش میں بولا "ہاں میں انگلش سمجھتا ہوں۔"
"اوہ گڈ---- تب تو میں تم سے با آسانی گفتگو کر سکتا ہوں' میرا خیال ہے تم جاپانی ہو؟"
"تمہارا خیال ٹھیک ہے" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔
"یوں لگتا ہے جیسے تم ماحول سے بے حد بیزار ہو۔"
"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔
"میں نے ہمت نہیں ہاری اور اس کے تلخ جواب کے باوجود دوبارہ اسے مخاطب کیا اور کہا "میں نے جاپانیوں میں ہپی بہت کم دیکھے ہیں"۔
"تو آج دیکھ لو" اس نے بدستور ناگوار لہجے میں کہا اور اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔
"وہی بیزار بیزار سی کیفیت' وہی پر سکوت چہرہ' آنکھوں میں چھائی نیم دیوانگی کی سی حالت' جیسے مجبوراً" میرے سوالات کے جوابات دے رہا ہو۔
"ہاں آج دیکھ لیا---- کیا تم یہاں تنہا ہو؟" میں نے سوال کیا۔
"ہر شخص ہر جگہ تنہا ہوتا ہے" اس نے جواب دیا۔
"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مکمل طور سے ہپی ازم سے متاثر ہو" میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"میرے خیال میں ہپی ازم کوئی ازم نہیں بلکہ انسانیت کا ایک راستہ ہے۔ مجبور' کمزور اور بے بس انسان ایک ہی راستے پر چلتا ہے۔ لیکن اسی وقت' جب وہ خود کو پہچانے' دنیا نے طاقت کے جو راستے اپنائے ہیں' ان میں تباہی ہی تباہی ہے۔ چنانچہ اگر میں ہپی ازم سے متاثر ہوں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ میں نے انسانیت کا صحیح راستہ تلاش کر لیا ہے۔ نہ میں تباہ ہونا چاہتا ہوں' نہ کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہوں"۔
"تمہیں یقین ہے کہ یہ راستے تمہیں منزل تک لے جائیں گے؟"
"منزل ایک فریب ہے۔ میرے دوست! انسان اپنی مرضی سے کسی ایک جگہ کا تعین کر کے اسے منزل کا نام دے دیتا ہے۔ لیکن منزل کا نام تھکن کا دوسرا پہلو ہے۔ میرے نزدیک یہ تعین فضول ہے۔ تم بھی تو ایک ہپی ہو' کیا تم میرے خیالات سے متفق نہیں ہو؟" اس نے سوال کیا۔
"کیوں نہیں---- لیکن میرے نظریات کچھ اور ہیں" میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا مطلب ----- کیا تم ترلوکا کی تعلیمات سے باغی ہو؟"

"نہیں۔ میں ترلوکا کی تعلیمات سے باغی نہیں ہوں لیکن ترلوکا کی تعلیمات کے مختلف پہلو ہیں' جنہیں ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے" میں نے جواب دیا اور وہ سنجیدگی سے بولا:

"نہیں' ہرگز نہیں ----- میں نہیں مانتا۔ ترلوکا صرف ایک ہی بات کہتا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے' وہ ذہن کی گہرائیوں میں اترتا ہے۔ اور ہم اس لیے اس کی پیروی کرتے ہیں' ورنہ اس کے سوا ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے"۔

"خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تمہاری شخصیت میں ایک خاص کشش ہے اور تم مجھے پسند بھی آئے ہو۔ کیا میں تم سے دوستی کر سکتا ہوں؟"

"اوہ" جلپانی کے ہونٹوں پر پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم میں ابھی تک کچھ اچھائیاں موجود ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"دنیا میں ایک بھی شخص کسی ایسے انسان کو اچھا محسوس ہوتا ہے جس سے اس کی شناسائی نہ ہو تو پس پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان بذات خود اچھا ہے ----- اگر وہ خود اچھا ہے تو اسے اپنے مقابل کا شخص اچھائیوں کے ساتھ نظر آتا ہے اور اگر اس کی فطرت میں برائیاں ہیں تو وہ ہر ایک کے بارے میں یہی سوچتا ہے کہ ممکن ہے وہ فریب کی نقاب پہنے ہوئے ہو"۔

"یار تم تو خاصے منطقی نظر آتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا

"تمہاری اچھائی کا دوسرا ثبوت" جلپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ میں نے کھانے کے بارے میں پوچھا ہے' اس لیے....."

"یقیناً ورنہ اس دور میں بلکہ اس دنیا میں کوئی کسی سے ایسی باتیں نہیں پوچھتا' اس میں بڑے بڑے خطرات پائے جاتے ہیں"۔

"مثلاً"؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ مجھے وہ جلپانی خاصا پسند آیا تھا۔ ویسے بھی آدمی دلچسپ ہی تھا۔

"ارے بھئی! سیدھی سی بات ہے۔ اب اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو سنو۔ میں تین دن سے بھوکا ہوں اور پورے تین دن سے مجھے کوئی نشہ آور چیز بھی نہیں ملی ہے جس کی وجہ سے میرا یہ پہاڑ جیسا جسم بالکل مٹی کے ڈھیر کی مانند ہو گیا ہے' اپنی مرضی سے اٹھ بھی نہیں سکتا ----- اٹھوں گا تو حلق سے کراہ نکل جائے گی" اس نے جواب دیا "اور ان حالات میں تم جانتے ہو گے کہ چونکہ تم نے مجھ سے پوچھا ہے اور میں نے یہ بات تمہیں بتا دی ہے تو خود تمہارے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں' کیا تم اپنے فرائض کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہو؟"

"ہاں میرے دوست! میں تمہیں کھانا کھلا سکتا ہوں' رہا نشہ' اس کے لیے تو کھانے کے بعد ہی بات ہو گی"۔

جلپانی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ پھر وہ مسرور لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا "کیا میں اٹھوں؟"

"کیوں نہیں ----- جب میں نے تمہیں پسند کیا ہے اور تمہیں دوستی کے قابل سمجھا ہے تو پھر اب تکلف کا کیا سوال ہے ----- آؤ ہم تم کھانا کھائیں گے" میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گیا۔ اٹھتے وقت اس کے حلق سے کراہ نہیں نکلی تھی۔ شاید اس یقین کی وجہ سے کہ اب کھانا ملنے ہی والا ہے۔

اس کیمپنگ میں' دوسرے کیمپنگ کے اصولوں کے مطابق ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ ویسے بھی یہ کیمپنگ شہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد بازار آ جاتا' جہاں سے کھانے کی بہت سی چیزیں دستیاب ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے کیمپنگ ہی کے ایک چھوٹے سے ریستوران کا انتخاب کیا تھا۔ حالانکہ اسے ریستوران کہنا ریستوران کا مذاق ہی تھا۔ بس چند چیزیں سجائے ہوئے کچھ افراد بیٹھے تھے اور ہپی انہیں چھوٹی چھوٹی رقومات کے عوض خرید رہے تھے۔

میں نے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں دیکھیں۔ جلپانی ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر جب میں بہت سارا سامان لے کر ایک طرف بڑھا تو اس نے بھی میری مدد کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

"میرے دوست! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"۔

"آؤ بیٹھو" میں نے سامان نیچے رکھ دیا اور وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ "بس تم میری یہ مدد کرو کہ ان ساری چیزوں کو کھا لو"۔

"ساری چیزوں کو؟" اس نے خوشی سے کلکاری مارتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں"

"تم نہیں کھاؤ گے؟" اس نے دونوں ہاتھ کھانے کی جانب بڑھائے اور اس سوال کے بعد غالباً" وہ یہ سوال بھی بھول گیا کہ اس نے کیا سوال کیا تھا۔ بس کھانے میں ایسا مصروف ہوا کہ میں اس کی خوراک دیکھتا ہی رہ گیا۔

خدا کی پناہ! میں نے جو چیزیں خریدی تھیں' میرے خیال کے مطابق وہ دو تین آدمیوں کے لیے کافی تھیں اور مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ساری چیزوں کو اس طرح چٹ کر جائے گا۔ چند ہی ساعت کے بعد اس نے تمام پیکٹ اور برتن خالی کر دیے۔

"اور لاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ----- ایک دم سے اتنی چیزیں کھانا' میرے خیال میں مناسب نہیں کیونکہ تین دن سے بھوکا ہوں' معدے کو تھوڑی سی تکلیف دینا ہی ٹھیک ہے۔ فی الوقت اتنا ہی کافی ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ" اس نے ایک ڈکار لیتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا "تمہیں ایک بات جان کر حیرت ہو گی کہ اگرچہ میں نے تین دن کا بھوکا ہونے کے بعد کھانا کھایا ہے لیکن اس کھانے سے مجھے سستی نہیں ہو گی۔ میں پوری طرح چاق و چوبند رہوں گا بلکہ یوں سمجھو زندہ ہو گیا ہوں۔ بس اس زندگی میں حسن کی کمی رہ گئی ہے۔ میری آنکھیں ویران ہیں اور ماحول مجھے انتہائی بدرنگ نظر آ رہا ہے" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس دنیا کو حسین بنا دوں گا تمہارے لیے" میں نے کہا۔

"اب میں تمہیں فرشتہ کہنے میں بخل سے کام نہ لوں گا۔ اس دور میں صرف فرشتے ہی انسانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں' خود انسانوں سے اس کی توقع رکھنا فضول ہے" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" میں بے تکلفی سے بولا۔ پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹی سی پلاسٹک کی گڑیا نکال کر اس کے آگے کر دی۔

"اوہ ------ بے حد حسین۔ لیکن ------ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تمہارے لیے حیرت کا مقام ابھی نہیں آیا" میں نے کہا اور گڑیا کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مسلنے لگا۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پائپ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ جاپانی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گڑیا کو میں نے توڑ مروڑ دیا تھا۔ پھر میں نے اس کی گردن علیحدہ کر دی اور اس پر سے پلاسٹک کی جھلی اتارنے لگا۔

وہ حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ گڑیا کا خوبصورت چہرہ بدنما ہو گیا تھا۔ پھر میں نے اندرونی حصے کو نکال کر اس کے پائپ میں ٹھونس دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے تعجب سے کہا۔ لیکن میں نے جیب سے لائیٹر نکال لیا تھا۔

پھر میں نے پائپ اس کے منہ سے لگا دیا۔ ابھی تک وہ تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا جیسے وہ مجھے پاگل سمجھ رہا ہو لیکن میں نے لائیٹر جلا کر پائپ سے لگایا اور اس نے چار و ناچار ایک گہرا کش لیا۔ شاید وہ کچھ کچھ میرا مطلب سمجھ رہا تھا۔

دوسرے لمحے اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس نے پائپ جلدی سے منہ سے نکال کر اس میں موجود گڑیا کے سر کو دیکھا اور پھر دوبارہ اسے منہ میں دبا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے۔

پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "واہ ------ واہ' یہ کیا جادو ہے" اس نے حیرانی سے پوچھا "ارے واہ' ارے واہ' یہ ہے کیا چیز ------ واہ واہ کھوپڑی پر ڈنک مار رہی ہے" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

تب میں نے باقی گڑیا اس کی جانب بڑھائی اور اس نے جلدی سے اسے میرے ہاتھ سے لپک لیا۔ بچی ہوئی گڑیا کو وہ آنکھوں کے نزدیک کر کے غور سے دیکھنے لگا۔ "واہ میری جادو کی گڑیا واہ ------ واہ' تو تو عجیب چیز ہے' لیکن یہ ہے کیا میرے دوست؟" وہ گڑیا کے سحر سے نکلتے ہوئے بولا۔

"تم اسے استعمال کرو اور اس کے بعد اس کا نتیجہ مجھے بتاؤ"۔

"تعجب ہے۔ میں نے ایسا کھلونا پہلے کبھی نہیں دیکھا جو سوئے ہوئے دلوں کو یوں جگا دے" جاپانی شاعری پر اتر آیا تھا۔

لیکن یہ شاعری وہ انگریزی میں کر رہا تھا۔ اگر وہ اپنی مادری زبان میں یہی شاعری کرنے لگتا تو شاید میرے فرشتوں کو بھی اس کے اثر کی خبر نہ ہوتی۔ بلا کا پینے والا تھا' تھوڑی دیر کے بعد اس نے باقی گڑیا کو بھی اس میں ٹھونس کر پائپ بھر لیا۔ بچی ہوئی ننھی سی گڑیا پائپ میں کہیں سما گئی تھی اور جاپانی جلدی سے کش لینے لگا۔

اس کی آنکھوں میں نشہ اترتا چلا آ رہا تھا ------ ویسے بھی یہ چیز کافی تیز تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جاپانی اسے آدھی بھی برداشت نہ کر سکے گا لیکن وہ پیئے جا رہا تھا اور پھر آخری کش لیتے ہوئے پائپ اس کے

ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔

اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدا رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اب وہ جاپانی زبان میں نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا ------ اور یہ بہتر ہی تھا ------ کیونکہ اگر وہ انگریزی میں کچھ کہنے لگتا تو شاید وہ میرے لیے نقصان دہ ہوتا۔

بہت سارے ہپی جمع ہو گئے تھے۔ جاپانی کو اس طرح ہاتھ جوڑے بدبداتے ہوئے دیکھ کر شاید انہیں لطف آ رہا تھا۔

پھر جاپانی نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے لمحے اس نے دوسری ٹانگ بھی اٹھانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں دھماکے سے نیچے گر پڑا۔

نیچے گرنے کے بعد وہ پھر اٹھا ------ اس بار اس نے دونوں ہاتھوں کے بل نیچے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی ------ اور پھر بار بار وہ ایسی ہی کوششیں کرتا رہا اور ہر کوشش کے نتیجے میں گرتا رہا۔

اس کے ساتھ ہی وہ جاپانی زبان میں نعرے بھی لگا رہا تھا' عجیب و غریب قسم کے نعرے تھے۔ پھر وہ سہارا لے کر اٹھا اور ٹھمکے لگانے لگا۔ اس بار اس کے ناچنے کا انداز سو فیصدی عورتوں کا سا تھا۔

نجانے اس کے ذہن میں کیا سمائی تھی۔ میں بہر حال وہاں سے کھسک گیا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ ورنہ شاید وہ مجھے اس ہنگامے میں شریک کرنے کی کوشش کرتا اور شاید میری تعریف و توصیف کرتا ------ ایسی صورت میں یہ اچھا نہ ہوتا۔

میں دور ہی سے اسے دیکھتا رہا۔ جاپانی بڑی دیر تک ناچتا کودتا رہا۔ ہپی اس کے گرد کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے تھے۔ خاصا مجمع جمع ہو گیا تھا۔ لیکن جب جاپانی میں سدھ نہ رہی تو وہ زمین پر گر پڑا اور ہپی س کے چاروں طرف بیٹھ کر اس کی زندگی اور موت کا اندازہ کرنے لگے۔

ویسے یہ تو مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ ہے۔ بمشکل تمام میں نے لوگوں کے مجمع کو ہٹایا اور خود اس کے زدیک پہنچ گیا۔

"ہٹ جاؤ تم لوگ ------ میں اسے اٹھا کر لے جا رہا ہوں' یہ میرا ساتھی ہے" میں نے کہا۔

لیکن اس دیو ہیکل جاپانی کو اٹھا کر لے جانا بھی آسان بات نہیں تھی۔ اس کے لیے میں نے چند دمیوں سے مدد طلب کی اور اسے اٹھا کر ایک دور دراز حصے میں آ گیا اور وہیں پر میں نے اسے زمین پر لٹا دیا۔

اب مجھے اس شخص کی نگرانی کرنا تھی۔ ظاہر ہے مجھے مطلب کا آدمی مل گیا تھا اور میں نے اسے دل سے پسند کر لیا تھا۔

نجانے کتنے گھنٹے میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اب مجھے اس کی نگرانی کرنا تھی۔ میری نگاہیں چاروں رف بھٹک رہی تھیں۔ درحقیقت میں اس وقت خود کو کسی ایسی مظلوم ماں کی حیثیت سے محسوس کر رہا تھا' ں کا بیٹا آوارگیوں کا شکار ہو کر اس کے پاس پہنچا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ری جانب ہی آ رہا تھا۔ اور پھر وہ دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"ارے استاد! کیا ہوا ------ کیا ہوا؟"

"جو کچھ ہوا ہے تم خود دیکھ لو" میں نے کہا۔

"لیکن یہ تو جا...... جاپانی ہے" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری سمجھ میں نہیں آئی---- دوسرے لمحے جب میں سمجھا تو میرے ہونٹوں پر کھسیانی سی ہنسی آ گئی۔

"اچھا بکواس بند کرو---- اور ہاں' تم کہاں مر گئے تھے؟"

"بس استاد! تجربے کرتا پھر رہا تھا---- واہ' کیا بات ہے' جس نے دیکھا' جس نے چکھا' نہال ہی تو ہو گیا"۔

"ہوں---- یہ بھی نہال ہو گیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' تو یہ معاملہ ہے۔ مگر استاد! یہ تو جلپانی ہے---- کیا خدوخال ہی سے یہ جلپانی محسوس نہیں ہوتا؟"

"کیوں نہیں---- سوفیصدی" میں نے جواب دیا۔

"یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گیا؟"

"ایک کونے میں اداس بیٹھا ہوا تھا' بھوکا بھی تھا"۔

"مگر استاد! جلپانیوں میں ایسے تن و توش مشکل ہی سے نظر آتے ہیں"۔

"ہاں---- بہت کم"

"پھر اب تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو---- میں تو تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا" سردارے نے کہا۔

"سردارے! یہ تن و توش میرے لیے خاصا دلچسپ ہے"

"اوہ" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے پرخیال انداز میں جلپانی کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ "بات تو ٹھیک ہے استاد---- لیکن اب کیا کرو گے؟"

"فی الحال تو اس کی ڈھائی من کی لاش کو اٹھا کر کسی ایسی جگہ لے جانا ہے جہاں سے ہم اسے اپنی مرضی کے مطابق منتقل کر سکیں۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ اب کیا کریں۔ بہرصورت اس بات کا تو انداز ہو گیا کہ اس سلسلے میں جو تجربہ کیا گیا ہے' وہ مکمل طور سے کامیاب ہے"۔

"ہاں استاد! بالکل ٹھیک۔ رہا ڈھائی من کی لاش کا مسئلہ' تو یہ تو بتاؤ کہ اسے ایک ہی مرتبہ میں لے جاؤ گے؟"

"کیا مقصد؟" میں نے سردارے کو گھورا۔

"ایسا کرو' آدھا آدھا کیے لیتے ہیں---- سوا من تم لاد لو' سوا من میں لاد لوں گا---- نکالو چاقو؟" سردارے نے کہا۔

"اچھا بکواس بند کرو---- اٹھاؤ اس کو" میں نے کہا اور ہم دونوں اس جلپانی کو لاد کر چل پڑے۔ جس انداز میں جلپانی لدا ہوا تھا' اس سے تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ گھنٹوں ہوش میں نہیں آئے گا پوری گڑیا ہضم کر گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ گڑیا میں منشیات کے مرکب کی خاصی تیز مقدار تھی۔ جس تجربے کے لیے ہم یہاں آئے تھے' وہ تو ہو ہی چکا تھا اور اس کے نتیجے میں یہ جلپانی ہاتھ تھا---- اور یہاں کے لوگوں کی پسندیدگی کا بھی احساس ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے یہاں آنے کا مق پورا ہو چکا تھا۔

جس وقت ہم اسے اپنی رہائش گاہ پر لے کر پہنچے' اس کی بے ہوشی' نیم بے ہوشی میں تبدیل ہو

تھی۔ وہ کبھی کبھی مسکرانے لگتا اور کبھی اپنی زبان میں کچھ کہنے لگتا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مکمل ہی چت نہیں ہوا تھا۔ ابھی اس میں عقل باقی تھی۔

"میں نے جلپانی کو ایک کمرے میں ڈال دیا اور اس کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد میں اور سردارے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ نہانے وغیرہ کے بعد ہم واپس ایک کمرے میں آ گئے تھے اور اب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے پرخیال انداز میں سردارے کو مخاطب کیا" سردارے!"

"لیس باس!" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو! یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ یہ سلسلہ برا نہیں رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ کان جس طرح ہپیوں کے گروہ میں ہماری مصنوعات کو پسند کیا گیا ہے' اس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں ان کی آؤ بھگت ہو گی۔ مسئلہ صرف انہیں روشناس کرانے کا ہے اور اس کے لیے ہمیں موثر انداز میں کارروائی کرنا ہو گی"۔

"یقیناً استاد! اس میں کیا شک ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فی الوقت آپ اسے صرف ایمسٹر ڈیم میں ہی پھیلائیں گے؟"

"اہم سوال ہے استاد---- میرا خیال ہے' ہاؤس آف ٹوائز' ایمسٹر ڈیم کی اچھی خاصی مشہور فیکٹری ہے۔ اگر کبھی کسی حماقت کی بنا پر یہ مصنوعات کسی مقامی افسر کے ہاتھ لگ جائیں اور وہ مقامی کمپنیوں کے بارے میں سوچے تو ہاؤس آف ٹوائز اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے گا---- اس طرف اس کا متوجہ ہو جانا قدرتی امر ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک سردارے! بات تم نے پتے کی کہی ہے' اب مسئلہ یہ ہے کہ اس چیز سے نمٹا کیسے جائے؟"

"میرا خیال ہے استاد! اسے ایمسٹر ڈیم کے علاوہ دوسری مختلف جگہوں پر پھیلا دیا جائے"۔

"مناسب خیال ہے۔ میں تمہاری بات سے متفق ہوں"۔

"بس تو ٹھیک ہے استاد---- لیکن اس سلسلے میں کارروائی کرنے کا ذریعہ کیا ہو گا؟" سردارے نے پوچھا۔

"دیکھو سردارے! میں نے اپنے تمام کاروباری امور کا نگران مسٹر گرائن کو بنا دیا ہے اور بلاشبہ وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔ تاہم ان کے اندر ایک خوبی یا خرابی یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بھی' کسی بھی قیمت پر کوئی غیر قانونی کام جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور ہمیشہ ہر کام کی ایسی نوعیت تلاش کر لیتے ہیں جس میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس بات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہاؤس آف ٹوائز کے ایکسپورٹ کے سلسلے میں کوئی ایسا خفیہ خانہ بھی رکھا جائے جس کے تحت خاص قسم کے کھلونے خاص آرڈر پر سپلائی کیے جائیں۔ اس سے تجسس پیدا ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں کسی بھی ذہن میں کوئی تجسس بیدار ہو---- چنانچہ میں نے ایک ہی فیصلہ کیا ہے"

"کیا استاد؟"

"میں خود ہی سروے کروں گا اور خود ہی اس کے لیے آرڈرز بک کروں گا"۔

"خود ہی سے تمہاری کیا مراد ہے استاد؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یعنی میں ۔۔۔۔۔ صرف راجا نواز اصغر" میں نے جواب دیا۔

"صرف" سردارے گھمبیر آواز میں بولا۔

"ہاں ۔۔۔۔۔ اور سردار علی مقامی طور پر ہاؤس آف ٹوائز اور بالخصوص اس کے خفیہ سیکشن کی پروڈکشن کی نگرانی کرے گا" میں نے جواب دیا۔

"گویا پھر ایک طویل جدائی ۔۔۔۔۔" سردارے سینے پر ہاتھ رکھ کر المیہ انداز میں بولا۔

"سردارے! پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی"۔

"ٹھیک ہے استاد! آپ بے فکر رہیں۔ یہاں کا کام میں با آسانی سنبھال لوں گا" سردارے نے جواب دیا۔

میں کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند ساعت خاموشی رہی، پھر سردارے بولا "لیکن استاد! ابتدا کہاں سے کریں گے؟"

"میں فی الحال تو یورپ کے قریب قریب ملکوں کا دورہ کروں گا، کہیں بھی زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ جو کچھ ہم دیکھ چکے ہیں، اس سے بھی ہمیں معاونت حاصل ہوگی۔

"یعنی؟" سردارے نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

"میری مراد ہپیوں کے کیمپ اور ان اڈوں سے ہے جہاں منشیات کی کھپت ہے۔ میرا خیال ہے ان میں سے بہت سے ممالک کی یہ جگہیں تو ہماری نگاہ میں ہیں اور ظاہر ہے یہی ہماری سب سے بڑی منڈی بھی ہو سکتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے جواب دیا۔

"تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ سردارے نجانے کہاں کھویا ہوا تھا۔ تب میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اچانک جلپانی کا خیال میرے ذہن میں آ گیا تھا۔ سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کہاں استاد؟"

"آؤ دیکھیں ذرا ۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہم نے جلپانی کو بند کیا تھا۔

ہم لوگ بالکل صحیح وقت پر پہنچے تھے۔ کمرے کے دروازے پر زور زور سے دستک ہو رہی تھی۔ میں نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

جلپانی ہمارے سامنے تھا۔ وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اس کی شکل اس وقت عجیب سی ہو رہی تھی۔ ہم لوگ میک اپ میں تھے اس لیے وہ ہمیں پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جونہی میں نے دروازہ کھولا، وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر متحیرانہ انداز میں ہمیں دیکھنے لگا۔

"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ۔۔۔۔۔ آپ کون ہیں مسٹر؟" اس نے حسب معمول نہایت شرافت سے پوچھا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ آؤ ۔۔۔۔۔ کیا تم ٹھیک ہو بالکل؟"

"ہاں شاید" اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ میرے نزدیک آ کر کھڑا

ہو گیا تھا، پھر اس نے پوچھا "تم نے مجھے کمرے میں بند کر دیا تھا؟"

"ہاں"۔

"کیوں؟"

"میں نے سوچا تھا کہ تم آرام سے سوتے رہو۔ بند کرنے سے کوئی خاص مقصد نہیں تھا"۔

"لیکن تم، یہ جگہ ۔۔۔۔۔ میں یہاں کیسے آ گیا؟" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہم لائے تھے"۔

"کیوں؟"

"دراصل تم نے کوئی ایسا نشہ کر لیا تھا جس سے تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ تم سڑک پر دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے، کبھی گرتے تھے، کبھی اٹھتے تھے ۔۔۔۔۔ اور اسی دوران تم ہماری کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچے۔ کار سے اتر کر جب ہم تمہارے قریب پہنچے تو تم زمین پر گر کر بیہوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہم تمہیں اٹھا کر اپنے گھر لے آئے۔ یہاں لا کر تمہیں کچھ اس قسم کی اشیاء دی گئیں، جس سے تمہاری حالت درست ہو جائے"۔

"اوہ" جلپانی نے ہم دونوں کو تعجب سے دیکھا اور پھر شرمندہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا "جناب! میں اپنی گنجائش سے زیادہ پی گیا تھا"۔

"کوئی بات نہیں، آؤ بیٹھو ۔۔۔۔۔ تم سے متعارف ہو کے ہمیں خوشی ہوگی"۔

"لیکن جناب! میرا خیال ہے میں ۔۔۔۔۔ میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دی جائے"۔

"ارے کیوں ۔۔۔۔۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا؟"

"بس میں آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں، اس کے بعد باقی معاملات تو تکلفات ہی کہلائیں گے"۔

"آؤ پہلے تم سے کچھ دیر باتیں ہوں گی۔ اس کے بعد ہم تم اپنا اپنا مافی الضمیر کھل کر سمجھا سکیں گے"۔

"لیکن......"

"کچھ نہیں آؤ ۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور وہ شرمندہ سا میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم اسے لے کر لان پر آ گئے تھے۔ وہاں پر پڑی کرسیوں پر میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ وہ ابھی تک متحیر نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا پیو گے؟" میں نے پوچھا۔

"کک ۔۔۔۔۔ کچھ نہیں"۔

"نہیں، کچھ تو ضرور پینا پڑے گا۔ تم ہمارے مہمان ہو، ہم تمہیں لے کر آئے ہیں۔ تم اپنے ذہن میں کوئی خیال نہ لاؤ۔ ہر خوف دماغ سے نکال دو" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔

"پھر جو آپ پلا دیں" اس نے جواب دیا اور میں نے سردارے کو کچھ ہدایات دیں۔ سردارے اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ ہی دیر کے بعد کھانے پینے کی اشیاء اور چائے کا سامان لاؤنج پر پہنچ گیا۔۔۔۔۔ جاپانی نے شکرگزار نگاہوں سے ہمیں دیکھا تھا' پھر وہ آہستہ سے بولا:

"آپ لوگوں نے مجھے جو حیثیت' جو درجہ دیا ہے' میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ لیکن بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک اچھے انسان ہیں"۔

"اوہ مسٹر۔۔۔۔۔! ان تمام باتوں کو ذہن سے نکال دو۔ ہم سب یکساں ہیں' کوئی تخصیص نہیں ہے۔ تمہارے بدن کا پھٹا ہوا لباس تمہاری شخصیت کو نہیں چھپا سکتا۔ تم جو کچھ بھی ہو' اگر ہم اپنے آپ کو دیدہ ور سمجھتے ہیں تو بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں"۔

"سوائے اس کے کیا کہوں کہ آپ بہترین انسان ہیں"۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر شخص خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ہم دنیا کی تمام تر اچھائیاں یا برائیاں ایک شخص کی ذات میں جمع نہیں کر سکتے۔ میں تم سے ایک بار پھر کہوں گا کہ آرام سے بیٹھو' بے تکلفانہ ماحول پیدا کرو۔۔۔۔۔ ہاں' تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہراتا" اس نے جواب دیا۔

"خوب۔۔۔۔۔ جاپانی ہو نا؟"

"ہاں"

"لیکن میرے دوست! جاپانیوں میں عام طور سے ایسے افراد نہیں ملتے" میں نے کہا۔

"ہاں"۔

"تو پھر تم....." میں نے اپنا سوال ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ میں ہراتا کی آنکھوں میں اس کیفیت کو صاف محسوس کر سکتا تھا جو بڑی عجیب سی تھی۔

"میں اپنی قوم کے ماتھے کا سیاہ داغ ہوں" اس نے آہستگی سے کہا۔

خیر خیر' سیاہ داغ تو چاند کی پیشانی پر بھی ہوتا ہے لیکن وہ اس کی پیشانی پر خوشنما لگتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"دل کو سمجھانے کے لیے بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں' ویسے آپ کا نام کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام لارل ہے اور یہ میرے دوست مسٹر ہولڈن ہیں"۔

بہت خوب۔ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟"

"بس فنکار ہیں۔۔۔۔۔ ایک چھوٹی سی کمپنی ہے جس کے تحت کاروبار کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم تم میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے کیا استعمال کیا تھا؟ تم جیسے تن و توش کا آدمی معمولی چیزوں سے بے ہوش نہیں ہو سکتا" میں نے پوچھا۔

"ہاں بڑی حیرت انگیز' بڑی عجیب و غریب چیز' وہ پلاسٹک کی ایک گڑیا تھی جسے ایک غیر ملکی ہپی نے مجھے پیش کیا۔ لیکن پلاسٹک کے کوٹ کے نیچے ایک بہت ہی تیز نشہ آور چیز تھی۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے وہ مختلف نشہ آور ادویات کا مرکب تھا لیکن واہ واہ' کیا بات تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی اعلیٰ اتنی تیز چیز نہیں پی"۔

"خوب۔ گویا وہ تمہیں پسند آئی؟"

"پسند؟ میں کہتا ہوں کہ اب اس کے سامنے کچھ اور نگاہوں میں ٹھہر بھی نہیں سکتا"۔

"تو تم شراب کے نشے میں نہیں تھے؟"

"شراب۔۔۔۔۔ نہیں' میں شراب نہیں پیتا"۔

"ارے کیوں۔۔۔۔۔ حالانکہ نشہ آور چیزوں میں وہ سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے"۔

"لیکن وہ نشہ آور عمدہ چیز میری سب سے بڑی دشمن ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگا لی۔

"لیکن کیوں؟"

"دراصل میں کتنا ہی سخت سے سخت قسم کا نشہ کر لوں' ٹھیک رہتا ہوں۔ کوئی بہت ہی تیز نشہ مجھے کچھ دیر کے لیے گم کر دے تو کر دے البتہ شراب ایسی بدبخت چیز ہے کہ تھوڑی سی پی لیتا ہوں تو حواس خراب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان نشہ آور ادویات کے سامنے اس کا نشہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن شراب پی کر میں نے بڑے بڑے احمقانہ کام کیے ہیں' بڑی بڑی حماقتیں کی ہیں اور اس کے بعد جب ہوش میں آتا ہوں تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طویل عرصے سے میں نے شراب کو چھونا تک چھوڑ دیا ہے"۔

"واہ' تعجب کی بات ہے' حالانکہ نشہ آور چیزوں کے مقابلے میں شراب ابتدائی حیثیت رکھتی ہے"۔

"ہاں۔۔۔۔۔ لیکن میرے لیے اس کی انتہائی حیثیت ہے"۔ جاپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں ہراتا۔۔۔۔۔ تم اگر چاہو تو ہمیں اپنے دوستوں کی حیثیت سے ٹریٹ کر سکتے ہو۔ تمہاری شخصیت بے حد پر کشش ہے۔ کیوں نہ ہم لوگ کچھ وقت ساتھ گزاریں۔

"نہیں مسٹر لارل۔۔۔۔۔ مسٹر ہولڈن! آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی' بات دراصل یہ ہے کہ میں تو ایک قلاش انسان ہوں' میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے' یہاں تک کہ لباس بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتا"۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تم قطعی طور پر مجھ پر بوجھ نہیں ہو' بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔۔۔۔۔ کیا تم میری بات کو سچ تسلیم کر لوگے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہو' آپ اپنی گفتگو سے ہی اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں لیکن کیا میرے لیے یہ مناسب ہوگا؟"

"ہاں' دوستی قبول کرنا تو کوئی بری بات نہیں ہے" میں نے کہا اور وہ لاجواب سا ہو گیا۔

"پھر اس نے چائے کا پیالہ رکھ کر دونوں شانے ہلاتے ہوئے کہا "اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو سر آنکھوں پر۔ ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"تھینک یو مسٹر ہراتا" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر کہا "ہولڈن! مسٹر ہراتا اب ہم میں شامل ہو گئے ہیں' اس لیے تم ان کے لیے بندوبست کرو۔ میرا خیال ہے انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بندوبست کی اقسام؟" سردارے نے پوچھا۔
"بھئی! لباس' رہائش اور دوسری چیزیں"۔
"اوکے باس! لیکن میرا خیال ہے' مسٹر ہراتا کے بدن پر ہم دونوں میں سے کسی کا لباس نہیں آئے گا"۔
"وقت گزارنے کے لیے اسی سے کام چلاؤ۔ اس کے بعد تم مزید بندوبست کرو گے"۔
"اوہ مسٹر لارل! میرا خیال ہے تکلف نہ کریں۔ میں یونہی ٹھیک ہوں"۔
"نہیں ہراتا------ تم اس بارے میں کچھ نہیں بولو گے"۔
"اوہ جیسی آپ کی مرضی" دونوں اٹھ گئے اور سردارے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دونوں واپس آ گئے۔ ہراتا کے بدن پر میرا سوٹ تھا۔

میرا سوٹ کسی طور ہراتا کے بدن پر فٹ نہیں تھا۔ پتلون اور شرٹ اس کے بدن پر پھنس گئی تھی۔ لیکن ہراتا مسکرا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس سوٹ میں اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اب وہ کسی قدر بے تکلف بھی نظر آ رہا تھا۔

"رات ہو چکی تھی۔ ہم لوگ اب بھی لان پر ہی تھے۔ نہانے دھونے سے ہراتا کی شخصیت اور ابھر آئی تھی۔ میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ جاپانیوں میں وہ انتہائی مختلف اور نمایاں شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک انوکھا وقار تھا۔

"ہمیں اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گے ہراتا؟"

"میرے لیے آپ دونوں کی توجہ تعجب خیز ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کچھ لوگ میرے گرد بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے چاہت کا اظہار بھی کرتے تھے۔ میں انہیں اپنا سمجھتا تھا لیکن جب میں نے اپنی دنیا چھوڑی اور باہر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ جن لوگوں کو میں خودغرض سمجھتا تھا' وہی غنیمت تھا۔ محبتوں اور چاہتوں کا دور زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ پیچھے چلا گیا ہے۔ اب لوگوں کے پاس چاہت کے لیے وقت نہیں ہے۔ یوں سمجھیں مسٹر لارل! کہ جو کچھ میں چھوڑ آیا تھا' وہ باہر موجود نہیں تھا لیکن میری خودداری نے مجھے اپنوں میں واپس نہیں جانے دیا اور میں آگے بڑھتا رہا------ ابتدا میں مجھے چاہت اور اپنائیت کی طلب رہی------ ہر اس جگہ جہاں مجھے اس کی امید ہو سکتی تھی' میں پہنچا۔ لیکن مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ تب میں نے سوچا کہ گھر سے باہر نکل کر محبت کی بھیک مانگنا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اگر محبت ایسی ہی ارزاں شے ہے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی کیوں کی جائے۔ چنانچہ میں نے اس کا خیال ترک کر دیا۔ لیکن اب میں بھٹک رہا تھا۔ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ لیکن پھر عین اس وقت جب میں اس ماحول سے اکتا کر خودکشی کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ہپیوں کا ایک گروہ مجھے مل گیا۔ اتفاق سے ہی مجھے ان کے نزدیک بیٹھنے کا موقع مل گیا------ گرائن چوک میرا رہنما تھا۔ ایک تعلیم یافتہ اور بے حد باعلم شخص------ اس نے مجھے ہپی ازم کے بارے میں بتایا اور میں اس پر ایمان لے آیا۔ بے شک کمزور انسان بلاوجہ الجھتا ہے۔ وہ تنہا پیدا ہوتا ہے اور تنہا واپس جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ نظام قدرت کے تحت چند افراد اس کی ابتدائی ذمے داریاں قبول کر لیتے ہیں لیکن ان ذمے داریوں کے پورا ہونے کے بعد انسان کو ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ توقع ختم کر لینا چاہیے کہ وہ اس کے آخری سانس تک ساتھی ہیں۔ یہی نظام زندگی ہے اور اس کے خلاف چلنے والا پوری زندگی مختلف الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔ چنانچہ------ میں نے بھی اس ازم کو قبول کر لیا اور اس کے بعد------ زندگی کا ہر اصول توڑ لیا میں نے۔ بھلا اصول بھی کوئی حقیقت رکھتے ہیں" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں------ نواز یاد آ گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ نواز کا درد' درد تنہا نہیں ہے------ اور بھی ایسے ہیں جو اس دور میں تنہا ہیں۔ سب کی کہانی تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ یکساں ہے۔ مجھے اس سے بے پناہ محبت اور ہمدردی محسوس ہوئی۔

ہراتا خاموش ہو کر خلاؤں میں گھورنے لگا تھا۔

"وہ جو تمہارے ابتدائی ساتھی تھے' تمہیں یاد آتے ہوں گے ہراتا؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"یاد بھی انسان کی ایک کمزوری ہے' میں نے اس کمزوری پر بھی قابو پا لیا ہے' اب مجھے کوئی یاد نہیں آتا" اس نے کہا------ اور مسکرانے لگا۔

"ایمسٹرڈیم میں کب آئے ہراتا؟"

"وقت یاد نہیں' پھر بھی کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ یہاں کے لوگ بھیک دینے کے معاملے میں کنجوس ہیں یا پھر شاید جاپانیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود میں یہاں سے آگے جانے کے لیے رقم جمع نہیں کر سکا"۔

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے آج تک کبھی منزل کے بارے میں نہیں سوچا" اس نے جواب دیا اور میں بغور اسے دیکھنے لگا------ ہر رنگ میں نواز جھلک رہا تھا۔

"پھر بھی کوئی پروگرام تو ہوگا؟"

"یقین کرو میرے دوست! کوئی پروگرام نہیں۔ ایک مخصوص اسٹیج پر پہنچنے کے بعد میں نے پروگرام بنانا چھوڑ دیا ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اچھا ایک بات بتاؤ ہراتا------ ان حالات سے گزرنے کے بعد بھی اچھائیوں اور برائیوں پر یقین رکھتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں میرے دوست۔ بس کبھی کبھی دل میں ان چیزوں کا خیال آ جاتا ہے' ورنہ عام طور سے ان کے بارے میں نہیں سوچتا"۔

"ہمارے ساتھ رہو گے ہراتا؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"رہو گے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ہم دونوں دوست ہیں' ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارے مشاغل ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ اگر تم تیسرے دوست کی حیثیت اختیار کر لو تو کوئی حرج ہے؟"

"کسی خاص جذبے کے تحت یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"صرف دوستی کا جذبہ"

"گھاٹے میں رہو گے"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں؟"

"تم دونوں باحیثیت نظر آتے ہو جبکہ میں ایک قلاش و ناکارہ انسان ہوں' میری زندگی بے مقصد ہے' میں تمہارے کس کام آؤں گا"۔

"اس بات کو ہم پر چھوڑو------ قلاش ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ناکارہ ہونے کا احساس صرف تمہیں ہے' ہم تمہیں اپنے لیے کار آمد بنالیں گے"۔

"میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو دوست! میں کردار نام کی کوئی چیز نہیں رکھتا' نہ ہی اب خودداری وغیرہ کے بارے میں سوچتا ہوں۔ زندگی کا چونکہ کوئی مقصد نہیں ہے' اس لیے اگر تم جیسے جیب بھرے لوگوں کی دوستی کیا غلامی بھی مل جائے تو انکار نہیں کروں گا۔ یہاں مجھے کھانا ملے گا اور شاید زندگی کی دوسری آسائشیں بھی مل جائیں۔ ان کے عوض اگر صرف تمہیں خوش رکھنے کا کام کرنا پڑے تو کیا برا ہے۔ لیکن ایک ایماندار انسان کی حیثیت سے صاف صاف بتادینا چاہتا ہوں کہ اگر میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اسے ذہن سے نکال دو"۔

"ہمیں تم جیسے ناکارہ انسان ہی کی ضرورت ہے ہراتا------ اس لیے تم اس بات کی پرواہ مت کرو" میں نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ جب بھی احساس ہو جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے' کان پکڑ کر نکال دینا' یہ نہیں پوچھوں گا کہ کیوں نکال رہے ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ذہن میں اداسیاں در آئیں۔ انسان کتنا مسخ ہو گیا ہے۔ سردارے بھی متاثر نظر آرہا تھا۔

"مسٹر ہولڈن!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرے دوست ہراتا کو اس کی اصل شخصیت میں لانا تمہارا کام ہے"

"اوکے چیف!" سردارے نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اٹھ گئے۔

رات کے کھانے کے بعد میں نے ہراتا کو کچھ نشہ آور چیزیں دیں اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگا۔ اس شخص کو زندگی کی طرف واپس لانے میں زیادہ وقت نہیں ہوگی------ میں نے سوچا۔

ہراتا کے لیے ایک کمرہ درست کر دیا گیا تھا------ دوسری صبح میں براہ راست ناشتے کے کمرے میں پہنچا تھا اور وہیں ہراتا اور سردارے سے ملاقات ہوئی۔ ہراتا نے شیو بنا لیا تھا۔ بال البتہ اسی انداز میں بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کے بال بے حد خوبصورت تھے اور بہت ہی بھلے لگتے تھے اس کے چہرے پر------ یوں بھی یہ بال اس کے پروقار چہرے سے ہم آہنگ تھے۔ شیو بنانے کے بعد وہ اور شاندار معلوم ہونے لگا تھا۔ میں نے پسندیدگی کی نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔

اور پھر ناشتے کے دوران ہم بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ ہراتا رات کی بہ نسبت کافی بدلا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس نے میری رات کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔

"میرا خیال ہے خود آپ لوگ کوئی نشہ نہیں استعمال کرتے؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"باقاعدہ نہیں ہراتا------ لیکن کبھی کبھی اگر ضرورت پیش آجائے"۔

"صرف شراب پیتے ہیں؟"

"نہیں۔ سب چلتا ہے"۔

"کاش میں دوبارہ اس فرشتے کو تلاش کر سکتا جو آسمان سے اترا تھا اور آسمان ہی کا تحفہ لایا تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا شاندار نشہ نہیں کیا۔ عجیب چیز تھی' واہ------ اگر کبھی دوبارہ مل گئی تو------ تو میں تمہارے لیے ضرور لاؤں گا"۔

"ضرور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا مسٹر ہولڈن! آپ اپنے دوست مسٹر ہراتا کے لیے بندوبست کریں۔ میں اب ذرا اپنے کاروبار کو دیکھوں"۔

"اوکے چیف!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ان دونوں سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سردارے کے پاس الگ کار موجود تھی۔ اس لیے میں اپنی کار لے کر چل پڑا۔ پہلے مسٹر گرائن سے ملا اور ان سے ضروری امور پر گفتگو کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں فرم کے سرویئر کی حیثیت سے مختلف ملکوں کا دورہ کرنا چاہتا ہوں' اس کے لیے وہ بندوبست کر دیں۔ میں نے مسٹر گرائن سے اپنے دوست ہراتا کے بارے میں بھی کہا تھا۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ میں اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

"آپ اس کی تصاویر مجھے فراہم کر دیں۔ باقی کام میں خود کر لوں گا" اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر میں اپنی فرم کی عمارت میں آ گیا اور وہاں کچھ وقت گزارا------ لنچ میں نے دفتر ہی میں کیا تھا۔ البتہ شام کو چائے پر میں گھر پہنچ گیا۔

لان پر چائے کا بندوبست ہو رہا تھا لیکن ہراتا اور سردارے کو دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ ہراتا اپنے ناپ کے نہایت قیمتی اور شاندار سوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی شخصیت اس قدر شاندار نظر آ رہی تھی کہ رشک آتا تھا۔

میں مسکراتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا اور ہراتا کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو ہراتا------ کیسے ہو؟"

"خود کو پہچان نہیں سکتا" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت شاندار لگ رہے ہو" میں کرسی پر بیٹھتے ہوا بولا۔

"ہاں' لباس انسان کے بدن پر قابض ہے" اس نے کہا۔

"بیٹھو یار! یہ تکلفات اچھے نہیں ہوتے" میں نے کہا اور وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا اور پھر چائے آ گئی۔ "کیا مشاغل رہے ہولڈن؟"

"بس میں اور ہراتا کافی دیر تک آوارہ گردی کرتے رہے۔ ہراتا کی خواہش پر میں اس کیمپنگ کی طرف بھی گیا جہاں ہراتا کو وہ شخص ملا تھا جس نے اسے ایک گڑیا پیش کی تھی۔ ہراتا پورے کیمپنگ میں اسے تلاش کرتا پھرا تھا"۔

"لیکن ایسے لوگ بار بار نظر نہیں آتے' نجانے وہ کون تھا"۔

"ممکن ہے منشیات کی تجارت کرنے والے کسی گروہ نے اپنی مصنوعات روشناس کرانے کی کوشش کی ہو" میں نے ڈرائی فروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ورنہ اتنی شاندار چیز کہاں نظر آتی ہے"۔

"ویسے یہ تجارت بھی خوب ہے' کافی منافع بخش۔ کیوں ہراتا! اگر تمہیں وہ شخص دوبارہ نظر آ جائے تو تم کیوں نہ اس سے اس کی مصنوعات کی ایجنسی لے لو"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بے حد جاندار خیال ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ ہمارا خیال درست ہو" ہراتا نے پہلے پرجوش اور بعد میں سرد آواز میں کہا۔

"اگر وہ تمہیں دوبارہ مل جائے تو ایسی بات ہو تو تم اس کاروبار کے لیے تیار ہو جاؤ گے؟"

"حرج بھی کیا ہے مسٹر لارل ----- ہاں آج کی دنیا میں اس تجارت کو بہتر نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا"۔

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اس میں بے شمار خطرات مول لینا پڑتے ہیں" میں نے کہا۔

خطرات ----- خطرہ ایک فضول لفظ ہے۔ ہم اسے کسی مخصوص جگہ کیوں تلاش کرتے ہیں' اس کے لیے کسی ایک جگہ کا تعین کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو سانسوں کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ بس انسان کو خوف کی بھی ضرورت ہے دوسری چیزوں کے ساتھ ----- اس لیے اس نے یہ لفظ ایجاد کر لیا ہے"

"میری مراد قانون کے ان محافظوں سے ہے جو بین الاقوامی طور پر اس تجارت کو روکنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور پھر ظاہر ہے ہم علی الاعلان یہ کاروبار نہیں کر سکتے"۔

"تو علی الاعلان کیا ہی کیوں جائے۔ جس انداز میں دوسرے کرتے ہیں ہم بھی انہی لائنوں پر چلیں"۔

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو ہراتا؟"

"اس میں غیر سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ ہاں اگر میرے دوست نہ پسند کریں تو مجھے جرات نہ ہوگی"۔

"میں دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا ہراتا"

"کیا چیف؟" ہراتا نے پوچھا اور میں مسکرانے لگا۔ اس نے سردارے کی نقل کی تھی۔

"میں سوچ رہا تھا ہراتا ----- کہ اگر یہ دھندا منافع بخش ہو تو کیوں نہ ایک شاخ اس کی بھی کھول لی جائے جس کے انچارج تم ہو۔ اگر ہمیں ان لوگوں کی ایجنسی مل جائے جو کھلونوں کو اس طرح بنا کر منشیات سپلائی کرتے ہیں تو واقعی بہت منافع بخش ہو سکتا ہے یہ کاروبار"۔

"میں دعویٰ کرتا ہوں چیف کہ اس تجارت کی دنیا میں انقلاب آجائے گا"۔

"لیکن اسے کافی ذہانت سے کرنا ہوگا"۔

"ہراتا کو ایک بار ضرور آزماؤ"۔

"ٹھیک ہے' میں انہیں تلاش کروں گا۔ تم اس پروگرام کو ذہن میں رکھو" میں نے کہا۔ سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

رات کو جب ہراتا سونے چلا گیا تو اس نے میرے بیڈ روم پر حملہ کر دیا۔

"تو جناب نے یہ پروگرام ترتیب دیا ہے"۔

"کیا؟"

"یہ آپ کو دوران سفر اسسٹ کرے گا"۔

"ہاں' تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے یہی سوچا ہے"۔

"میں متفق ہوں۔ اسے دیکھ کر گولڈ مین یاد آتا ہے استاد! ویسے یہ بھی خوبیوں کا مالک ہے' بس ایک خرابی ہے"۔

"کیا؟"

"لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔ میں نے پوچھا تو بس ہنس کر ٹال گیا۔ دیکھنا بھی نہیں احمق کہیں گا"۔

"سب تمہاری طرح ذہین نہیں ہوتے ----- اور تمہاری کوئی گفتگو ہوئی؟ ----- کیا اندازہ لگایا اس کے بارے میں؟"

"بس ٹھیک ہے' کوئی گڑبڑ نظر نہیں آئی"۔

"تم نے اس کی کل والی گفتگو سنی تھی؟"

"بڑی موثر تھی باس ----- نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا تھا کہ ----- ایک طرح سے وہ دوسرا نواز ہے' میرا مطلب ہے اپنے ماضی کے حوالے سے"

"ہاں سردارے! تمہارا خیال درست ہے۔ واقعی اس کی آواز میں دوسرا نواز بول رہا تھا"۔

"لیکن باس! تم نے بڑی خوبصورتی سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ میں تمہاری صلاحیتوں پر بعض اوقات دنگ رہ جاتا ہوں"۔

"تیاریاں مکمل ہو رہی ہیں سردارے! میرا خیال ہے' دو چار دن میں' میں روانہ ہو جاؤں گا۔ کل تم ہراتا کی کچھ تصویریں بنا لو' پاسپورٹ وغیرہ کے لیے ضرورت ہوگی۔

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔

دوسری صبح سردارے نے جلدی سے آکر مجھے جگایا تھا۔ اس نے اتنی زور سے مجھے جھنجوڑا کہ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "کیا بات ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھائی جاپانی آج پھر گیا"۔

"کیا مطلب؟" میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"یقین کرو استاد! میں نے تو کوئی کھلونا مس بھی نہیں کیا' جو اس کے ہاتھ لگ گیا ہو"۔

"سردارے! آج صبح ہی صبح بکواس کا دورہ پڑا ہے کیا؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا' صرف کھڑکی تک چلو' اس کے بعد اندازہ لگا لینا۔" سردارے نے کہا۔ اور میں اسے گھورتا ہوا کھڑکی تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھا۔ ہراتا بری طرح اچھل کود رہا تھا۔ وہ شب خوابی کا لباس ہی پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں اس نے چوڑی پٹی باندھی ہوئی تھی اور اس کے بدن میں گویا بجلی دوڑ رہی تھی۔

سردارے تو اسے پاگل پن ہی سمجھا تھا لیکن میں اس کھیل سے ناواقف نہیں تھا ----- وہ جوڈو کراٹے کی مشق کر رہا تھا۔ بہر حال یہ تو جاپانیوں کا خاص مشغلہ تھا۔

"کمال ہے استاد! یہ ست سا انسان بہر حال پھرتیلا ہے۔ لیکن یہ اس کا قومی رقص ہے یا عبادت؟"

"قومی رقص نہ کہو سردارے' قومی فن کہو"۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کراٹے کی مشق کر رہا ہے"۔

"یہ مشق ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ لیکن ابتدائی نہیں بلکہ بہت بعد کی۔ اس فن میں کافی ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس فن سے دلچسپی رکھتے ہو تو اس کے ایکشن دیکھو۔ قیامت کے کس بل ہیں' واہ" میں نے کہا۔ درحقیقت ہراتا بہت شاندار داؤ نکال رہا تھا------ "سردارے! آؤ------ یہ تو واقعی دلکش چیز ہے" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلائے۔ میں نے بھی ہراتا کی مانند کمر پر ایک پٹی باندھ لی------ اور پھر ہم دونوں خاموشی سے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر میں نے کراٹے کے ماہروں کے سے انداز میں حلق سے ایک آواز نکالی اور سردارے اچھل کر دور ہٹ گیا۔ اب وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی ہراتا بھی چونک کر رک گیا تھا۔ اس نے مجھے ایکشن میں دیکھا تھا------ اور اس کے ہونٹوں پر مسرت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ نیچے ڈال دیے اور پھر رکوع کے انداز میں جھکا۔ میں بھی اسی کے انداز میں جھک کر سیدھا ہو گیا تھا۔

"بس یونہی مشق کر رہا تھا چیف" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہت عمدہ پریکٹس ہے تمہاری"۔

"مگر چیف! تم بھی کمر سے بیلٹ باندھے ہو"۔

"ہاں۔ تمہارے ساتھ مشق کرنا چاہتا ہوں"۔

"اوہ چیف! مسرت ہوئی یہ سن کر۔ لیکن......"

"ہاں۔ لیکن کیا؟"

"میں تمہارے ساتھ مشق نہیں کروں گا" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس چیف! میں تمہاری بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ غلام کی حیثیت سے میں تمہارے لیے لڑوں گا تم سے نہیں لڑوں گا"۔

"مگر میں لڑنے کی نہیں' مشق کی بات کر رہا ہوں" میں نے کہا۔

"مشق بھی نہیں کروں گا چیف" ہراتا نے کہا۔

"اوہ' ہراتا------ کوئی بات نہیں ہے' میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں۔ جس طرح چاہو کوشش کرو' مجھے اعتراض نہیں ہو گا"۔

"نہیں چیف! براہ کرم ایسے الفاظ مت استعمال کرو' براہ کرم' براہ کرم------" ہراتا دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں اور سردارے تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔

"کوئی خاص بات ہے ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس! کراٹے میرا مذہب ہے' میرا ایمان ہے اور جب بات ایمان کی آ جاتی ہے تو آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے' میں بھی انسان ہوں' میں بھی------ میں بھی------" وہ خاموش ہو گیا' پھر بولا: "ہاں تم کہو تو میں تمہیں اپنا فن دکھا دوں۔ دراصل چیف! اس کے لیے ہمیں ایک قسم کھانی پڑتی ہے"۔

"کیسی قسم؟"

"بہت مضبوط------ نہ ٹوٹنے والی اور یہ قسم ہمیں اس وقت دی جاتی ہے جب ہم تعلیم مکمل کر چکے ہوتے ہیں"۔

"کیا قسم ہوتی ہے؟"

"یہی کہ لڑو اس وقت' جب یقین ہو جائے' سامنے تمہارا دشمن ہے اور پھر کوئی رعایت نہ کرو' لیکن فن کو نمائش نہ بناؤ۔ اس سے حاصل کرو جو کچھ حاصل کر سکتے ہو"۔

"اوہ' بڑی عجیب قسم ہے"۔

"ہاں"

"تم اپنا فن دکھا رہے تھے"۔

"ہاں چیف! تمہارے لیے" ہراتا نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک ایسے درخت کے پاس پہنچ گیا جو زیادہ تناور نہیں تھا۔ پھر بھی بے حد مضبوط تھا اور اس کی شاخیں چاروں طرف نکلی ہوئی تھیں اور پھر ہراتا حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکال کر اچھلنے کودنے لگا۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی اور سردارے کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ جوڈو کے فن سے اتنا واقف نہیں تھا۔ لیکن میں اس کے مضبوط ایکشن دیکھ رہا تھا------ اور پھر سردارے کی ہنسی رک گئی۔ ہراتا نے اچھل کود کرتے ہوئے فضا میں چھلانگ لگائی اور پھر خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے کھڑے ہاتھ درخت کی شاخوں میں مارے۔

تڑاخ کی زوردار آوازیں ابھریں اور وہ دونوں موٹی شاخیں ٹوٹ گئیں------ لیکن بات یہیں تک نہ رہی' ہراتا زمین پر نہیں آیا تھا۔ اس نے فضا ہی میں دوبارہ بغیر کسی سہارے کے اچھل کر دوسری دو شاخیں توڑیں اور پھر زمین پر آ کر ایک لات پلٹ کر تنے میں ماری۔ اور میں اور سردارے یکدم پیچھے ہٹ گئے۔

"درخت کا تنا ٹوٹ گیا اور پھر وہ زمین پر آ رہا۔ پورے درخت کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ اس کی شاخیں جھول رہی تھیں۔ ہراتا پیچھے ہٹا اور پھر دونوں ہاتھ باندھ کر میرے سامنے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں نے خلوص دل سے اس فن میں اس کی برتری کا اعتراف کیا تھا۔ بلاشک اگر میں اس سے مقابلہ کرتا تو منہ کی کھانی پڑتی۔ اس طرح میری عزت بھی رہ گئی تھی۔ رہ گیا سردارے' تو وہ آنکھیں پھاڑے ہراتا کو گھور رہا تھا۔

"پروقار ہراتا سنجیدہ کھڑا تھا۔ پھر اس نے اپنے لباس کی آستین ہٹا کر سنہرے اور سیاہ رنگ کی ایک پٹی کھولی اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولا "یہ ہماری قسم ہے جب ہمیں کسی بڑے دشمن سے نمٹنا ہوتا ہے تو یہ مقدس عہد ہم پیشانی پر باندھ لیتے ہیں اور یہ عہد ہے کہ فنا ہو جائیں گے یا فنا کر دیں گے"۔

"کیا تم نے کسمپرسی کی زندگی میں کبھی اس فن کو آزمایا ہراتا؟"

"نہیں چیف! یقین کرو' ایک بار دو چوہوں نے مجھے مارا تھا اور خوب مارا تھا۔ معمولی سی بات تھی لیکن وہ میرے مقابلے کے نہیں تھے۔ اس لیے میں نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور مار کھاتا رہا"۔

"لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے ہراتا"۔

"کیا چیف؟"

"اس کام میں' جو تم شروع کرنے والے ہو' رحم سے کام نہیں چلے گا۔ اس میں تو قدم قدم پر تمہیں دشمنوں سے واسطہ پڑے گا"۔

"بشرطیکہ یقین ہو جائے کہ وہ دشمن ہیں۔ میں نے سارا فن سیکھا ہے۔ میں ہتھیاروں کا قائل نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔ اور ویسے بھی دوسرے ہتھیار میرے ہاتھوں میں آکر میرا بھرپور دفاع بن جاتے ہیں۔ میں صرف جوڈو کراٹے تک محدود نہیں ہوں"۔

"تم شاندار آدمی ہو ہراتا ------ ہمیں تمہارے فن کے بارے میں جان کر اور خوشی ہوئی ہے۔ ابھی اور مشق کرو گے یا؟"

"نہیں چیف بس"۔

"کیا تم ہمیشہ مشق کرتے ہو؟"

"اوہ نہیں۔ لیکن نئی زندگی پا کر میں دوبارہ اس طرف مائل ہو گیا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل میں مردہ ہو گیا تھا۔ چیف! تم جان چکے ہو گے کہ زندگی کو بہتر بنانا میرے جیسے انسان کے لیے مشکل نہیں ہے۔ لیکن ہر انسان بہت سی قوتوں کے باوجود کسی معمولی بات کے لیے مردانگی کھو بیٹھتا ہے"۔

" مثلاً"؟"

"بس مجھے احساس تھا کہ میں تن تنہا انسان ہوں' کسی کے لیے قابل توجہ نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے درست بنا کر میری رگوں میں بھی زندگی دوڑا دی ہے۔ وہ زندگی' جو یایوشا خاندان نے چھین لی تھی" ہراتا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔ "میرے اندر کا مرد زندہ ہو گیا ہے"۔

"یایوشا خاندان؟" میں نے سوال کیا۔

"آؤ چیف! ناشتے کی میز پر سب کچھ بتا دوں گا۔ بس مجھ میں ایک خوبی یا برائی ہے۔ اگر کسی کو اپنا سمجھتا ہوں تو پھر سوچتا ہوں کہ اس کے سامنے میری ذات پر کوئی ملمع نہ رہے اور وہ یہ نہ سوچے کہ ہراتا دوہری شخصیت گزار رہا ہے"۔

ہم سب اندر واپس آ گئے۔ میں نے ہراتا سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت طلب کی اور کہا "ہراتا! تم بھی غسل وغیرہ کرو اور ہم بھی نہا دھو کر ناشتے کے کمرے میں آتے ہیں"۔

"یس چیف!" اس نے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ آیا تھا۔

"دیکھا؟" میں نے اس سے کہا۔

"روشن ضمیر بھی ہو استاد ------ کیچڑ میں پڑے پھول کو اٹھا لیا۔ پتھروں کے ڈھیر سے ہیرا چھانٹ لیا۔ سچ بتاؤ کیا تمہیں اس کے ان اوصاف کا اندازہ ہو گیا تھا؟"

"نہیں سردارے! خواہ مخواہ بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بس اسے جاپانی دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ بے شمار ہپیوں میں' میں نے کسی جاپانی کو کبھی ہپی بنے نہیں دیکھا تھا ------ اور اس کی ایک خاص وجہ ہے"۔

"کیا استاد؟"

"دوسری جنگ عظیم سے پہلے یہ لوگ کیسے بھی رہے ہوں' لیکن ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کے بعد جاپانیوں میں ایک انوکھی تنظیم پیدا ہوئی ہے۔ گو جنگ عظیم میں جاپان کی شمولیت بھی اچانک اور تعجب خیز

تھی۔ لیکن اس کے بعد ------ میں انہیں دنیا کی زندہ قوموں میں تصور کرتا ہوں۔ اس کا بچہ بچہ وطن پرست اور محنتی ہوتا ہے۔ قومیں نوجوانوں کے بازوؤں میں پرورش پاتی ہیں۔ زوال پذیر یورپ اپنے نوجوانوں کے ایک بڑے طبقے کو کھو چکا ہے۔ لیکن جاپانی نوجوان مایوس نہیں ہے۔ ایسی شکل میں کسی جاپانی نوجوان کا اس شکل میں نظر آنا میرے لیے تعجب خیز تھا"۔

"ہوں" سردارے نے گہری سانس لی۔ "عجیب انسان ہے استاد! کیا تم اس سے مقابلہ کرنے جا رہے تھے؟"

"ہاں سردارے! اس کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا" میں نے فراخ دلی سے اعتراف کیا۔

"تمہارے لیے مشکل تھا استاد؟"

"سو فیصدی۔ وہ مجھ سے بہت آگے ہے"۔

"اتفاق سے ایک اور شاندار آدمی مل گیا ہے استاد! بشرطیکہ اندر سے صاف بھی نکلے۔ گولڈ مین کی یاد دل سے نہیں نکلتی"۔

"ہاں سردارے! بہرحال زندگی ایک اسکرین ہے جس پر مناظر بدلتے رہتے ہیں۔ پھر کسی دن یہ اسکرین تاریک ہو جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں دیکھتے"۔

"یہ یایوشا خاندان؟"

"بس اب جاؤ سردارے! میرا خیال ہے میں نے اس خاندان کے بارے میں سنا ہے۔ میں اس کے بارے میں اور جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔

"اوکے باس!" سردارے نے کہا اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جس وقت ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچے' ہراتا موجود تھا ------ ہمیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سلکی لبادے میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا وقار عجیب تھا۔

"ہاں ہراتا ------ تم یایوشا خاندان کے بارے میں بتا رہے تھے؟" میں نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں چیف! کیا تم نے کبھی اس خاندان کے بارے میں سنا ہے؟"

"یاد نہیں"۔

"جاپان کا قدیم شاہی خاندان۔ میں اسی خاندان کا شہزادہ ہوں"۔ ہراتا نے کہا اور سردارے کے حلق میں انڈا پھنس گیا۔ لیکن میں نے بغور ہراتا کو دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ میں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

"یہ خاندان آج بھی جاپان میں بے حد قابل احترام ہے۔ گو اقدار بدل چکے ہیں لیکن اس خاندان کو بلا تخصیص محترم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ہر فرد کو اعلیٰ عہدے پیش کیے گئے ہیں۔ حکومت بہت سے امور میں شاہی خاندان کی اجازت کے بغیر بہت کم اقدامات کرتی ہے۔ ہمارا خاندان آج بھی پوری طرح بااثر ہے۔ میں آخری شاہ کا پوتا ہوں اور مجھے شہزادے کا لقب حاصل ہے۔ حکومت میں مجھے گورنر تک کے عہدے کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے قبول نہیں کی۔ میرا رجحان مارشل آرٹس کی جانب تھا اور اس کے لیے میں نے اعلیٰ پیمانے پر تگ و دو کی تھی۔ بڑے بڑے "کمون" کی خدمت کی اور بے شمار کٹھن مراحل طے کیے تب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ حاصل ہو سکا۔ لیکن میرے خاندان کو یہ اچھل کود پسند نہیں تھی۔ چنانچہ مجھے کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور ان لوگوں کی مجھ سے بیزاری اس قدر بڑھی کہ میری توہین کی جانے لگی۔ تب میں نے ان سب کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد ----- آج میں تمہارے سامنے ہوں"۔

ہراتا کی کہانی بڑی تاثر انگیز تھی۔ ویسے اس پروقار شہزادے کو دل قبول کرتا تھا۔ میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو سچ تسلیم کیا۔

"پھر اب ----- اب تم کبھی جاپان واپس نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"بس ----- دوسرے بیزار ہوں تو برا نہیں لگتا ----- وہ ہمارے کوئی نہیں ہوتے۔ لیکن اپنے ہی دل توڑیں تو زیادہ تکلیف ہوتی ہے"۔

"ہاں' یہ تم نے درست کہا۔ میں نے مضمحل سی آواز میں کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے ہراتا سے کہا "ہراتا! تم نے جس خلوص سے اپنے بارے میں بتایا ہے' میں بھی تمہیں کچھ بتاؤں گا۔ آج تم میرے ساتھ چلو"۔

"ضرور چیف!"

"سردارے! تم فیکٹری دیکھو گے' میرا مطلب ہے نمونے....."

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ پھر میں اور ہراتا تیار ہو کر باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھے جا رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

ایک ہفتے کے اندر اندر ساری کارروائی مکمل ہو گئی جس کی اطلاع مسٹر گرائن نے دی تھی۔ اس دوران میں نے ہراتا کو پوری طرح پرکھ لیا تھا۔ اس کی رگوں میں یقیناً "صاف خون تھا اور اس کے عادات و اطوار سے بلند ظرفی ٹپکتی تھی۔ میرے نزدیک وہ ایک مکمل انسان تھا۔ میں کوئی انسانیت کی تلاش میں سرگرداں شخص تو تھا نہیں' اگر گروہ نہ بنا رہا ہوتا تو ہراتا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن اب میں ہر قسم کے لوگوں کی تلاش میں تھا۔

ایک آدھ دن میں باقی کارروائی بھی مکمل ہو گئی۔ ہم نے پہلا سفر ایک سمندری جہاز سے کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سردارے البتہ اس بات پر تھوڑا سا حیران ہوا تھا۔

"آخر سمندری سفر کیوں استاد؟"

"بس یونہی' کوئی خاص مقصد نہیں۔ میں کام کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا ہوں"۔

"اب تو ایک شک ہونے لگا ہے استاد!"

"کیا؟"

"یہ مسٹر ہراتا' مس ہراتا تو نہیں ہیں۔ آپ کی یہ عنایات' اور پھر سمندری سفر' جو صرف محبوباؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے"۔

"کیا تم نے اس کا فن نہیں دیکھا تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ایسی فنکار محبوبہ تلاش کر دوں

جو پیار ہی پیار میں تمہاری ہڈیاں توڑ دے"۔

"ارے نہیں استاد! تم کہاں تکلیف کرو گے" سردارے جلدی سے بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں اس سفر میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا"۔

"تمہاری یہاں موجودگی ضروری ہے سردارے ----- میں خفیہ زبان میں تمہیں آرڈر بھیجوں گا اور تم یہاں کام کرو گے"۔

"ایک بات کی اجازت اور چاہتا ہوں"۔

"ضرور ----- فرمائیے"۔

"یہ ایلسن اب بوڑھی ہو گئی ہے۔ مسکراتی ہے تو نچلا ہونٹ رو دینے کے انداز میں پھیل جاتا ہے۔ کیا میں کوئی نئی محبوبہ تلاش کر سکتا ہوں"۔

"اب تم سے یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ احتیاط ہر حال میں ضروری ہے"۔

"ہاں اتنا تو میں سمجھتا ہوں"۔

"بس تو ٹھیک ہے' اجازت" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کل روانہ ہو رہے ہیں؟" سردارے گہری سانس لے کر بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

میک اپ اب میری زندگی کے لیے بہت ضروری ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میک اپ کے سلسلے میں بھی میں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔ میرا خیال ہے شکل بدلنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ساری صورت پر پلاسٹک چپکائی جائے۔ چنانچہ اب میں نے اپنے چہرے پر معمولی معمولی تین تبدیلیاں کی تھیں۔ ناک کی بناوٹ میں معمولی سی تبدیلی' ٹھوڑی ذرا سی بھاری' اس کے علاوہ آنکھوں کے پپوٹوں پر تھوڑا سا وزن جس سے آنکھوں کی بناوٹ ہی بدل گئی تھی۔ باقی چہرہ صاف تھا۔ اسی میک اپ میں' میں نے گرائن کو پاسپورٹ کے لیے تصاویر دی تھیں۔

سردارے ہمیں بندرگاہ تک لے گیا اور پھر ہم خوبصورت ترین جہاز "سوان" پر سوار ہوئے۔ بڑا مہنگا جہاز تھا اور اسی مناسبت سے نفیس بھی۔ ہم دونوں کو جو کیبن دیا گیا تھا' وہ کشادہ اور مکمل طور سے ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ کسی سفری جہاز کے کیبن کے بجائے کسی اعلیٰ ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا تھا' جہاں زندگی کی ہر سہولت موجود تھی۔

سرونگ اسٹاف میں خوبصورت لڑکیاں تھیں اور ان لوگوں کے لیے بے حد آسانیاں تھیں جو اپنی دوستوں' بیویوں یا محبوباؤں کے ساتھ سفر نہیں کر رہے تھے' جیسے ہم ----- کیونکہ شپنگ کمپنی کی تنخواہوں کے علاوہ ان لڑکیوں کو اپنے طور پر کمانے کی اجازت بھی یقینی ہو گی۔ ہراتا بھی اس ماحول سے متاثر نظر آ رہا تھا لیکن اس نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جہاز نے بندرگاہ چھوڑ دی۔ ہم دونوں کیبن ہی میں رہے تھے۔ ابھی باہر نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ہراتا بھی ایک آرام کرسی میں دراز تھا اور ایک رسالہ دیکھ رہا تھا۔ جو جہاز کے سفر کے دوران پیش آنے والے حادثات کے بارے میں تھا۔

"تمہاری تعلیم کتنی ہے ہراتا؟"

"کافی پڑھا لکھا ہوں۔ دنیا کی سولہ زبانوں پر عبور ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ' بہت خوب' کون کون سی زبانوں پر؟" میں نے پوچھا اور وہ ان کی تفصیل بتلانے لگا۔
"یار! تمہاری تو ہر بات نرالی نکلتی ہے" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"آپ نے ایک بار مجھے اپنے بارے میں بتانے کی بات کی تھی' مسٹر لارل! لیکن اب تک کچھ نہیں بتایا"۔
"صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے ایک بات کہوں ہراتا" میں نے کہا۔
"ضرور"۔
"میں تمہیں پڑھ رہا تھا"۔
"اوہ' تب پھر میرا خیال ہے' میں ابھی تک آپ کے معیار پر پورا نہیں اترا" اس نے آہستہ سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں ----- اتر گئے ہو' لیکن میرے محتاط رہنے کی وجہ دوسری ہے ہراتا ----- اور جب تم اسے سنو گے تو تمہارے ذہن میں کدورت نہیں رہے گی"۔
"نہیں مسٹر لارل! براہ کرم آپ یقین کریں' میرے دل میں کوئی کدورت نہیں ہے۔ احتیاط بری چیز تو نہیں"۔
"تمہارا معاملہ' تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر منظر عام پر آبھی جائے تو حالات تمہاری مرضی پر ہوں گے۔ لیکن میں......"
"آپ نے میرے ذہن میں اشتیاق بڑھا دیا ہے مسٹر لارل!"
"میری زندگی کے رازدان صرف چند افراد ہیں ہراتا اور اب ان میں تم بھی شامل ہو رہے ہو' صرف اپنی بہتر شخصیت کی بنا پر"۔
"جی!" ہراتا نے رسالہ رکھ دیا اور میری طرف متوجہ ہو گیا۔
"تم جاپانی ہو ----- اور ----- میں پاکستانی" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔
"پاکستانی ----- ایشیائی؟" اس نے تعجب سے سوال کیا۔
"ہاں"۔
"لیکن ----- لیکن کیا آپ پاکستانی عیسائی ہیں؟"
"نہیں مسلمان ہوں"۔
"اوہ' اور آپ کے ساتھی مسٹر ہولڈن؟"
"اس کا نام سردار علی ہے' وہ بھی میرا ہم وطن ہے اور میں راجہ نواز اصغر ہوں ----- میرا نام نواز اصغر ہے"۔
"حیرت انگیز ----- زبردست حیرت انگیز۔ لیکن پھر......"
"تم سے متاثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میری کہانی تمہاری کہانی سے ملتی جلتی ہے۔ میں بھی راندۂ وطن ہوں میرے اپنوں نے بھی میرے وجود سے انکار کر دیا تھا۔ تب میں زندگی کے جال میں الجھتا ہوا حالات کی سڑکوں پر چلتا رہا' بے مقصد' بے کار ----- اور وقت نے جو راستے میرے لیے منتخب کیے' مجھے وہی اپنانے پڑے۔ میں نے منشیات کی اسمگلنگ کو ذریعہ معاش بنا لیا اور اب میں منشیات کا ایک بڑا اسمگلر ہوں"۔

"اوہ ----- اوہ" ہراتا بے چینی سے ہاتھ ملنے لگا۔
"تم نے اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا ہراتا؟"
"میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو خود ہی مجھے بتا دیں گے۔ دراصل میں اب آپ کی دوستی کھونا نہیں چاہتا۔ جب تک آپ مجھے اپنے قابل سمجھیں گے' میں آپ کے قدموں سے دور نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بدبختی پر آخری مہر ہوگی' اگر میں آپ کے لیے بھی ناپسندیدہ بن جاؤں"۔
"ہم دونوں زخمی ہیں ہراتا ----- اس لیے ایک دوسرے کے درد کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ پوری دنیا میرے لیے دشمنوں کی دنیا ہے۔ میں اس دنیا میں کسی سے ہمدردی نہیں رکھتا۔ بس جس وقت دل چاہا کسی کو دوست بنا لیا۔ یہ میری زندگی ہے۔ ہم دونوں اس لیے جدا نہ ہوں گے کہ ہم درد مشترک رکھتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"
"یقیناً" مسٹر لارل ----- اوہ' مجھے ایک بات بتائیں۔ میں آپ کو لارل کہوں یا نواز؟"
"لارل ہی ٹھیک ہے۔ میرا نام میرے زخموں کو تازہ کرتا ہے"۔
"اوکے چیف!" ہراتا نے کہا۔ پھر بولا "تو آپ مجھے اس سفر کا مقصد بتا رہے تھے؟"
"ہاں ہراتا ----- میں نے تمہاری پسندیدہ شے کی ایجنسی لے لی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"ٹھہرو" میں نے کہا اور پھر ایک خوبصورت بریف کیس اٹھا لایا۔ اس بریف کیس میں کھلونوں کے نمونے تھے۔ ہاؤس آف ٹوائز کے نمائندے کی حیثیت سے یہ سیمپل بکس میں نے ساتھ رکھا تھا۔ اس میں دونوں قسم کے کھلونے موجود تھے۔ میں نے بکس کھول دیا اور ہراتا اچھل پڑا۔
"ارے ----- یہ ----- یہ تو ----- یہ تو......"
"ہاں' رات کو میں تمہیں ان میں سے ایک دے دوں گا"۔
"اوہ ----- لیکن ----- لیکن مسٹر لارل! یہ کب ہوا ----- وہ لوگ آپ کو کیسے ملے اور کب آپ نے ان کے ساتھ گفتگو کی؟"
"ہراتا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں منشیات کا اسمگلر ہوں۔ اس سے پہلے میں یہ کام چھوٹے پیمانے پر کرتا رہا ہوں لیکن اب ----- میں نے اسے اعلیٰ پیمانے پر شروع کیا ہے۔ ایمسٹرڈیم میں میری فرم ہاؤس آف ٹوائز کے نام سے ہے اور اس کا ایک سیکشن یہ کھلونے تیار کرتا ہے جو دراصل منشیات کے مکسچر سے تیار کیے جاتے ہیں" میں نے بتایا۔ ہراتا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔
"تو وہاں کیمپ میں؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔
"ہاں' میرا ہی کوئی نمائندہ تمہیں ملا ہوگا" یہ بات میں نے اس سے چھپانا بہتر سمجھی ورنہ وہ یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ میں اب بھی کسی خاص مقصد کے تحت اسے دھوکا دے رہا ہوں"۔
"حیرت ہے۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے لیکن مسٹر لارل! یہ فارمولا کس کا ہے؟"
"خود میرا اپنا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اس کا مقصد ہے کہ آپ نے منشیات پر ریسرچ بھی کی ہے۔ افوہ' کیا غضب کی چیز ہے' میں آج تک نہیں بھول سکا''۔

''میں اسے مختلف آزمائشوں سے گزار چکا ہوں۔ تمہاری اس قدر پسندیدگی بھی ایک سند ہے''۔

''میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ کوشش منشیات کی دنیا میں تہلکہ مچادے گی''۔

''لوگ کھلونوں کے حصول میں دقت بھی نہیں محسوس کریں گے۔ میں اپنی اس دریافت کو پور یورپ میں پھیلا دوں گا۔ عام اسٹورز بھی ان کھلونوں کو فروخت کریں گے۔ اور ان کی قیمت بہت زیاد ہوگی۔ عام لوگ حیران ہوں گے کہ لوگ ان کھلونوں کو اتنی قیمت پر کیوں خرید لیتے ہیں لیکن لوگ خریدیں گے۔ اور یہ بات صرف وہ جانتے ہوں گے کہ ان میں کیا خوبی ہے۔ اس کے لیے ان کھلونوں پر خفیہ نشان ہوں گے اور ان کے بارے میں لٹریچر شوقین لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا''۔

''اوہ' ونڈر فل------ بلاشبہ------ بلاشبہ اس سلسلے میں جو ذہن کام کر رہا ہے' وہ معمولی نہیں ہے لیکن مجھے شدید حیرت ہے' شدید حیرت ہے''۔

''میں نے اپنے خلوص کا ثبوت دے دیا ہے ہراتا------ اب اس راز کو راز رکھنا تمہارا کام ہے میں نے کہا اور ہراتا نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھ دیا''۔

''میں اس راز کو اس مقدس عہد کی طرح رکھوں گا اور اس پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ ا زندگی کی قیمت پر بھی راز رکھوں گا''۔

''شکریہ ہراتا------ میرا خیال ہے ہم اپنے درمیان سے تکلفات کی یہ تمام دیواریں اٹھا ہیں اور اب ہم ایک دوسرے کے سامنے مکمل طور سے عریاں ہو چکے ہیں''۔

''بے شک مسٹر لارل! آپ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ میں بھی کوشش کروں گا آپ کے اس حسن سلوک کا بدلہ چکا دوں''۔

''بس تمہاری مخلصانہ دوستی ہی اس کا بدلہ ہے' اس کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے اس کا بدلہ ادا کر سکے'' میں نے کہا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔

''آؤ۔ اب باہر نکلیں------ جہاز بندرگاہ سے کافی دور پہنچ چکا ہوگا۔ ہمیں یہاں کافی دیر ہو ہے''۔

''ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا' آؤ باہر کی فضا دیکھیں'' ہراتا نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

جدید ترین جہاز کی رونق دیکھنے کے قابل تھی۔ حالانکہ ابھی کافی اجالا تھا' لیکن جہاز پر جگہ خوبصورت روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ابھی رات نہیں ہوئی تھی لیکن رات کی تاریکی میں یہ سماں قابل ہوگا۔

یہ روشنیاں خاص انداز میں لگائی گئی تھیں اور ان کے نیچے اس طرح سے چھوٹے چھوٹے فوار لگائے گئے تھے جن کا پانی ان کے رنگوں میں رنگا ہوا نیچے گر رہا تھا۔ اس کے علاوہ جہاز کے عرشے پر گارڈن لگایا گیا تھا جس میں پتلی پتلی کمان والی رنگین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں' جن پر لوگ بیٹھے خوش گپیاں کر ر تھے۔ اتنے خوبصورت انتظامات میں نے پہلے کبھی کسی جہاز میں نہیں دیکھے تھے۔

ہم لوگ بھی لان کی طرف بڑھ گئے اور پھر میں اور ہراتا دو کرسیاں سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ہم نے ا

لیے کافی طلب کر لی تھی۔

کافی کے سپ لیتے ہوئے ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ہراتا میری دوستی سے بے حد خوش تھا اور مختلف انداز میں اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے شہزادگی کے دور کے بہت سے قصے سنائے۔ ان لوگوں کے بارے میں بتایا جن سے ناراض ہو کر وہ گھر چھوڑ چکا تھا------ اور میں اسے جہلم کی باتیں سناتا رہا۔ سرسبز پنجاب کی حسین سرزمین' پانیوں سے جل تھل' جسے سن کر وہ بہت خوش ہوا تھا اور اسے دیکھنے کا خواہش مند بھی۔

وہ یہ جان کر بہت خوش ہوا تھا کہ میں بھی ایشیائی ہوں۔ میرے وطن کے قصے وہ بڑی دلچسپی سے سنتا رہا اور پھر رات ہو گئی۔ میں نے ہراتا سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو کیبن میں جا کر آرام کر سکتا ہے' یا پھر اس کا جہاں جی چاہے چلا جائے۔ میں تو جہاز کی سیر و تفریح میں مشغول رہوں گا------ ہراتا مسکرانے لگا۔

''یقیناً'' مسٹر لارل! میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ لیکن جہاں تک میرا سوال ہے' میں نے تو جب سے آنکھ کھولی ہے' دنیا کی شکایتوں میں مصروف رہا ہوں۔ آپ یقیناً'' کچھ اچھا دور بھی گزار چکے ہیں اس لیے آپ ان تفریحات میں بھرپور حصہ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن ہراتا! اب تو تمہاری زندگی کا رخ بدل چکا ہے۔ اگر تم چاہو تو ان تفریحات میں حصہ لینے سے تمہیں کون روک سکے گا''۔

''کوئی نہیں------ صرف میرا دل' میری فطرت جو مردہ ہو چکی ہے''۔

''نہیں ہراتا! میں تمہاری فطرت میں------ زندگی چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہاز کی تفریحات میں حصہ لو لیکن میری یہ خواہش ضرور ہے کہ گزرے ہوئے وقت کو تم اس طرح بھول جاؤ جیسے کبھی اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس طرح زندگی میں تلخیاں کم ہو جاتی ہیں۔ ہراتا ہمیں جو لمحات خوشیوں کے ملیں ہمیں ان کے حصول سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے------ البتہ جہاں تک خوشیوں کا مسئلہ ہے' وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پنہاں ہوتی ہیں' اور ہمیں ان خوشیوں سے دور نہیں بھاگنا چاہیے''۔

''ٹھیک ہے مسٹر لارل! میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن پورے طور سے نہیں'' ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پھر ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں جہاز کی تفریحات کی تلاش میں۔ ظاہر ہے میں زندگی سے دور کا انسان نہیں تھا۔ تمام تفریحات میرے لیے دلکشی رکھتی تھیں اور میں چاہتا تھا کہ جہاز پر موجود لوگوں سے ملاقات کروں اور جہاز کے ماحول سے پوری واقفیت حاصل کروں''۔

چنانچہ میں نے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور اس طرف بڑھ گیا۔ کافی خلقت یہاں پر جمع تھی۔ دراصل یہ بھی عرشے کا ہی ایک حصہ تھا۔ لوگوں کے نزدیک سے گزرتا ہوا میں آگے بڑھ گیا۔

لیکن میں نے ایک عجیب سی بات محسوس کی تھی۔ کھڑے ہوئے لوگ اداس اور چپ چپ تھے۔ ان کے درمیان ایک عورت بھی تھی۔ ایک نوجوان عورت' جس نے کالا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور دوسرے لوگ اسے تسلیاں دے رہے تھے۔

نجانے کیا حادثہ ہو گیا ہے بے چاری کے ساتھ' میں نے سوچا۔ مگر حادثات تو زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کا ایک جز ہیں۔ اگر اس عورت کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو اس میں کون سی تعجب کی بات تھی۔

میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ زیادہ عمر کی نہیں تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ سیاہ ماتمی لباس میں صاف نمایاں تھا۔ وہ کافی حسین تھی۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ انیس سال ہوگی۔ چہرے میں بڑی بھرپور جاذبیت تھی اور متناسب خدوخال اس وقت غم و اندوہ کا شکار ہو کر اور بھی حسین لگ رہے تھے۔ مجموعی طور پر وہ مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

یونہی میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ جاننا تو چاہیے کہ اسے کیا غم ہے میں نے اسے دیکھا اور پھر اس کے نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں کو ------ جو سب کے سب اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ اچھے لوگ نظر آ رہے تھے وہ سب' عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے' اچھی شکل و صورت کے مالک' لیکن اس وقت ان کے پاس جا کر اس بارے میں کوئی سوال کرنا بڑا عجیب سا محسوس ہوتا تھا' چنانچہ میں نے اپنی خواہش پر قابو پایا اور بہت دیر تک ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔

رات کو جہاز کے خوبصورت نائٹ کلب میں ایک میز پر وہی لڑکی اور اس کے دو ساتھی نظر آئے ------ لڑکی ابھی تک غمزدہ تھی' تب میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ایکسکیوز می! اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں" میں نے کہا۔

وہ تینوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ لڑکی غمزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی:

"تشریف رکھئے" اور میں بیٹھ گیا۔

"خاتون! انسان کو ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن بعض اوقات کسی کو دیکھ کر وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ میں نے آپ کو غمزدہ دیکھا تھا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو کیا غم ہے؟"

"اوہ' یہ مسز ایڈگر ہیں۔ مسٹر ایڈگر ایک حادثے میں انتقال کر گئے ہیں اور مسز ایڈگر ان کی لاش لے کر وطن واپس جا رہی ہیں" ایک شخص نے بتایا۔

"اوہو' تو یہ معاملہ ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر چند ہمدردی کے الفاظ ادا کر کے میں وہاں دیر تک بیٹھا رہا۔ لڑکی نے مجھ سے دو چار باتیں کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں کھلونوں کا سوداگر ہوں اور اپنی فرم کے نمائندے کی حیثیت سے سفر کر رہا ہوں۔

لڑکی اپنے شوہر کی خوبیاں بتانے لگی ------ اسٹیج پر پروگرام شروع ہو گئے تھے اور کافی دلچسپ تھے ------ لڑکی مسلسل اپنے شوہر کی خوبیاں گنوا رہی تھی جبکہ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

مجھے غیر متعلق پا کر لڑکی بھی پروگراموں میں دلچسپی لینے لگی۔ ویسے بھی وہ اتنی کم عمر تھی کہ ابھی سے بیوگی کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی تھی ------ شو کے دوران وہ مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی اور جب آدھی رات کو میں اٹھا تو اس نے مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ لے لیا تھا۔

جہاز پر دل بہلانے کی ابتدا ہو گئی تھی' چلو' اس بار ایک بیوہ ہی سہی ------ میں نے سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واپس آیا تو ہراتا بڑے اطمینان سے پڑا خراٹے لے رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

نیلے آسمان کی وسعتوں کے نیچے بے کراں اور تاحد نگاہ پھیلے ہوئے سمندر پر چمکدار دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورج کا چھوٹا سا گولہ سمندر کی گہرائیوں سے طلوع ہو کر روشنی بکھیر رہا تھا۔

میں نے عرشے پر کھڑے ہو کر گہری گہری انگڑائیاں لیں۔ ہراتا کو میں اس کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا کیونکہ ہراتا اپنی مخصوص ورزش کر رہا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ ورزش وہ اس وقت کھلی جگہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے مواقع فراہم کیے تھے اور اسے کیبن میں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

شب خوابی کے لباس کے اوپر ریشمی گون پہنے میں ریلنگ سے لگا ہوا کھڑا تھا کہ میں نے تھوڑے فاصلے پر اس لڑکی کو دیکھا جس سے رات کو میں نے بات کی تھی۔

مسز ایڈگر ------ میں اسے اسی نام سے جانتا تھا اور اس نام سے رات کو بھی مخاطب کرتا رہا تھا ------ میں نے اس کا اصل نام نہیں پوچھا تھا۔

اس نے دور ہی سے مجھے دیکھا اور میری طرف چلی آئی۔

میں نے ایک بات محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ یہ نوجوان لڑکی روایتی انداز میں غمزدہ تھی۔ دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یعنی وہ لوگ جو اسے تسلیاں دے رہے تھے' وہ ان کے سامنے زیادہ ہی افسردہ نظر آتی تھی۔

لیکن جب نائٹ کلب میں وہ مجھ سے باتیں کرنے بیٹھی تھی تو اس کی آواز کافی جاندار تھی اور اس آواز میں وہ غم و اندوہ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ یہ اس کی عمر کا تقاضا ہو ------ اس جوان عمری میں بیوگی خاصی دشوار چیز ہوتی ہے اور اس کے قواعد کی پابندی کرنا کسی ایسی لڑکی کے لیے بے پناہ مشکل ہوتا ہے۔

مسز ایڈگر اس وقت بھی سیاہ لباس میں تھیں لیکن بکھرے ہوئے بالوں اور خواب آلود آنکھوں کے ساتھ وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے نزدیک ہی بڑھ آئی تھی۔

"ہیلو ------" اس نے دور سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسز ایڈگر" میں نے بھی اسی انداز میں اس سے کہا جس میں تھوڑی سی بے تکلفی تھی اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا رنگ چھا گیا۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر لارل؟"

"بالکل ٹھیک" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام گوریا ہے" اس نے کہا۔

"پیارا نام ہے" میں نے اخلاقی طور پر جواب دینا ضروری سمجھا ورنہ اگر اس کا نام گوریا کی بجائے کچھ اور ہوتا تو میری صحت پر کیا اثر پڑتا۔

"کیا آپ کو میرا نام پسند آیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مسز ایڈگر کہلوانا اب میرے لیے خاصا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ براہ کرم مسٹر لارل آپ مجھے گوریا کے نام سے مخاطب کیا کیجئے"۔

"بہت بہتر مسز گوریا۔ میں خود بھی آپ کے لیے خاصا غمزدہ رہا۔ میں نے سوچا کہ اس عمر کی بیوگی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کتنی دشوار کن ہوتی ہے۔ انسان تو ان پابندیوں کو برداشت ہی نہیں کر سکتا جو اس عمر کی بیوگی میں لگ جاتی ہیں"۔

"ہاں مسٹر ایڈگر بہت عمدہ انسان تھے۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میں انہیں بہت پسند کرتی تھی۔ لیکن جہاں تک زندگی میں ان پابندیوں کا تعلق ہے جو بیوگی کے بعد پیدا ہو جاتی ہیں تو شاید میں انہیں برداشت نہ کر سکوں۔ کیونکہ وہ صرف میرے والدین کی پسند تھے"۔

"اوہ...... تو مادام گوریا گویا......؟"

"ہاں میری شادی میرے والدین نے کی تھی" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ' بہرحال میں اس موضوع کو نہیں چھیڑوں گا کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس سے آپ کی دلازاری ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ بس میں مسز ایڈگر کے نام سے اپنے آپ کو مخاطب کرانا نہیں چاہتی۔ ایڈگر میرا ساتھ نہیں دے سکا۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ لیکن اب تم ہی بتاؤ کیا میں بھی چلی جاؤں؟"

"نہیں نہیں۔ آپ تو ابھی۔ میرا خیال ہے آپ نے ابھی زندگی کی بہت ہی مختصر مدت طے کی ہے"

میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ میں اسے ہمدردی سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا:

"لیکن مسٹر لارل! میں یہ زندگی نہیں گزار سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ میری آئندہ زندگی کیسی ہوگی ——— میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بہت جلد زندگی سے اکتا جاؤں گی۔ مجھے کیا کرنا چاہیے' میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہے جو مجھے اس بارے میں مشورہ دے سکے۔ بس مجھ سے ہمدردی جتائیں گے لیکن ایڈگر کے نام کے ساتھ' کیونکہ وہ خاصا مال دار آدمی تھا اور اپنے شناساؤں میں مقبول ترین۔ لیکن ذاتی طور پر مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا"۔

"خوب۔ لیکن مسٹر ایڈگر کا انتقال کیسے ہوا؟"

"حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے"۔

"اوہ ——— تو کیا آپ ان کی لاش لے جا رہی ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی لاش مجھے ان کے وطن پہنچانی ہے"۔

"ایمسٹرڈم میں آپ کسی کام سے آئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں" اس نے جواب دیا۔

"گویا آپ کا جواب مختصر ہے۔ اگر آپ بتانا پسند کریں تو ضرور بتائیے"۔

"نہیں چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایڈگر ایک بزنس مین تھا۔ وہ مختلف ممالک کے دورے کرتا رہتا تھا۔ مجھ سے چونکہ وہ بہت محبت کرتا تھا اس لیے اکثر مجھے ساتھ ہی رکھا کرتا تھا۔ اس بار بھی اس کے ساتھ ہی تھی لیکن یہاں آکر......"

اس نے اپنے کپکپاتے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا لیا۔ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو جذب کرنے کی کوشش میں زور سے گردن جھٹکی اور میری طرف دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرا دی۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ اب میں اس کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتی لیکن لیکن......" اس نے دوسری

طرف منہ کر لیا۔

میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ یہ لڑکی مجھے پسند بھی تھی اور میں اس کے لیے کچھ ہمدردی بھی رکھتا تھا۔

"مادام گوریا میری خواہش ہے کہ آپ اپنے ذہن سے اس تردد کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ آپ ذہنی طور پر خاصی پریشان ہو جائیں گی" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں"۔

"تو پھر آپ کچھ باتیں کریں"۔

"کیا بتاؤں۔ کہہ چکی ہوں کہ کچھ عرصہ قبل ایڈگر اور میں زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے کے معاون اور ساتھی بن گئے تھے۔ دو دن قبل ان کا انتقال ہوا تھا اور اب ہم ان کی لاش لے کر ان کے آبائی وطن جا رہے ہیں۔ خیر چھوڑیں اس ذکر کو۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے بارے میں بتائیں۔ آپ کون ہیں' کہاں جا رہے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے کئی سوال مجھ سے کر ڈالے۔

اور ظاہر ہے کہانیاں سنانا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کہانی سنا کر اپنے بارے میں مطمئن کر دیا۔

گوریا خاصی دلکش لڑکی تھی۔ کبھی کبھی وہ کھلنے لگتی اور یوں محسوس ہوتا کہ جیسے اسے یہ احساس ہو کہ وہ ایک بیوہ ہے اور اسے محتاط رہنا چاہیے۔

دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے ناشتہ کر لیا؟"

"نہیں مادام گوریا۔ میں ناشتہ ذرا دیر سے کرنے کا عادی ہوں ———" میں نے جواب دیا۔

"میں نے بھی نہیں کیا۔ آؤ ناشتہ کریں" اس نے پیشکش کی اور اب بھلا میں کیوں انکار کرتا ——— میں جانتا تھا کہ جہاز کا سفر ابھی کئی دن کا ہے اور اگر اس سفر میں ایک حسین ساتھی مل جائے تو کیا ہرج ہے۔ ظاہر ہے میں مسٹر ایڈگر کی کسر تو پوری نہیں کر سکتا تھا لیکن ان کی غیر موجودگی میں ان کا قائم مقام تو بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ریسٹورنٹ پہنچ گیا اور گوریا نے اپنی مرضی سے کچھ آرڈر دیے۔ اس نے مجھ سے میری پسند پوچھی بھی نہیں تھی۔

موڈی سی لڑکی تھی۔ بلاوجہ بے چاری کو بیوگی کا لبادہ اوڑھنا پڑا تھا اور یہ سوگ اس کی شخصیت پر مصنوعی سا لگتا تھا۔

ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے۔ گوریا اس دوران کئی بار بے تکلف ہوئی۔ اس نے ہنسنے کی کوشش کی لیکن جونہی وہ ہنستی تو ایک دم کوئی شرم یا احساس اسے روک دیا کرتا تھا اور وہ اپنی فطرت کے خلاف سنجیدہ ہو جاتی۔

تب میں نے اس سے کہا "مادام گوریا میرا خیال ہے آپ کو اپنی شخصیت پر یہ بوجھ نہیں لادنا چاہیے۔ جو کچھ ہوا ہے' اس میں آپ کے جذبات کا دخل ضرور ہوگا لیکن آپ کی فطرت سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ آپ ایک ہنس مکھ اور خوش مزاج خاتون ہیں۔ اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس احساس کو صرف رسمی حد تک رہنے دیجئے۔ ورنہ اس سے آپ کی شخصیت متاثر ہوگی اور شخصیت کا متاثر ہونا کوئی اچھی بات نہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسٹر لارل آپ ایک سچے ہمدرد اور بہترین انسان ہیں۔ بہت ہی پر محبت' پر اخلاق اور مخلص۔ آپ کی باتوں سے دل میں جگہ پیدا ہوتی ہے۔ میں آپ کو بالکل صحیح بتا رہی ہوں کہ فطری طور پر میں اس سوگ کو برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود دنیاوی رسمیں بھی ضروری ہوتی ہیں اور میرے ساتھ جو لوگ ہیں' مجھے ان کا احساس بھی کرنا ہے"۔

"یہ کون لوگ ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ایڈگر کے اہل خاندان۔ ان میں سے کچھ ہالینڈ کے باشندے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ مستقلاً وہیں رہتے ہیں۔ کچھ ایڈگر کے اپنے وطن کے لوگ ہیں۔ بہرصورت یہ ہیں سب اس کے عزیز و اقارب"

"اوہو۔ تو یہ آپ کے پاس کہاں سے پہنچ گئے؟"

"ایمسٹرڈیم میں ایڈگر کی موت کے بعد ظاہر ہے میں نے ان کو اطلاع دی۔ ان میں سے ایڈگر کے مقامی عزیز تو ساتھ ہو ہی لیے' لیکن کچھ لوگ لاش لینے کے لیے آ پہنچے۔ چنانچہ اس طرح ان کا اجتماع ہو گیا ہے"۔

"اوہ ـــــــ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

کافی دیر کے بعد ہم ناشتے کی میز سے اٹھ گئے۔ اسی وقت ایک دراز قامت شخص جو نہایت خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا' ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ اس نے گوریا کو دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے پر نرمی کے آثار پیدا ہوئے اور وہ آہستہ آہستہ گوریا کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولا:

"مسز ایڈگر ـــــــ ہم ـــــــ میرا مطلب ہے میں آپ کو تلاش کر رہا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا ناشتہ کر لیا۔ دراصل آپ کا غم ہم لوگوں کے لیے بھی غمناک ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ہر طرح سے آپ کو آرام پہنچائیں۔ آیئے اگر آپ نے ناشتہ کر لیا ہے تو واپس کیبن میں چلیں' آرام کریں ورنہ آپ بیمار ہو جائیں گی"۔

"جی" گوریا نے آہستہ سے کہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلائی اور آگے بڑھ گئی۔

میں اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سی خلش جنم لے رہی تھی۔ یہ خلش کیوں تھی' اس کا میں کوئی تجزیہ نہ کر سکا۔

اس کے بعد کافی دیر تک میں ریسٹورنٹ میں کھڑا رہا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔

شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے میری ملاقات پھر گوریا سے ہوئی اور اس وقت پرنس ہراتا بھی میرے ساتھ تھا۔

گوریا عرشے پر تھی۔ لباس وہی تھا یعنی سیاہ ماتمی لباس اور چہرے پر بھی بلاوجہ کا سوگ تھا۔ حالانکہ اب میں اس کی شخصیت سے واقف ہو گیا اور اس کی شخصیت سے واقف ہونے کے بعد یہ سوگ مجھے اجنبی اجنبی لگ رہا تھا لیکن گوریا بے چاری مجبور تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی۔ اس وقت اس کے نزدیک کوئی اور نہیں تھا۔ لیکن اس سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے کچھ افراد کو دیکھا اور یہ وہی تھے جو گوریا کے ساتھی تھے۔

یہ لوگ جس طرح گوریا کے گرد منڈلاتے تھے' وہ بھی تعجب خیز تھا۔ ممکن تھا اس کی وجہ یہ ہو کہ

گوریا ایک نوجوان بیوہ تھی اور شکل و صورت کی حسین۔ اس صورت میں کوئی بھی اسے بھٹکا سکتا تھا۔ بظاہر وہ اس سے ہمدردی کے اظہار کے لیے اس کے گرد موجود تھے لیکن درپردہ وہ اس کی نگرانی کرتے تھے لیکن گوریا خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک بڑھ آئی۔

"ہیلو مسٹر لارل" وہ میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہیلو گوریا؟" میں نے بے تکلفی سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔

"لارل مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تم نے اس وقت مجھے بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا ہے" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ اپنائیت دینا چاہتا ہوں مادام گوریا لیکن یہ لوگ آپ نے دیکھا کہ یہ اس انداز میں آپ کی جانب نگراں ہیں جیسے یہ آپ کے محافظ ہوں یا انہیں آپ سے کوئی خطرہ ہو"۔

"میں خود ان لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں۔ کم بخت ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں مسٹر لارل۔ مسٹر ایڈگر مر گئے تو اس میں کوئی میرا قصور تو نہیں ہے"۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ کا کیا قصور ہے" میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"ویسے صبح کو بھی انہوں نے مجھ سے بازپرس کی تھی۔ کہنے لگے کہ تم ایک اجنبی کے ساتھ کھانا کھانے کیوں گئیں؟"

"آپ نے کیا جواب دیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا' میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' جو دل چاہے گا' کروں گی۔ میں ان کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی۔ میرا شوہر مرا ہے' مجھے اس کا غم ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ وہ لوگ کیوں زبردستی مجھے اس کے سوگ میں مبتلا کرتے ہیں' غم تو دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے' انسان یا تو خودکشی کرے اور اگر خودکشی نہ کر سکے تو پھر اسے اپنے اوپر ملمع نہیں چڑھانا چاہیے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ درست کہہ رہی ہیں" میں نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں زیادہ لوگوں سے گھلنے ملنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ البتہ مسٹر لارل اس سفر میں براہ کرم آپ مجھے ضرور ملتے رہا کریں' لیکن اس انداز میں کہ ان لوگوں کو احساس نہ ہو۔ میرا کیبن نمبر ۵ ہے اور میں اپنے اس کیبن میں تنہا ہی سوتی ہوں۔ اس وقت یہ احمق میرے ساتھ نہیں ہوتے۔ کیا آپ رات کو میرے کیبن میں آئیں گے؟"

اور میرے بدن میں ہلکی سی سرسراہٹ دوڑ گئی۔ گوریا کی آنکھیں جو دعوت دے رہی تھیں' اس دعوت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ میں نے چند ساعت سوچا پھر آہستہ سے کہا:

"مادام گوریا کہیں میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہو ـــــــ"

"اوہ' نفع اور نقصان تو زندگی کے ساتھ چلتے ہی رہتے ہیں اور پھر یہ لوگ میرے عزیز و اقارب ہیں' میری زندگی کے مالک نہیں ہیں۔ آپ ٹھیک بارہ بجے میرے کیبن میں آیئے' اس کے بعد ہم لوگ گفتگو کریں گے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جیسی آپ کی مرضی" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر میرے پاس ٹھہرنے کے بعد گوریا واپس پلٹ پڑی۔

"میرے دل میں گدگدیاں ہو رہی تھیں اور ہراتا مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اور میں اس کی جانب بڑھ گیا۔

ہراتا پرتپاک انداز میں میری جانب دیکھنے لگا تھا' جیسے مجھ سے سننے کا منتظر ہو۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اسے نہ تو گوریا سے دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے اور اس کے رومانس سے۔ وہ بس اخلاقاً" ہی میری جانب متوجہ ہو گیا ہے۔

تب میں نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا" ہراتا' کیسا وقت گزار رہے ہو؟"

"بہت بہتر مسٹر لارل۔ لیکن یہ خاتون کون تھیں؟"

"اوہ' ایک نوجوان بیوہ۔ اور اس عمر میں بیوگی بڑی مضر ہوتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"کیوں" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے ہراتا۔ جوانی کی عمر جذبات کی عمر ہوتی ہے اور جذبات کی تسکین کرنے والا نہ رہے تو اس کے بعد ان کی تپش کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ یہی کیفیت اس لڑکی کی ہے"۔

"سچ سچ یہ میری سمجھ سے باہر کی باتیں ہیں" ہراتا نے کہا۔

"ہراتا تمہاری عمر اتنی کم بھی نہیں ہے' میرا خیال ہے تم ان باتوں کی گہرائیوں کو جاننے کی کوشش کرو"۔

"کیا ملے گا چیف؟"

"اوہ ہراتا جس چیز کا تجربہ نہ کیا جائے اس کے بارے میں تجربے سے پہلے فیصلہ کر لینا دانش مندی نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے چیف' لیکن میرا خیال ہے تم مجھے اپنے تجربوں کی طرف مائل نہ کرو۔ مجھے یہ تجربے راس نہیں آئیں گے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہرصورت ہراتا میں جانتا ہوں کہ تمہاری شخصیت ایسی ہے کہ بہت ساری لڑکیاں تمہاری طرف مائل ہونا چاہتی ہیں۔ جس وقت تم ہپی بنے ہوئے تھے اس وقت تم نے حلیہ ایسا بنا رکھا تھا کہ صرف ہپی لڑکیاں ہی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب —— اب میرا خیال ہے کہ تم مکمل طور پر شہزادے معلوم ہوتے ہو"۔

"اوہ چیف —— آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں" ہراتا احمقوں کی مانند شرمانے لگا اور مجھے بڑے زور کی ہنسی آگئی۔

شام ہو گئی۔ میں اور ہراتا کافی دیر تک ریلنگ سے ٹکے سمندر کی لہروں کو دیکھتے رہے۔ پھر ڈوبتے سورج کا نظارہ کرتے رہے۔ جب ہراتا نے مجھ سے پروگرام پوچھا۔

میں اب اس شخص سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ بس یوں سمجھا جائے کہ قدرتی طور پر مجھے اس پر اعتماد ہو گیا تھا۔ اور یہ میرا آج تک کا تجربہ تھا کہ اگر میرے اندر کسی نئے اعتماد کی آواز ابھرتی تھی تو وہاں سے بے اعتمادی نہیں ہوتی تھی اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ہراتا بھی ایسا ہی ایک شخص تھا جس کے بارے میں آنکھیں بند کر لینے سے بھروسہ ہو جاتا تھا۔ رات گئے تک میں اور ہراتا باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم اپنے کیبن میں واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر تک گپیں شپیں مارتے رہے۔

اور کوئی تو تھا نہیں۔ پھر ہم کھانا کھانے کے لیے ریسٹورنٹ میں جا پہنچے۔ مجھے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔ کھانے کے دوران ہراتا نے مجھ سے پوچھا "تو چیف وہ بیوہ عورت جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا' تمہارے پاس بار بار کیوں آ جاتی ہے؟"

"اوہو ہراتا۔ یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟"

"مگر ابھی تو اس کے شوہر کو مرے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"چیف' سچ بات یہ ہے کہ یہ عورتیں میری سمجھ میں کبھی نہیں آئیں۔ میں نے جتنا ان پر غور کیا' اتنا الجھتا گیا۔ پھر میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا"۔

"اوہو۔ تم ان کے بارے میں کیا سوچتے تھے؟"

"یقین کرو چیف اب تو یاد بھی نہیں رہ گیا۔ دراصل میری لائف تمہارے سامنے ہے۔ میں نے جس انداز میں اپنی زندگی گزاری ہے' وہ تمہیں معلوم ہے۔ اس کے بعد اس قسم کی سوچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی"۔

"لیکن ہراتا' کبھی نہ کبھی تو تمہیں سوچنا پڑے گا۔ جہاں تک اس عورت کا سوال ہے تو اس نے رات کو مجھے اپنے کیبن میں بلایا ہے"

"اوہ —— رات کو ——" ہراتا کے حلق میں جیسے نوالہ اٹک گیا۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"نہیں کوئی بات نہیں چیف۔ بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا" ہراتا نے جواب دیا۔

"میں اس کی اس حرکت پر ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ تب ہراتا نے کہا "تو تم جاؤ گے چیف؟"

"ہاں ہراتا۔ جب کوئی خوبصورت لڑکی دعوت دے تو کم از کم مجھ جیسا آدمی انکار نہیں کر سکتا"۔

"ان معاملات کو مجھ سے زیادہ تم ہی سمجھ سکتے ہو چیف!" ہراتا نے کہا۔

اور پھر گیارہ بجے تک میں اور ہراتا ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے۔ ریسٹورنٹ میں مختلف دلچسپیاں تھیں۔ ساز بج رہے تھے اور ایک چھوٹے سے فلور پر جوڑے رقص بھی کر رہے تھے۔ لیکن ہم نے رقص کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

ساڑھے گیارہ بجے ہراتا ہی نے گھڑی دیکھ کر مجھے مخاطب کیا تھا "چیف! میرا خیال ہے تمہارا وقت ہو گیا ہے"۔

"اوہ ہراتا' تم مستقل اسی بارے میں سوچ رہے ہو؟"

"نہیں چیف! اپنا فرض سمجھ کر تمہیں یاد دلا رہا ہوں" اس نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں اٹھ گئے۔

ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں گھڑی میں بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس دوران میں عرشے پر ٹہلتا رہا تھا۔ بارہ بجنے میں چند منٹ رہ گئے اور جہاز پر تقریباً" نیم تاریکی کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیفیت پیدا ہوگئی۔ تب میں گوریا کے کیبن کی جانب بڑھ گیا۔

گوریا نے مجھے اپنے کیبن کا نمبر بتا دیا تھا جسے میں نے دن میں بھی دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا۔

کیبن قطار میں بنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی گلیاں تھیں۔ ان سے گزر کر کیبن کے عقب میں پہنچا جا سکتا تھا۔ میں گوریا کے کیبن کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اندر سے مجھے تیز تیز باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک گیا۔

یہ گفتگو یقیناً گوریا کے کیبن میں ہی ہو رہی تھی۔ کیا مسئلہ ہے' میں نے سوچا اور پھر میں سائیڈ کی گلی سے اسی کیبن کے عقب میں پہنچ گیا۔ تمام کیبن یکساں بنے ہوئے تھے۔ ان میں عقبی کھڑکیاں بھی تھیں اور ان کھڑکیوں سے آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ چنانچہ میں تیزی سے کیبن کی عقبی کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔

کھڑکی کے پٹ کھلے ہوئے تھے اور آوازیں اس طرف سے اور بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"نہیں گوریا۔ تمہیں جواب دینا ہی ہوگا۔ کیا تم اس بات سے آگاہ نہیں ہو کہ باس احتیاط کو کس قدر سامنے رکھتا ہے؟"

"مگر میں نے کون سی بے احتیاطی کی ہے؟"

"کیا تم اس وقت اس کی منتظر نہیں ہو؟"

"ہوں۔ پھر کیا ہے؟ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے" گوریا نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں مس گوریا' مسٹر ہوریشو جس کو اپنے گینگ میں شامل کرتے ہیں' اس کا کوئی مسئلہ اس کا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں رہ جاتا۔ تمام مسئلے مسٹر ہوریشو کے ہوتے ہیں" طویل القامت شخص نے بھاری لہجے میں کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

بہت عرصے کے بعد یہ نام سنا تھا اور یوں لگا جیسے وہ خلش اچانک مٹ گئی ہو جو گوریا سے ملنے کے بعد ذہن میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ میری کون سی حس تھی جس نے مجھے ان لوگوں کی جانب سے مشکوک رکھا تھا۔ بہرحال میں اندر کی گفتگو سننے لگا۔ گوریا کہہ رہی تھی:

"میں جانتی ہوں اس بات کو اور مسٹر ہوریشو سے میں آج سے واقف نہیں ہوں' میں انہیں طویل عرصے سے جانتی ہوں اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اتنے حقوق' اتنی مراعات دے رکھی ہیں کہ میں اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکوں"۔

"اگر ایسی بات ہوتی مس گوریا تو آپ یقین کریں' اس سلسلے میں ہمیں ہدایات مل چکی ہوتیں۔ ہمیں چونکہ کوئی ہدایات نہیں ملی ہیں اس لیے ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم آپ کی خاص نگرانی کریں۔ آپ پر نگاہ رکھیں۔ اگر مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنی من مانی کی اجازت دے رکھی تھی تو ہمیں اس کی ضرور اطلاع ہونی چاہیے تھی اور جب ہمیں اطلاع نہیں ہے تو پھر ہم آپ کے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق رکھتے ہیں"۔

"دیکھو مسٹر' میں تم سے صاف کہے دیتی ہوں کہ میں ذاتی معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتی' خواہ اس کے نتیجے میں کچھ بھی ہو جائے"۔

"نہیں مس گوریا۔ یہ مسئلہ صرف آپ کا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ذاتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ کسی مشکوک شخص سے جا ملی ہیں لیکن کوئی بھی شخص ہماری جانب متوجہ ہو کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے"۔

"کیا نقصان پہنچائے گا؟ کیا تم نے میری اداکاری میں کوئی کھوٹ پایا ہے؟" گوریا نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے یہ کام آپ کو کسی بھروسے پر سونپا گیا ہے۔ لیکن ہمیں عام لوگوں سے دور ہی رہنا چاہیے اور یہ ہمارے کام کے لیے بہت ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ شخص اس قدر آگے بڑھ جائے کہ اسے ہمارے پروگرام کی بھنک پڑ جائے۔ اس صورت میں تو ہر شخص نقصان زدہ ہو سکتا ہے۔ تجسس کا مادہ ویسے بھی ہر انسان میں ہوتا ہے"۔

"اوہ۔ لیکن لاش سرد خانے میں ہے۔ کیا وہ میرے کیبن میں موجود ہے کہ کوئی میری جانب سے مشکوک ہو جائے؟"

"وہ تو درست ہے لیکن کسی کا آپ سے نزدیک رہنا بھی تو درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی آپ کی گفتگو سے اندازہ لگا سکے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اس شخص کو اس قدر لفٹ نہ دیں۔ بے شک وہ خوبصورت ہے جوان ہے' ممکن ہے آپ کی پسند ہو لیکن کیا آپ یہ کام کرنے کے بعد اس سے ملاقات نہیں کر سکتیں؟ میرا خیال ہے بہتر یہی ہے کہ پہلے آپ اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد چاہیں تو اس شخص کے ساتھ ایک طویل وقت گزاریں لیکن مس گوریا' اس وقت آپ کو ہمارے احکامات کی پابندی کرنا ہوگی"۔

گوریا خاموش رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ اس طویل القامت شخص نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

"میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔ باقی ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ کو ہر حالت میں مسٹر ہوریشو کے احکامات کی پابندی کرنا ہے" وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ـــــ گوریا نے پاؤں پٹخ کر گردن ہلائی تھی۔

میرے سارے وجود میں گدگدی ہو رہی تھی۔ بزرگوں نے درست ہی کہا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر ہے ہاؤس آف ٹوائز قائم کر کے منشیات اور نائلون کے بنائے ہوئے کھلونوں کا کاروبار میری دلچسپی کا باعث نہیں تھا۔ بلکہ میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا اور اسی چیلنج کے سلسلے میں مستقل کام کرتے رہنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ فی الوقت میری زندگی کا یہی مقصد تھا اور میں ہوریشو کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا خواہش مند تھا۔

لیکن اس پروگرام کے بعد جب میں نے لانچ تباہ کی تھی۔ اس کے بعد میں ہوریشو کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا تھا اور نہ ہی ہوریشو سے مڈبھیڑ ہوئی تھی کہ میں ہوریشو کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا۔ اگر میں ابھی ایمسٹرڈیم میں ہی پڑا ہوتا اور باہر نہ نکلتا تو ظاہر ہے اتنا دلچسپ منصوبہ میرے ہاتھ نہیں لگ سکتا تھا۔ اور اب میری تقدیر نے مجھے سنہری موقع فراہم کیا تھا تو میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔ چنانچہ بہت ہی دلچسپ اور بڑی ہی حیرت انگیز بات تھی کہ ہوریشو کے آدمیوں سے میرا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔

بالکل اتفاقیہ طور پر مجھے ہوریشو کے اس منصوبے کا علم ہو گیا تھا اور ایک بار پھر اسے زک دینے کا ایک سنہری موقع میرے ہاتھ آ گیا تھا۔

میں نے جو کچھ سنا تھا' وہ میرے لیے بڑا ہی دلکش تھا اور دل ہی دل میں ان لوگوں کو قطعی گدھا قرار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دے چکا تھا' جو آپس کی باتوں کو اتنی صفائی سے کر سکتے ہیں جو انہیں کسی قیمت پر نہیں کرنا چاہیے تھیں۔ بس انہوں نے نہ صرف ہوریشو کا نام لیا بلکہ سارا پلان ہی بتا دیا اور کوئی بھی شخص اپنے طور پر اس پلان سے واقف ہو کر بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

چند لمحات میں نے سوچا اور پھر طے کیا کہ لڑکی کو شبہ کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ وہ لوگ جا چکے تھے۔ یہ دوسری بات تھی کہ وہ کسی قریبی کیبن میں ہوں۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ میرے معاملات میں مداخلت کی کوشش نہیں کریں گے۔

مجھے گوریا نے بلایا تھا۔ میں خود وہاں نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ میں گھوم کر پھر ایک بار کیبن کے دروازے پر آ گیا اور آہستہ سے دستک دی۔

دروازہ شاید اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کواڑ کھلے ہیں۔ تب اندر سے گوریا کی آواز سنائی دی۔

"آ جاؤ۔ اب کیا بات ہے؟" گوریا کا لہجہ سخت تھا اور میں ٹھٹک گیا۔ اور میں نے دوبارہ دستک دی۔

"میں کہتی ہوں اندر آ جاؤ" اس کی آواز پھر سنائی دی۔ گوریا کا موڈ خاصا خراب معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"ارے' اوہ۔ تم تھے؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی پیشانی پر الجھن کی لکیریں بھی ہیں۔

"مادام گوریا کیا آپ کو کسی اور کا انتظار تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور گوریا ایک دم چونک پڑی۔ پھر بولی:

"اوہ نہیں نہیں۔ دراصل ابھی چند ساعت پہلے جہاز کے دو ملازم میرے کمرے کی صفائی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دن میں ان سے شکایت کی تھی۔ دن میں آئے نہیں اور رات میں آ گئے۔ بڑے ہی احمق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ!" گوریا نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "دراصل میں سمجھی کہ یہ وہی لوگ ہیں"۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی" آپ یقیناً میرا انتظار کر رہی ہوں گی" میں نے سوال کیا۔

"ہاں آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں اس کی اشارہ کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا۔

گوریا خاصی پریشان نظر آ رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ یہ سوچ رہی ہے کہ میرے ساتھ کیا رویہ رکھے۔ بہرحال وہ جو بھی فیصلہ کرتی' مجھے منظور تھا۔ چنانچہ میں اسے دیکھتا رہا۔

"میں بس راتوں کو دیر سے سونے کی عادی ہوں اور جب سے۔۔۔۔۔۔ مسٹر ایڈگر کا انتقال ہوا ہے' رات بھر مجھے نیند نہیں آتی۔ تمہیں تکلیف دینے کے سلسلے میں معافی کی خواست گار ہوں لارل!"

"کوئی بات نہیں مادام گوریا۔ بہر صورت میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہو گیا"۔

"بیٹھو۔ تمہیں نیند آ رہی ہو گی۔ کیا میں تمہیں کافی پلواؤں؟" گوریا مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے نہیں"۔

"شراب پیو گے؟" اس نے پوچھا اور میں نے اس کی جانب دیکھ کر گردن ہلا دی۔ گوریا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس نے اپنے سامان میں سے ایک بوتل اور دو گلاس نکالے' میری طرف دیکھا اور بولی:

"سوری' برف کا انتظام نہیں ہو سکتا"۔

"کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور گوریا گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگی۔

"اس نے اپنا گلاس ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دیا تھا۔ دراصل' وہ اپنی ذہنی کشمکش سے نجات چاہتی تھی۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت نہ سمجھتا۔ اس نے جس مقصد کے لیے بلایا تھا' اب شاید اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا تھا اور اپنے انداز کو اس رخ پر موڑ دیا تھا۔ شراب کے دو تین گلاس پینے کے بعد وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی:

"اور تمہارے کیا مشاغل ہیں؟"

"کچھ نہیں مادام گوریا میں بتا چکا ہوں کہ میں چھوٹا سا کاروبار کرتا ہوں اور بس"۔

"ہوں۔ اپنی منزل پر پہنچ کر کیا مجھ سے ملاقات پسند کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"اوہو۔ کیوں نہیں' اگر آپ حکم دیں گی تو ظاہر ہے' میں چند ہفتے وہاں قیام کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں تو مجھے اپنا ایڈریس دے دیں۔ میں آپ سے وہاں ملاقات کروں گا"۔

"ضرور۔ دراصل میری جو ذہنی کیفیت ہے' اس سے تم اچھی طرح واقف ہو گے لارل۔ میں اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ سوچتی ہوں' اس میں الجھ جاتی ہوں۔ کاش مجھے سکون مل سکے"۔

"آپ کی عمر ابھی کتنی ہے مادام گوریا۔ بلاشبہ یہ عمر تو ذہنی الجھنوں سے دور رہنے کی ہوتی ہے لیکن بدبختی' کیا کیا جا سکتا ہے؟" میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور گوریا مجھے دیکھنے لگی۔

"تم بہت ہی دلکش آدمی ہو۔ بڑی اچھی طبیعت کے مالک۔ مجھے معاف کرنا' اگر کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف ہو جائے لیکن بس میں ذہنی طور پر سخت پریشان ہوں"۔

"میرا خیال ہے آپ کو آرام کرنا چاہیے" میں نے اسے مشورہ دیا اور وہ میری جانب دیکھنے لگی۔

اس کا مقصد یہی تھا کہ تم جاؤ تو اس کے بعد میں آرام وغیرہ کے بارے میں سوچوں۔

ویسے بھی میں اندازہ لگا چکا تھا کہ گوریا کو اپنا موڈ بدلنے میں بہت سخت مشکل پیش آ رہی ہے۔ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن پھر بھی ہوریشو جیسے خطرناک آدمی سے کسی قسم کی ٹکر لینا بھی تو کسی عام انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ یقیناً جانتی ہو گی کہ ہوریشو کے آدمی اگر اسے منع کر گئے ہیں تو اس کی حکم عدولی کرنا کتنا سخت کام ہو گا۔ اور اس کے بعد اسے کون کون سی مشکلات سے گزرنا ہو گا چنانچہ میں چند ساعت کا اور پھر وہاں سے اٹھا۔ میں نے گوریا کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا:

"اچھا مادام گوریا' پھر مجھے اجازت؟"

"ہاں۔۔۔۔"

"کل ملاقات ہو گی؟"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے ہم اس سفر کے ساتھی ہیں" اس نے کہا۔

"بالکل' ہم ملتے رہیں گے" میں نے کہا اور اس نے معذرت آمیز انداز میں میری جانب دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

میں گردن ہلا کر باہر نکل آیا تھا۔۔۔۔ میں جس پروگرام کے تحت یہاں آیا تھا' وہ کسی اور وجہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کینسل ہو جاتا تو مجھے سخت کوفت ہوتی لیکن اس کے بدلے مجھے جو کچھ ملا' وہ میرے لیے بہت دلکش اور دلچسپ تھا۔

چنانچہ میں اس کے متعلق پروگرام بناتا ہوا اپنے کیبن میں پہنچ گیا' جہاں ہراتا موجود تھا۔
جب میں گیا تھا تو ہراتا سونے کے انداز میں لیٹا ہوا تھا لیکن جب میں واپس پہنچا تو وہ جاگ رہا تھا۔
مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے تم جاگ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف بس سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس نیند نہیں آئی"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں چیف۔ سوچنے کے لیے بے شمار باتیں ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو سوچ اپنی مرضی کی نہیں رہتی"۔

"ہاں یہ تو ہے۔ ویسے اگر نیند نہیں آ رہی تو آؤ کچھ دیر گفتگو کریں"۔ میں نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور" ہراتا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

میں چند ساعت سوچتا رہا پھر میں نے سرد سانس لے کر کہا "اپنی زندگی کے بارے میں میں تمہیں تھوڑا بہت بتا چکا ہوں ہراتا"۔

"ہاں چیف" ہراتا سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"ابتداء میں ایک شخص غلام سیٹھ میرا مالک تھا۔ وہی مجھے اس لائن میں لایا اور اسی نے اپنے طور پر مجھے تربیت دی۔ پھر میں اس کے گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ اس گروہ کے لیے میں نے طویل سفر کیا اور بہت سے کام اس کے لیے انجام دیے۔ اس دوران لوگوں سے میری دشمنی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ انٹرپول میرے پیچھے پڑ گئی۔ بمشکل تمام میں انٹرپول سے اپنا پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہوا یعنی وہ مجھے مس کر بیٹھی۔
پھر غلام سیٹھ مارا گیا اور میں اپنے طور پر آزاد ہو بیٹھا۔ پیسے کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے ہراتا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں میری بے شمار دولت موجود ہے۔
لیکن بعض اوقات انسان یہ سب کچھ دولت کے لیے نہیں کرتا' ہنگامہ آرائی کے دوران میری چپقلش ایک گروہ سے ہو گئی۔ گروہ کا سربراہ مکلینو تھا۔ مکلینو کا نائب ایک سیاہ فام افریقی تھا جس کا نام ہوریشو تھا۔
یہ افریقی شخص بے پناہ خطرناک تھا۔ بڑی پراسرار قوتوں کا مالک' مکلینو سے تو میرے اختلافات دور ہو گئے لیکن ہوریشو سے البتہ میری چل گئی۔ بلاشبہ اس نے ایک طویل عرصے تک مجھے کافی نقصان پہنچایا پھر اس کے بعد میں اس کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔ ہاں بلاشبہ میں نے اسے ایک چیلنج کیا اور وہ چیلنج یہ تھا کہ میں اسے سکون کی نیند نہیں سونے دوں گا۔ اور میں اسے اسمگلنگ کا کاروبار نہیں کرنے دوں گا۔ اور مسٹر ہراتا' اس دن سے میں ہوریشو کے راستے پر لگ گیا۔
میں نے ہر وہ کوشش کی جس سے اسے زک پہنچے۔ ابھی تھوڑے عرصے قبل کی بات ہے کہ میں نے اس کے بے شمار آدمی قتل کر کے اس کی لانچ پر قبضہ کر لیا اور اس پر جو مال لے جایا جا رہا تھا' اسے خود حاصل کر کے ایک جگہ پوشیدہ کر دیا۔ وہ مال اس وقت بھی میرے قبضے میں ہے"۔ میں نے کہا اور ہراتا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا:

"اوہو مسٹر لارل' لیکن کس قسم کا مال؟"

"یہی منشیات۔ میرا خیال ہے انتہائی قیمتی منشیات اس لانچ میں موجود تھیں' جو میرے ہاتھ لگیں"۔

"اوہ ——— اوہو ———" ہراتا ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں' کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میں کیا کہوں ڈیئر باس۔ بس یوں سمجھیں کہ تمہاری زندگی کے بہت سے پہلو میری زندگی سے ملتے جلتے ہیں۔ مجھے اس قسم کے کھیل بہت پسند آتے ہیں۔ لیکن بس یوں سمجھا جائے کہ مجھے نہ تو اس قسم کا موقع ملا اور نہ ہی میری طبیعت اس طرف راغب ہوئی۔ اب تم یہ سب کچھ سنا رہے ہو تو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ سب میرا اپنا ہے"۔

"اگر غور کرو ہراتا تو میرے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد میرے اور تمہارے معاملات الگ الگ نہیں رہتے"۔

"بے شک پورے خلوص دل کے ساتھ چیف"۔

"میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا۔ ہراتا اور اپنے اس چیلنج پر آج تک کاربند ہوں۔ میں اسے بھولا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے اس انداز میں قتل کرنا چاہا تھا جیسے کسی بہت ہی کمتر انسان کو شکست دینے کی کوشش کی جائے لیکن میں اس کے حلق کی ہڈی بن گیا ہوں۔ میں وہ کانٹا ہوں جسے وہ نہ تو نگل سکتا ہے اور نہ اگل سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے وہ زندگی بھر اپنے اس نقصان کو نہیں بھول سکے گا جو اس نے میری شکل میں کیا ہے۔ لیکن یہ میرا عہد ہے کہ میں اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی نہیں"۔

"چھوڑنا چاہیے بھی نہیں باس جس سے ٹھن جائے تو پھر اسے پورا ہونا ہی چاہیے۔ یا تو وہ منظر عام پر رہے' یا خود ———" ہراتا نے جواب دیا۔

"چنانچہ ہراتا یہ قطعی اتفاق ہے کہ اس جہاز پر میری مڈبھیڑ پھر اس کے آدمیوں سے ہو گئی ہے"۔

"کیا؟" ہراتا خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں ہراتا"

"اوہ!" ہراتا خوشی سے بے تاب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی بچہ اپنی پسند کا کھیل دیکھنے کا شائق ہو اور وہ کھیل اس کے سامنے ہو رہا ہو۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا باس؟"

"وہ لڑکی جس سے کل میری ملاقات ہوئی تھی' اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ بہت حیرت انگیز بات ہے کیا اس لڑکی نے تمہیں بتایا ہے؟"

"نہیں ہراتا۔ ایسی باتیں کون کسی کو بتاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اس گروہ میں ہے اور اس گروہ کے لیے کام کر رہی ہے اور اس گروہ کے ایک خوبصورت پلان کے تحت اس جہاز میں سفر کر رہی ہے"۔

"وہ لڑکی باس' وہ جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی؟"

"ہاں ہراتا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن وہ تو...... وہ تو کوئی بیوہ ہے جو اپنے شوہر کی لاش لیے جا رہی ہے"۔ ہراتا نے کہا۔
"ہاں ان لوگوں کا یہی ڈرامہ ہے"۔
"کیا مطلب؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔
"لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں" میں نے جواب دیا اور ہراتا کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔

چند ساعت تک وہ کچھ نہ بول سکا۔ میں خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر ہراتا کی آواز گونجی:
"اور تم نے یہ سب کچھ معلوم کر لیا؟"
"ہاں ہراتا"
"اور لڑکی نے نہیں بتایا"۔
"نہیں!"
"مگر کیسے؟"
"بس ہراتا' بعض اوقات چالاک ترین لوگ بھی ایسی احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں جن کا کسی بچے سے بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ لڑکی کو مجھ سے ملاقات کے لیے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کسی طور بھی یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اجنبی لوگوں سے راہ و رسم پیدا کرے۔ یہ راہ و رسم اس کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے اور اس گفتگو کے دوران وہ ساری باتیں خود بخود دہرا گئے اور میں حرکت میں برکت کے مقولے کا قائل ہو گیا"۔
"اس کا مطلب ہے کہ حالات نے تمہاری مدد کی مسٹر لارل!"
"ہاں۔ یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن ہراتا' ہوریشو کے کسی پروگرام کے اس طرح ہمارے علم میں آجانا ایک نیک فال ہے اور ان حالات کے بعد کیا تم پسند کرو گے کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے اپنا کام کر لیں؟"
"ہرگز نہیں مسٹر لارل!" ہراتا مسکرا کر بولا۔
"بس تو ہمیں پھر ایک کام کرنا ہے"
"میں تیار ہوں مسٹر لارل" ہراتا پرجوش انداز میں بولا۔
میں نے محسوس کیا تھا کہ مجھ سے زیادہ تو وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا "کیوں ہراتا ہمیں کام کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے؟"
"اوہ مسٹر لارل!" میرا خیال ہے اس سلسلے میں بہتر آپ ہی سوچ سکتے ہیں۔ میں ان لائنوں میں سوچ کا ماہر نہیں ہوں"۔
"وہ لاش سرد خانے میں موجود ہے جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔
"اوہو' بہت خوب۔ تب پھر میرا خیال ہے ہمیں پہلے لاش کا جائزہ لینا چاہیے" ہراتا نے کہا۔
"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔ میں نے کہا۔
"جہاز کے سرد خانے کے بارے میں آپ کو کچھ معلومات حاصل ہیں مسٹر لارل؟"

"معلومات تو نہیں ہراتا لیکن میرا خیال ہے معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہ کام ہمیں آج ہی کرنا ہے"۔
"ابھی؟"
"ہاں! ابھی اس وقت!"
"تو پھر چلو چیف۔ دیر کس بات کی ہے" ہراتا خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
"آؤ۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سرد خانے کے بارے میں تفصیلات کس سے معلوم ہوں گی؟" میں نے کہا۔

"ارے معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے چیف۔ ہم خود ہی معلوم کر لیں گے۔ ظاہر ہے یہ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جسے تلاش کرنا مشکل ہو۔ ہم جہاز کے مختلف حصے دیکھیں گے۔ کہیں نہ کہیں سرد خانہ نظر آ ہی جائے گا اور اگر ضرورت پڑی تو کسی سے پوچھ لیں گے۔ اول میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں پڑے گی"۔
"چلو ٹھیک ہے" میں نے ہراتا کی بات سے اتفاق کیا۔
"ظاہر ہے کسی سے پوچھنا مشکل بھی تھا۔ سو ہم دونوں باہر نکل آئے۔ تقریباً" جہاز کے تمام مسافر سونے کے لیے لیٹ گئے تھے لیکن کسی پر کوئی خاص پابندی تو تھی نہیں۔ اگر کوئی مسافر کہیں نظر آجاتا تو اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ اس پر کوئی خاص قسم کا شبہ نہ ہو جائے۔
چنانچہ میں نے اور ہراتا نے مل کر ایک چھوٹی سی اسکیم بنائی اور ہم باہر نکل آئے۔ ہم شرابیوں کے سے انداز میں جھومتے ہوئے چل رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ جہاز کے دوسرے عملے یا مسافروں کی نگاہ میں نہ آئیں۔
چنانچہ اس طرح ہم نہ جانے کہاں کہاں گھومتے پھرے۔ رات آدھی ہو چکی تھی۔ اس وقت تقریباً" تین یا چار بجے کا وقت تھا۔ ہم دونوں جہاز کے مختلف حصوں میں گھومتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے' جہاں ایک دروازے پر سرد خانہ لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔
"اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ مردہ گھر یہیں کہیں ہو گا" میں نے ہراتا سے کہا۔ ہراتا پر خیال انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔
"ہاں چیف یقیناً"
"یہاں کوئی منتظم یا محافظ وغیرہ نہیں ہے" میں نے کہا۔
"ہاں چیف۔ دراصل سرد خانے کی حفاظت کا کوئی اتنا زبردست بندوبست تو نہیں کیا جاتا ہو گا۔ چنانچہ آؤ" ہراتا نے کہا۔
اور ہم دونوں ادھر ادھر دیکھ کر سرد خانہ کے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ بند تھا لیکن مقفل نہیں تھا۔ اور اس میں بھی وہی خیال کارفرما تھا۔ ظاہر ہے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے چرا لیا جاتا۔ چنانچہ پہلے میں نے ادھر ادھر دیکھا' پھر ہراتا نے اس کے بعد ہم سرد خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔
اندر ایک چھوٹا سا مدھم بلب جل رہا تھا۔ سرد خانہ بہت بڑا نہیں تھا۔ ویسے ظاہر تھا کہ یہ لاشیں وغیرہ لے جانے کے لیے ہی کام آتا تھا اور اس کے دوسرے حصے میں سرد خانے سے دوسرے کام لیے جاتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پورے سرد خانے میں صرف ایک ہی لاش رکھی ہوئی تھی اور یہ لاش بھی ایک خوبصورت تابوت میں بند تھی۔

چنانچہ ہم نے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور لاش کے نزدیک پہنچ گئے۔ لاش سے ہلکا سا تعفن اٹھ رہا تھا لیکن غالباً اسے اس طرح محفوظ کردیا گیا تھا کہ تعفن باہر نہ نکلنے پائے۔

ہم نے تابوت کے قریب پہنچ کر تابوت کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کے ڈھکنے میں تالا پڑا ہوا تھا۔

"تالا لگا ہوا ہے" میں نے ہراتا کی طرف دیکھ کر کہا اور ہراتا ٹھوڑی کھجانے لگا۔

پھر اس نے اپنے لباس سے ایک قلم نکالا۔ قلم نکالنے کے بعد اس نے پین کا اوپر کا کلب دبایا اور قلم کے نچلے سرے سے ایک چھوٹی سی نوک باہر نکل آئی۔ میں بڑی دلچسپی سے ہراتا کا یہ کام دیکھ رہا تھا۔

ہراتا نے نوک تالے مین ڈالی اور پھر ہلکی سی کلچ کے ساتھ تالا کھل گیا۔ "اوہ ہراتا۔ تم تو اس کام کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہو" میں نے کہا۔

"نہیں چیف ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یہ اتفاق سے میرے پاس رہ گیا تھا۔ کہیں پڑا ہوا ملا تھا۔ مجھے پسند آیا۔ چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا۔ بظاہر یہ قلم ہے لیکن اس میں یہ نوک بھی ہے۔ نجانے اس کا مقصد کیا ہے لیکن دراصل میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسی مقصد کے لیے تھی" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تالا کھول کر ہم نے تابوت کا ڈھکن کھولا اور سرد خانے میں لاش کی بدبو پھیلنے لگی۔ اسے زیادہ احتیاط سے محفوظ نہیں کیا گیا تھا۔ غالباً اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ان لوگوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا۔

یعنی لاش میں اتنا تعفن پیدا ہو جائے کہ کسٹمز کے افسران اور دوسرے لوگ اس کی جانب بہت زیادہ توجہ نہ دیں اور جلد از جلد نکالنے کی کوشش کریں تاکہ لاش بالکل ہی خراب نہ ہو جائے۔

"یہ ایک نفسیاتی گر تھا۔ ممکن ہے اسی انداز میں سوچا گیا ہو۔ ہوریشو جیسے آدمی سے اس بات کی توقع کی جاسکتی تھی ------ ہم نے لاش کا چہرہ دیکھا۔

لاش ایک سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ البتہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اس کا باقی بدن کفن میں لپٹا ہوا تھا۔

ہم نے لاش کا باقی بدن کھول کر دیکھا اور کافی مشکل کے بعد وہ لکیریں تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے جسے شاید پلاسٹک میک اپ سے برابر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان لکیروں کو چیر کر اندر ہیرے بھرے گئے تھے ------ اس سے زیادہ تو اس وقت دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔

ہم نے اس لاش کا جائزہ لے لیا۔ تابوت کھول کر دیکھ لیا اور اس کے بعد میں نے اور ہراتا نے تابوت کو بند کردیا۔ ہراتا نے تالا دبا کر بند کردیا تھا۔ اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے سرد خانے سے باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہراتا کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے عجیب و غریب انداز میں میری جانب دیکھا اور بولا:

"مسٹر لارل! دراصل میں ان چیزوں سے قطعی طور پر ناواقف ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ انسان دولت کے حصول کے لیے ایسی حرکتیں بھی کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے کس طرح اسمگلنگ کا پروگرام بنایا ہے۔ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ یہ لاش انہیں کہاں سے حاصل ہوئی؟"

"ممکن ہے کسی کو قتل کیا گیا ہو' اور یہ بھی ممکن ہے کہ لاش کو ہسپتال سے حاصل کیا گیا ہو۔ ویسے میں نے جس شخص کا نام لیا تھا' ہراتا' یعنی وہ شخص ہوریشو' وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس شخص کے کارنامے دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اس کی سنگدلی کا کوئی جواب نہیں ہے۔ چالاکی میں بے مثال اور طاقت میں منفرد ------ البتہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کا مالک ہے ------ بہت ساری خوبیوں کا مالک' بڑا ہی عجیب اور طاقتور۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کیا' وہ قطعی تعجب خیز نہیں ہے۔ لاش کہیں سے بھی حاصل کی گئی ہو' بلاشبہ ہیرے اسمگل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اب اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے بعد کیا کرنا ہے"۔

"ہاں چیف' ویسے میں اس سلسلے میں بالکل کورا ہوں۔ البتہ تم میرے سپرد جو کام کرو گے' میں اسے مکمل طور پر انجام دوں گا اور بخوشی انجام دوں گا۔ تم یقین کرو چیف میں ان معاملات میں بہت اچھی سوچ نہیں رکھتا" ہراتا نے جواب دیا۔

اور میں پر خیال انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "بہتر ہراتا ------ ابھی اس سفر کا کچھ حصہ باقی ہے۔ میرا خیال ہے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہم اس بارے میں فیصلہ کرلیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں یہ لاش جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں' کسی بھی طور ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگنی چاہیے۔ اس کے سلسلے میں کچھ ہونا ہی چاہیے"۔

"جیسا بھی مناسب سمجھیں چیف" ہراتا نے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ رات گزر جانے کی وجہ سے ہراتا کی گفتگو کچھ اکھڑی اکھڑی سی ہے۔ وہ سو جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے اس کا موقع دیا اور خود ہی ہراتا سے کہا "ہراتا اگر تم چاہو تو سو جاؤ۔ کیونکہ میں سونا چاہتا ہوں"۔

"جو چیف کی مرضی" ہراتا نے کہا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں خود بھی اپنے بستر پر آلیٹا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' وہ میری توقع سے بہت بڑھ کر ہوا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اب ہوریشو سے ایک اور جھڑپ کا خوبصورت موقع ملا ہے لیکن کیا کرنا چاہیے۔

میرا خیال ہے' صبح تک مجھے نیند نہیں آئی۔ ہراتا اپنے بستر پر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔

پھر صبح تک میں نے اس سلسلے میں ایک خوبصورت پلان ترتیب دے لیا تھا اور رات کی تھکن کا کوئی احساس یا اثر میرے ذہن یا میرے اعصاب پر نہیں تھا۔ صرف اس لیے کہ میں اپنے پلان سے بہت زیادہ مطمئن تھا۔

دن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ ہراتا سے اس موضوع پر چند باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن میں نے اسے کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی۔ اس کے علاوہ دن میں گوریا بھی نظر نہیں آئی۔ شاید وہ اپنے کیبن ہی میں بند رہی تھی۔ البتہ اس کے آدمیوں کو میں نے ضرور دیکھا تھا۔ ان میں سے کچھ مجھ پر نگران تھے لیکن پھر بھی میں نے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں کیا کہ میں ان سے واقف بھی ہوں۔ گوریا کا دوسرا معاملہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔

"شام کو تقریباً" چھ بجے میں نے گوریا کو عرشے پر دیکھا۔ وہ تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس سے تھوڑا فاصلے پر پہنچ گیا۔

گوریا نے میری طرف دیکھا مگر وہ خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نہ ہوئی۔ جب ایسی صورت حال ہی تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اس کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرتا۔ ویسے بھی میں اپنے آپ کو غیر متعلق آدمی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اور انہیں کسی شبہ کا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اسے نظر انداز کیا۔

پھر رات ہوگئی۔ میں اور ہراتا آرام سے اپنے بستر پر سوگئے۔ پچھلی رات میں پوری شب جاگتا رہا تھا اس لیے جلد ہی نیند آگئی اور ساری رات میں گہری نیند سویا۔ دوسری صبح ہمارے سفر کی منزل کا اختتام تھی اور ہماری منزل قریب آگئی تھی۔

دور ہی سے بہت سے لوگ ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ میں اور ہراتا بھی ان میں شامل ہوگئے۔ ہمیں پھرتی سے اپنا کام انجام دینا تھا۔ چنانچہ میں اس کے لیے سوچنے لگا۔

جہاز کی رفتار اب کم ہوگئی تھی۔ وہ ساحل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ایک چھوٹی بوٹ جہاز سے اتر کر ساحل کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔ غالباً" ضروری معاملات طے کرنے کے لیے۔ اور پھر جہاز کو تھوڑی دیر کے بعد برتھ مل گئی۔ جہاز برتھ سے جالگا۔ مسافر نیچے اترنے لگے۔

چھوٹی کشتیاں انہیں لے کر ساحل پر جارہی تھیں اور پھر انہوں نے تمام مسافروں کو ساحل کے اس حصے کی جانب منتقل کردیا جہاں کسٹم کی ضروریات سے فارغ ہو کر تمام مسافر باہر جاسکتے تھے۔ ہمارا مختصر سا سامان بھی کسٹم کی نذر ہوگیا اور ہم اس کی چیکنگ کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں اچھا خاصا وقت لگنے کا امکان تھا چنانچہ ہم ایک اسٹال پر جاکر چائے پینے لگے اور یہیں سے میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کردیا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پبلک بوتھ موجود تھا۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ یہاں پر ٹیلی فون ڈائریکٹری بھی موجود تھی۔ میں چائے پینے کے بعد کال بوتھ کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ ہراتا وہیں کھڑا رہا تھا۔ وہ میری کاروائیاں دیکھ رہا تھا۔

ٹیلیفون بوتھ پر پہنچ کر میں نے ڈائریکٹری اٹھائی اور کسٹم کے فون نمبر تلاش کرنے لگا۔ یہ نمبر خصوصی نمبروں میں شامل تھا۔ چنانچہ میں نے کسٹم کے ایک بڑے افسر کا نمبر تلاش کیا اور اسے ذہن نشین کر لیا۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر وہ نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگالیا۔

"یس" چند ساعت کے بعد آواز سنائی دی۔

"مسٹر اولیانو سے بات کرنی ہے"۔

"ایک منٹ جناب ہولڈ کریں" ریسپشنسٹ کی آواز ابھری اور چند ساعت کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"اولیانو اسپیکنگ"

"مسٹر اولیانو آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے نزدیک میں ایک مسافر بول رہا ہوں۔ میں نے اس جہاز سے سفر کیا ہے جو ابھی آکر لگا ہے اور جس کے مسافر آپ کے ڈیپارٹمنٹ سے چیکنگ کرا رہے ہیں۔ میں آپ کو اسمگلنگ کے سلسلے میں ایک خصوصی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ فوری طور پر

کاروائی کریں اور اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھائیں۔ دوسری صورت میں آپ نے یا آپ کے عملے نے لاپرواہی کا ثبوت دیا اور میری ان معلومات سے فائدہ نہ اٹھایا تو میں صرف آپ کو ایک وارننگ دینا چاہتا ہوں کہ میرا تعلق اخبارات سے ہے اور میں اس سلسلے کی تمام تفصیلات اخبارات میں چھپوا دوں گا اور آپ کو بلاوجہ پریشانی اٹھانی پڑے گی"۔

"اوہ آپ کون صاحب ہیں؟ براہ مہربانی اپنا نام بتائیں"۔

"میں اپنا نام بتانا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے بعد مجھے خود بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑے گا"۔

"تب آپ پھر وہ اطلاع دیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں' ظاہر ہے ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں گے کیونکہ یہ تو آپ نے...... ہمارے ہی فائدہ کی بات بتائی ہے اور ہم آپ کے بے حد شکرگزار ہوں گے اگر کسی سلسلے میں آپ ہماری رہنمائی کریں گے"۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ جہاز پر چند ایسے افراد سفر کر رہے تھے جن کا تعلق اسمگلنگ کے ایک زبردست گروہ سے ہے۔ یہ گروہ مسٹر ہوریشو کا گروہ کہلاتا ہے۔ اور اس کے ارکان دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں اس گروہ کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا لیکن جہاز پر سفر کرنے والے افراد کئی ہیں۔ ان میں ایک لڑکی بھی ہے جو مسز ایڈگر کے نام سے سفر کر رہی ہے۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں ملبوس یہ لڑکی اپنے شوہر ایڈگر کی لاش لے کر واپس آئی ہے۔ لیکن اس لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔

"کیا؟" کسٹم آفیسر کی آواز میں شدید حیرت تھی"۔

"جی ہاں۔ لاش کے جسم پر آپ کو ایسے نشانات نظر آجائیں گے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاش کو چیرا گیا ہے۔ اگر آپ اسے کھول کر دیکھیں گے تو اس کے اندر آپ کو ہیرے ملیں گے"۔

"کیا ---- کیا تم درست کہہ رہے ہو؟"

"جی ہاں بالکل درست!"

"اور اگر کوئی شبہ والی بات ہوئی تو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ یقین کریں۔ ہاں اگر آپ اس میں شبہ پائیں تو میں یقین نہیں دلا سکتا ---- پھر بھی بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر ایک رسک لے لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو ناکامی نہیں ہوگی"۔

"پلیز مسٹر' براہ کرم آپ جو مجھ سے اتنا تعاون کر رہے ہیں تو تھوڑا سا تعاون اور کریں"۔

"جی فرمائیے" میں نے کہا۔

"آپ مجھ سے براہ راست مل لیں۔ کیا آپ یہیں کہیں موجود ہیں؟"

"جی ہاں میں موجود ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر براہ مہربانی میں آپ کو تکلیف دوں گا........"

"مجھے افسوس ہے جناب۔ میں مجبور ہوں لیکن میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو کسی قسم کی الجھن میں پھنسنے نہ دوں گا۔ آپ نے مجھے اتنی قیمتی اطلاع دی ہے۔ اگر آپ......"

"جی نہیں۔ اب میں ٹیلیفون کے نزدیک بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ میں آپ کی طاقت سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن میں کسی صورت اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا خدا حافظ!" میں نے کہا اور فون بند کر کے تیزی سے پلٹ آیا تاکہ اگر کوئی مجھے دیکھنے کی کوشش کرے تو میں اسے مل نہ سکوں"۔

"میں ہراتا کے پاس آیا۔ وہ بھی میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا:

"کیا ہوا چیف' کام ہو گیا؟"

"ہاں"۔

"کوئی پروگرام بنایا تم نے؟"

"ہاں ہراتا۔ بس تم تماشہ دیکھتے رہو۔ ویسے ہمیں کچھ کام کرنا ہو گا"۔

"کیا آپ ہراتا کو اس سے واقف کرانا ضروری سمجھیں گے؟"

"کیوں نہیں ہراتا۔ ویسے میں نے کسٹم آفیسر کو اس لاش کی اطلاع دے دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند ساعت کے بعد تم ڈرامہ دیکھ لو گے"

"خوب-----" ہراتا نے گردن ہلائی۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن اس طرح یہ لاش کسٹم کے قبضہ میں چلی جائے گی"۔

"ہاں فی الوقت لیکن اس کے بعد......"

"اس کے بعد کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اوہ میرا خیال ہے وہ دیکھو تلاش شروع ہو گئی" میں نے ہراتا کو ایک جانب متوجہ کیا۔ کسٹم کے کئی پولیس افسران اور دوسرے آدمی اس دوشیزہ کی جانب جا رہے تھے جس نے ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور افسردہ سی کھڑی تھی۔

گوریا سچ مچ ایک اچھی اداکارہ تھی۔ اس کے چہرے پر جو غم کے آثار دکھائی دے رہے تھے' وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ واقعی ایسی بیوہ ہے جو حال ہی میں اپنے شوہر سے بچھڑ گئی ہو۔ غم واندوہ اس کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں اس کی شخصیت اور ماتمی نظر آ رہی تھی۔ اس کے گرد چند افراد کھڑے تھے اور وہ اس کے وہی ساتھی تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے۔

کسٹم افسر اور دوسرے لوگوں نے غالباً" اسے تاک لیا تھا۔ شاید وہ اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا۔ وہ سب بھونچکا رہ گئے تھے۔

"واہ بڑی دلچسپ سچویشن ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا شانہ دبایا۔

"بھونچکا کھڑے ہوئے لوگ اب کسٹم افسر سے کچھ باتیں کر رہے تھے اور پھر وہ سب کسٹم کے افسران کے گھیرے میں ایک مخصوص حصے کی جانب بڑھنے لگے-----

میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کسٹم آفیسر انہیں اپنے آفس میں لے جا رہا تھا۔ لیکن خطرناک لوگ تھے' نہ جانے کیا ہو-----اور پھر میں اور ہراتا بھی ان کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت جلدی تو تھی نہیں۔ ہمارا سامان بھی بہت پیچھے تھا اور ظاہر ہے کہ سامان کی چیکنگ ہونے کے بعد ہی ہمیں یہاں سے نکلنا تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ کچھ دوسرے افراد وہ تابوت اٹھا کر کسٹم کے اس حصے کی طرف لے جا رہے ہیں جہاں آفیسرز کے دفاتر تھے۔

اور میں نے سوچا کہ کام بن گیا۔ ہراتا بھی اس تمام کاروائی کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا:

"چیف' کاش ہم اندر کے مناظر بھی دیکھ سکتے"۔

"ہاں ہراتا' یہ ممکن نہیں ہے" میں نے کہا لیکن پھر بھی ہم ان دفاتر سے زیادہ دور نہیں تھے۔ یہاں اور بھی لوگ تھے۔ ہم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں تھا' اور نہ ہی کوئی جان سکا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بس خاموشی تھی اور سب لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

تقریباً" بیس منٹ اسی انداز میں گزرے۔ اندر کسٹم افسران اور ان لوگوں میں نہ جانے کیا گفتگو ہوئی۔ اس کے بارے میں ہمیں پتہ نہ تھا۔

میں نے چند لمحات کے لیے کچھ سوچا۔ اب ہمارا سامان بھی چیکنگ کے لیے آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے نکلنا بھی تھا۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کی کاروائی مکمل طور پر دیکھ لی جائے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سارا سامان رکھوانے کے بعد بھی کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا لیکن اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ کیونکہ اچانک ہی فائرنگ کی زبردست آواز گونجی تھی۔ گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ باہر موجود دوسرے لوگ بھی اچھل پڑے تھے۔ اسی وقت دروازہ بڑی قوت کے ساتھ کھلا اور مجھے وہ تمام لوگ نظر آئے جو کسٹم افسران کی قید میں تھے اور جو بری طرح فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ باہر بھی بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

کسٹم افسران بھی تیزی سے پیچھے نکلے تھے۔ گو ان کے ہاتھوں میں بھی پستول تھے لیکن وہ اندھادھند فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کافی لوگ موجود تھے۔

البتہ بھاگنے والے کافی زبردست فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ان کی فائرنگ ہوائی نہ تھی بلکہ بہت سارے لوگ ان کی فائرنگ سے زخمی بھی ہوئے تھے۔ وہ باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہراتا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"چیف' چیف!" وہ پرجوش انداز میں بولا لیکن میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہراتا۔ بس اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ہراتا رک گیا۔

کسٹم افسران اور دوسرے تمام لوگ بری طرح دوڑ رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ اندر وہ دفتر خالی ہو گیا ہے جہاں فائرنگ کی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر ہراتا کو اشارہ کرتے ہوئے بولا:

"آؤ ہراتا"۔

دوسرے لوگ باہر کی جانب بھاگ رہے تھے تاکہ ان لوگوں کا حشر دیکھ سکیں جو عام لوگوں کو زخمی کر کے بھاگے تھے۔ اندر چیخ و پکار مچ رہی تھی۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی لیکن میں اور ہراتا کسٹم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس آفس میں داخل ہوگئے جہاں تابوت لے جایا گیا تھا۔

تب میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کئی آدمی یہاں فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے اور یہ سب کسٹم کے محافظ تھے۔ لاش کھلی پڑی تھی جس میں ہیروں کو لایا گیا تھا۔ تعفن پھیل رہا تھا اور اس کے پیٹ سے ہیرے باہر نکلے پڑے تھے۔ کافی بڑے بڑے اور قیمتی ہیرے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔

میں نے ہراتا کی جانب دیکھا اور ہراتا نے میری طرف۔ تب میں نے کہا "ہراتا دروازہ بند کرلو" اور ہراتا نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دروازہ بند کردیا۔

"تب میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر میں نے ایک بڑا بیگ دیکھا اور دوسرے لمحے میں اور ہراتا اس بیگ کو ہیروں سے بھر رہے تھے۔ کچھ بھی ہو' ہماری کوئی بھی پوزیشن ہو' اس کی پرواہ نہیں تھی۔ اب جس کام کے لیے قدم اٹھالیا تھا' اسے تو انجام دینا ہی تھا۔ چنانچہ ہم نے نہایت پھرتی سے انسانی پیٹ میں پڑے ہوئے ہیرے نکال کر بیگ میں بھرنا شروع کردیے اور پھر جس قدر ہیرے اس میں بھرے جا سکتے تھے' ہم نے بھر لیے اور بیگ کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

مسئلہ صرف باہر نکلنے کا تھا۔ حالانکہ اندر بھی تین چار کسٹم افسران موجود تھے لیکن وہ سب زخمی تھے اور نیم بے ہوش۔ وہ ہماری کیفیات و حرکات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس وقت ہمارے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ باہر مسلسل شوروغل ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے بیگ ہراتا کے ہاتھ میں دیا اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

اسے خوش بختی کی کہا جاسکتا ہے کہ لوگ ابھی تک اپنی اپنی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ کسی نے کسٹم ہاؤس کی اس عمارت کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

باہر کی افراتفری دیکھنے کے قابل تھی۔ بہت سارے افراد کو پولیس اٹھا اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال رہی تھی۔ شاید انہیں فرسٹ ایڈ...... کے لیے لے جایا جارہا تھا۔

ہم نے سامان اٹھایا جس پر Checked کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ اس طرح ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی اور ہم کسٹم ہاؤس سے باہر کھلے علاقے میں نکل آئے۔ یہاں اور کوئی چیکنگ نہیں تھی۔ ہمارے ہاتھ غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے۔ مگر بہرحال اس وقت ہم ان تمام باتوں کو نظرانداز کیے ہوئے تھے۔ بیگ ہراتا کے پاس تھا اور اس کا چہرہ بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ واقعی آہنی اعصاب کا مالک تھا یہ بھی---- اور میں اس سے پوری طرح مطمئن تھا۔

"ہراتا" میں نے مضبوط لہجے میں پکارا۔

"لیس چیف!"

"میرا خیال ہے کوئی ٹیکسی روکو"

"اوکے چیف" ہراتا نے جواب دیا اور پھر وہ ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ چند ساعت کے بعد ایک ٹیکسی ہمارے نزدیک آکر رک گئی اور ہم لوگ اپنے مختصر سامان سمیت ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

ٹیکسی چل پڑی۔ ہم نے اسے مخصوص علاقے کا نام بتادیا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم اتر گئے اور ہم نے

سکون کی گہری سانسیں لیں۔

ہراتا بیگ لیے میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس بیگ میں غالباً" لاکھوں روپے کی مالیت کے ہیرے تھے لیکن اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا...... ابھی تک ان ہیروں کے بارے میں کوئی سوچ ذہن میں نہیں تھی کہ اس کی مالیت کیا ہے اور اس سے ہمیں کتنا مالی منافع ہوگا۔ ہم لوگ دور تک پیدل چلتے رہے پھر ایک اور جگہ سے ہم نے دوسری ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کسی عمدہ ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا۔

"میرا خیال ہے جناب' اگر آپ کہیں باہر سے آئے ہیں تو پھر برونو میں قیام کریں" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"ہم مقامی لوگ ہیں لیکن برونو...... چلو ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھادی۔

چند ساعت کے بعد ہم خوبصورت ہوٹل برونو کی پارکنگ میں کھڑے ہوئے تھے۔ تب چند ملازمین نے ہمارا سامان ہاتھوں میں لیا اور ہم چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم برونو کی تیسری منزل کے ایک خوبصورت کمرے میں تھے۔

ہراتا اور میں سب سے پہلے باتھ روم میں گئے۔ ہم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد باہر نکل آئے۔ تب ہراتا نے کہا:

"چیف! میں تمہیں دنیا کا خطرناک ترین آدمی سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا"۔

"کیوں ہراتا؟"

"چیف معمولی بات نہیں تھی۔ میں کہتا ہوں معمولی بات نہیں تھی۔ اس وقت جب کسٹم میں تمام افراد خوفناک ترین بحران میں مبتلا تھے' اور اگر ہم اس کمرے میں دیکھ لیے جاتے یا یہ حرکت کرتے پکڑے جاتے تو یقینی طور پر ہماری زندگی محال تھی لیکن تم نے جس دلیری اور جس مہارت سے کام دکھایا' میں اس کی داد نہیں دے سکتا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں تمہاری تعریف کرسکوں" ہراتا نے کہا۔

"اوہو ہراتا' تم بھی تو میرے بھرپور معاون تھے"۔

"چیف یقین کرو تمہارے ساتھ رہ کر مجھ میں یہ ہمت پیدا ہوئی تھی' ورنہ میں تو کبھی بھی ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ بہرحال میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"چلو نہ کہو' لیکن کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو اور ہاں ہراتا ہم برونو میں نہیں ٹھہریں گے"۔

"میں نہیں سمجھا چیف----؟"

"فوری طور پر یہاں سے نکل کر کسی دوسرے ہوٹل میں بندوبست کیا جائے۔ میں کوئی بھی اس قسم کا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے کوئی...... ہماری جانب متوجہ ہو"۔

"ٹھیک ہے چیف۔ حالانکہ ہم راستے بدل کر آئے ہیں۔ ایک ٹیکسی بھی ہمیں لے کر یہاں نہیں آئی۔ پھر----؟"

"ہاں اس کے باوجود"۔

"کیوں چیف؟"

"ٹیکسی ڈرائیور نے کچھ جملے کہے تھے۔ تمہیں یاد ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر آپ غیر ملکی ہیں تو برونو میں قیام کریں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی کسی طور ہماری نشاندہی کی جائے تو ٹیکسی ڈرائیور ہمارے بارے میں سوچ سکتا ہے اور یہ سوچ آگے تک پہنچ سکتی ہے"۔

"اوہ۔ یقیناً۔ تب پھر؟"

"بس ٹھیک ہے' پہلے کافی منگواؤ۔ کافی پییں گے۔ اس کے بعد یہاں سے چل پڑیں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہونے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی" میں نے کہا اور ہراتا نے گردن ہلا دی۔

ہم نے گھنٹی بجا کر ویٹر کو بلایا اور پھر کافی طلب کی۔ گرم کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد میں اور ہراتا پوری طرح چاق و چوبند ہوگئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم اپنا سامان وہیں چھوڑ کر صرف بیگ لیکر وہاں سے نکل آئے اور کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔

پھر ہم نے ایک اور ہوٹل میڈلینو میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل بھی اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں سے تھا اور اس کے کمرے برونو کے کمروں سے کشادہ تھے۔ چنانچہ ہم ایک کمرے میں مقیم ہوگئے۔ سامان ہمارا برونو ہی میں تھا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ہراتا سے کہا کہ وہ برونو جا کر اپنا سامان لے آئے' اور ہراتا ٹیکسی لے کر روانہ ہوگیا۔

ہیروں کا عظیم الشان ذخیرہ میرے پاس تھا۔ ہراتا جس وقت دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا اس وقت تک میں ہیروں کو تعفن سے صاف کر چکا تھا۔

ہیرے صاف ستھرے ہوگئے۔ اس کے بعد میں نے وہ بیگ بھی بدل یا جس بیگ میں ہم ہیرے لائے تھے۔ اسے بھی ضائع کرنا ضروری تھا۔

☆ ☆ ☆

اب میں نے اس لاش کے بارے میں سوچا جس میں ہیرے بھرے ہوئے تھے۔ لاش کا بدن اندر سے پوری طرح خالی کر لیا گیا تھا اور اس سلسلے میں یقیناً ان لوگوں نے زبردست کاروائی کی تھی۔ لیکن کسٹم والوں نے بھی اسے نہ چھوڑا' وہیں پر اسے چیر دیا گیا۔ ظاہر ہے ان لوگوں کے خلاف جرم ثابت کرنے کے لیے یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اب ہوریشو کی تلاش بڑے زور و شور سے جاری ہو جائے گی۔ اگر کسٹم آفیسر کو ہوریشو کے نام سے متاثر ہونا ہوتا تو وہ ہو چکا ہوتا اور اس قسم کی کوئی کارروائی نہ کرتا۔ اس کا مقصد تھا کہ ہوریشو کا اثر اس حصے میں کچھ لوگوں پر نہیں تھا۔ چنانچہ اسے ضرور تلاش کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس کے بعد یہ الزام بھی انہی لوگوں پر آئے کہ وہ فائرنگ کرنے کے بعد ہیرے بھی لے کر فرار ہوگئے۔

ہراتا سامان کے بیگ لے آیا تھا۔ اسٹیورڈ اس کے ساتھ تھا۔ ہراتا نے بیگ رکھوائے اور جیب سے کچھ سکے نکال کر اسٹیورڈ کی طرف بڑھائے اور وہ کمرے سے نکل گیا۔

تب ہراتا نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور میری جانب مڑا "چیف' بہت ہی حیرت انگیز طور پر کام ہوا ہے"

"تم اب تک اس کے بارے میں سوچ رہے ہو ہراتا؟"

"ہاں چیف۔ اور اس کی وجہ یہ ہے شاید کہ میں نے زندگی میں اس سے پہلے کبھی اتنا تیز کام ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ تم بے حد پھرتیلے ہو"۔

"ارے نہیں ہراتا' بس کرو' اب تو میں اپنی تعریفیں سن سن کر خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہا ہوں" میں نے کہا۔

"نہیں چیف' مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے میں جب بھی سوچتا ہوں' مجھے عجیب سا محسوس ہوتا ہے"۔

"بیٹھو ہراتا۔ میرا خیال ہے تم بھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ"۔

"اوہو' ہاں بہتر رہے گا" اس نے کہا اور پھر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ نہاتا رہا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ اب بھی اسی بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ ان معاملات سے اجنبی تھا لیکن میرے لیے یہ باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ہوریشو کو ایک اور زبردست چوٹ ہوئی تھی۔ ایسی چوٹ کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بہرحال میں نے یہ کھیل دکھا تو دیا تھا لیکن اب اسے ایسی خوبصورتی سے نبھانا بھی تھا۔ اتنے قیمتی ہیرے ہوٹل میں رکھنا یا ساتھ رکھنا مناسب نہیں تھا۔ پہلے ان کا بندوبست کر لیا جائے' اس کے بعد پھر آرام سے یہاں کے حالات دیکھیں گے۔

ہراتا نہا کر نکل آیا۔ وہ اب بھی بہت خوش تھا اور نہ جانے کب تک اسی سلسلے میں کان کھاتا رہا۔ اس کے ذہن پر زبردست اثر تھا۔ پھر ہم دونوں نے ہیرے نکال کر اس کے بارے میں اندازہ لگایا۔ ہراتا بھی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر کی قیمت کے ہیں بلاشبہ ——"

"کیا تمہیں ان کے بارے میں اندازہ ہے؟"

"ہاں چیف' ہمارے خاندان میں بے شمار قیمتی ہیرے ہیں۔ شاہی خاندان کے آبائی خزانہ حکومت نے اسی کے حوالے کر دیا ہے —— باقی معاملات دوسرے ہیں لیکن پرانے خزانے کو کسی نے نہیں چھوا۔ آج بھی ہر پانچویں سال اس خزانے کی نمائش ہوتی ہے اور اس سے خاندان کی ساکھ بنتی ہے"۔

"اوہ۔ واقعی میں بھول گیا تھا۔ ویسے ہراتا' میری طرف سے پیش کش ہے' تم اس میں سے جو چاہو لے لو" میں نے کہا اور ہراتا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"چیف!" اس نے کسی قدر اداس آواز میں کہا "چیف۔ مجھے ہیروں کی ضرورت نہیں ہے۔ خزانے سے تو میں بہت کھیلا ہوں۔ مجھے تو ایک ایسے ہیرے کی تلاش تھی جس کی روشنی دل کو سکون بخشے۔ اگر ان میں کوئی ایسا ہیرا ہے تو مجھے دے دو"۔

"ہراتا۔ میں تمہاری دل آزاری نہیں کر رہا تھا"۔

"تو پھر آئندہ مجھے کوئی ایسی پیشکش نہ کرنا چیف۔ وہ ہیرا جو دل کو سکون بخش سکتا ہے' تم ہو چیف...... تمہاری محبت کی روشنی میرے دل میں پھیل گئی ہے۔ کیونکہ تم نے مجھے گلے لگایا ہے' جب میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک بے جان پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس سے مجھے احساس ہوا ہے مسٹر لارل کہ کوئی میرا بھی مونس ہے۔ بس یہ احساس سب سے قیمتی ہیرا ہے"۔

"تم سیر چشم بھی ہو ہراتا اور فراخ دل بھی۔ میں تمہاری ان باتوں کو بھی نہیں بھولوں گا"۔

"تو میری طلب مجھے مل جائے گی؟"

"مل چکی ہے۔ ہم دونوں دوستی کا عہد کر چکے ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے"۔

"اوکے چیف!"

"چیف نہیں 'نواز"۔

"نہیں 'لارل!" ہراتا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ اچھا اب ایک بات بتاؤ"۔

"جی!" ہراتا ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"ہیروں کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے 'کل انہیں ہم کسی بینک کے لاکر میں رکھ دیں"۔

"مناسب خیال ہے" ہراتا نے تائید کی۔ پھر بولا "بہرحال چیف 'جن لوگوں سے آپ کی دشمنی ہے' انہیں کیسے معلوم ہوگا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے؟"

"ہیروں کے حصول سے زیادہ لطف تو اسی بات کا آئے گا ہراتا' جب ہوریشو کو اس بارے میں معلوم ہوگا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً لیکن......"

"میرے پاس اس کا بندوبست ہے"۔

"گڈ! وہ کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"وہ لڑکی جو اپنے شوہر کی لاش لا رہی تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اسے اس بات سے روکا تھا کہ وہ مجھ سے ربط ضبط نہ بڑھائے' جس پر وہ لڑکی برہم ہو گئی تھی اور اسی وقت میں نے ان کی گفتگو سن لی تھی جس سے میں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ لڑکی اپنے ساتھیوں کے روکنے سے رک تو گئی تھی' لیکن وہ تھوڑی سی جھنجلا بھی گئی تھی اور اس نے مجھے اپنا مقامی پتہ دے دیا تھا"۔

"اوہ۔ تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔" ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں اس سے ملوں گا"۔

"لیکن مسٹر لارل 'کیا انہیں اندازہ ہوگا کہ مخبری کرنے والے آپ ہیں؟"

"نہیں 'وہ دعوے سے تو یہ بات نہیں کہہ سکتے"۔

"یقیناً۔ پھر آپ کیا کریں گے؟"

"مجھے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ہوریشو کے گروہ کی رکن ہے۔ اور میرا خیال ہے' یہی بات کافی ہے۔ میں اس سے ملوں گا اور ہوریشو کے لیے تحفہ پیش کروں گا"۔

"آپ خود اسے بتائیں گے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور ہراتا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔

"بہرحال آپ بہتر سمجھتے ہوں گے لیکن میرا خیال ہے احتیاط ضروری ہے"۔

"بے فکر رہو ہراتا۔ ہم پوری احتیاط رکھیں گے" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

"ویسے تو میں مطمئن ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں......" وہ مسکراتا رہا۔ پھر بولا "زندگی سے ساری گرد کی تہیں دھل گئی ہیں۔ یوں لگ رہا ہے مسٹر لارل جیسے برسوں سے گرد آلود روح اب پوری طرح دھل کر صاف ہو گئی ہے۔ یقین کریں' بس اندرونی طور پر بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے اتنا شاندار ساتھ مل گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی طلب نہیں رہ گئی مسٹر لارل' براہ کرم یہ بات یاد رکھیں"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ بہرحال تو اب یہ بات طے ہے کہ کل ہم یہ ہیرے کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے"۔

"بالکل طے"۔

"تمہیں میک اپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں ہراتا؟"

"کس قسم کا میک اپ چیف' وہ جو عورتیں اپنے چہروں پر کرتی ہیں یا اداکار۔۔۔۔۔"

"وہ جس سے ضرورت کے تحت چہرے کے خدوخال تبدیل کر لیے جاتے ہیں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے"۔

"اوہ اس کے بارے میں' میں نے صرف پڑھا ہے۔ عملی طور پر کوئی تجربہ نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے' میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ ممکن ہے ہمیں ضرورت پیش آ جائے۔ کیونکہ بہرحال ہوریشو کو ہم اطلاع دیں گے اور پھر اس کے تلملانے کا تماشا بھی دیکھیں گے"۔

"میں سمجھ گیا"۔

"اس خطرناک آدمی سے میری زبردست چلی ہے ہراتا۔ بلاشبہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ شیطان نمبر دو ہے۔ ٹھنڈی طبیعت اور گہرے ذہن کا مالک۔ ہمیں یہ قدم احتیاط سے اٹھانا ہوگا" میں نے کہا اور ہراتا مسکرا دیا۔

"تم اس کا ذکر کر رہے ہو چیف تو یقیناً وہ کچھ ہوگا لیکن......" ہراتا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"لیکن کیا؟"

"تم اپنا دوسرا کاروبار کر رہے ہو اور میرے خیال میں یہ کاروبار زبردست منافع بخش ہے"۔

"ہاں یقیناً لیکن تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو' وہ میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"جونہی تمہیں معلوم ہوا چیف کہ اسمگلنگ کے اس پروگرام کا تعلق ہوریشو سے ہے' تم نے فوراً اس میں ٹانگ اڑا دی اور ہوریشو کا راستہ کاٹ دیا"

"ہاں پھر؟"

"تب تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو چیف بلکہ تم اسے کراس کرنے کی قوت رکھتے ہو۔ تم اسے شکست دیتے ہو اور پھر احساس دلاتے ہو کہ اس کے سینے میں یہ زخم تم نے لگایا ہے۔ تم اس سے کہیں زیادہ دلیر' کہیں زیادہ خطرناک ہو چیف۔ وہ تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہراتا ـــــــ اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن اسے اعلیٰ کارکردگی کا ایک خطرناک انسان ضرور مانتا ہوں"۔

"اگر وہ خطرناک نہ ہوتا تو تم اسے گھاس بھی نہ ڈالتے۔ بہرحال بات میک اپ کی ہو رہی تھی۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن مسٹر لارل جانتے ہیں اور یہی کافی ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کچھ سوچوں" ہراتا میری ذات پر حد سے زیادہ اعتماد کر بیٹھا تھا۔

بہرحال وہ رات ہم نے ہوٹل میں گزاری۔ ہراتا کے سو جانے کے بعد بھی میں اس کاروائی کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کرتا رہا تھا۔ بلاشبہ میں نے جو کاروائی کی تھی' اس نے نہ صرف ہوریشو کو دوسرا زبردست مالی نقصان پہنچایا تھا بلکہ اس بار تو میں نے اسے خاصی بڑی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ کسٹمز کے عملے کو جو نقصان پہنچا تھا' مقامی پولیس اسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہوریشو کے گروہ کی تلاش میں دن رات ایک کر دے گی اور ہوریشو کو اپنا سارا کاروبار سمیٹنا پڑے گا۔ مجھے اپنا کام کچھ عرصے کے لیے روکنا پڑے گا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ مجھے کون سی جلدی پڑی تھی۔

دوسرے دن صبح...... ناشتے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ ہراتا کو میں نے ہوٹل ہی میں چھوڑا۔ ایک نمایاں شخصیت ہونے کی وجہ سے وہ ہر جگہ پہچانا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس صورت حال سے بچنا چاہتا تھا۔ ہراتا کو کوئی اعتراض نہیں ہوا اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ کر انتظار کرے گا اور پھر میں باہر آ گیا۔

ایک بینک میں لاکر لے کر پہلے میں نے ہیروں کو لاکر میں رکھوایا۔ اس کے لیے میں نے بازار سے ایک سوٹ کیس لے کر ہیرے اس کے اندر مضبوطی سے پیک کر دیے تھے۔ اس کام میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد میں بازار...... کی سیر کو نکل گیا۔ بازار سے میں نے کئی چیزیں خریدیں۔ ان میں میک اپ کا جدید ترین سامان بھی شامل تھا جس کے استعمال سے میں بخوبی واقف تھا۔

پھر دوپہر تک میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ ہراتا نیچے جا کر بک اسٹال سے رسالے وغیرہ خرید لایا تھا اور اس وقت مزے سے ان کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ...... بند نہیں کیا تھا۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"بھوک لگ رہی ہے مسٹر لارل لیکن میں نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ جب آپ واپس آئیں گے تبھی کھانا کھاؤں گا"۔

"اوہ نیک انسان۔ ایسے تکلفات مت کیا کرو۔ تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔ چلو جلدی سے کھانا منگواؤ" میں نے کہا اور ہراتا نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر...... بعد کھانا آ گیا۔ ویٹرز نے نفاست سے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر چن دیا۔ ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دو ویٹر یہاں موجود تھے۔ اس لیے ہم کوئی خاص بات چیت نہ کر سکے۔ پھر کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ہراتا کو بتایا کہ کام مکمل ہو گیا ہے۔

"کوئی قباحت تو نہیں ہوئی چیف؟"

"بالکل نہیں"۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میک اپ" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' میں نے تمہارے ساتھ کئی پیکٹ دیکھے تھے" ہراتا نے کہا۔

"ہاں۔ ان میں میک اپ کا سامان بھی موجود ہے اور دوسری چیزیں بھی جو فوری طور پر تمہاری ضرورت کے لیے ہیں"۔

"میری ضرورت کے لیے؟" ہراتا نے پوچھا۔

"ہاں ہراتا۔ میں چاہتا ہوں تم چہرہ بدل لو۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے کہ ہوریشو جہاز پر موجود تمام مسافروں کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں خود بھی چہرہ بدل لوں گا لیکن ایک مخصوص وقت کے بعد ـــــــ تم اپنی شخصیت کی وجہ سے نمایاں ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شکل بدل جائے"۔

"جیسا تم مناسب سمجھو چیف۔ لیکن کیا میں میک اپ میں چھپ سکوں گا؟"

"ہاں میں خود کو خدوخال بدلنے کا ماہر سمجھتا ہوں۔ اور پھر اس سلسلہ میں تمہاری کوالٹی بھی کام آئے گی"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"تم نے کہا تھا کہ تم کئی زبانوں کے ماہر ہو"۔

"ہاں"۔

"فرنچ جانتے ہو؟"

"اہل زبان کی طرح" ہراتا نے فرانسیسی زبان ہی میں جواب دیا۔

"تب میں تمہیں فرنچ بنا دوں گا"۔

"اور میرے بال؟" ہراتا نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔ پروگرام یہ ہے کہ میڈلینو میں ہی اس کمرے کے برابر ایک کمرہ تمہارے لیے حاصل کر لیا جائے۔ اور تم اس میں ایک فرانسیسی سیاح کی حیثیت سے قیام کرو۔ اس طرح ہم زیادہ ہوشیار رہ سکیں گے"۔

"اوکے چیف!" ہراتا نے کہا اور پھر میں بھان متی کا پٹارہ کھول کر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے ہراتا کے بالوں کو ہیر اسپرے کے ذریعے اخروٹی رنگ دیا۔ جیسا عموماً دھوپ میں زندگی گزارنے والے سیاحوں کے بالوں کا رنگ ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے سانولے چہرے کو تانبے کے رنگ میں رنگا اور پھر بالوں کے رنگ کی چڑھی ہوئی مونچھیں اور چھوٹی سی داڑھی لگا کر میں نے اسے ایک جفاکش اور مہم جو سیاح کا روپ دے دیا۔ پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر میں نے اس کے ہاتھ میں آئینہ تھما دیا۔

ہراتا میں ایک مخصوص عادت تھی۔ کسی انوکھی شے کو دیکھ کر وہ بے قابو ہو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ دیر تک اس میک اپ کا دیوانہ رہا اور اس کی تعریف میں میرے کان کھاتا رہا۔

"دوسرے پیکٹوں میں تمہارے لیے فرانسیسی طرز کے لباس ہیں۔ اب میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لیے نزدیکی کمرہ بک کرا دوں"۔

"اوہ' کیا کہوں چیف۔ تم تو میرے پاس تھوڑی بہت عقل بھی نہیں رہنے دو گے۔ ٹھیک ہے' جو تم مناسب سمجھو" اس نے کہا اور میں اسے چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے دن کے اخبارات میں بندرگاہ پر پیش آنے والے واقعہ کی تفصیلات چھپیں۔ کسٹمز کے ع
کے نو افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ پبلک کے تیرہ آدمی زخمی ہوئے تھے جن میں سے دو ہسپتال :
ہلاک ہوگئے تھے۔ پولیس اور انتظامیہ کے دوسرے تمام محکمے حرکت میں آگئے تھے۔ ہیروں کی لاش
تفصیلات بھی تھیں اور اس سلسلے میں ہالینڈ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔

انتظامیہ کے سربراہوں نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد ہوریشو کے گروہ کو بے نقاب کر جائے گا اور پھر اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ رات کو اعلیٰ عہدیداران کے انٹرویو بھی ٹی وی پر پیش گئے۔ سب اس المناک سانحہ پر غمزدہ تھے۔ غصے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس مخبر کے لیے انہوں درخواست کی تھی کہ وہ سامنے آکر اس سلسلہ میں مزید معلومات مہیا کرے۔ اور انتظامیہ کی مدد کرے انتظامیہ اس کی شکرگزار ہوگی۔ اس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دی جائے گی۔

میں نے اور ہراتا نے ساتھ ہی یہ انٹرویو دیکھا تھا۔ ہراتا بہت پرجوش تھا۔ انٹرویو ختم ہونے کے ب اس نے کہا: "واقعی میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا"۔

"آہ ہراتا! میں ہوریشو کا حال جاننے کے لیے بے تاب ہوں" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسے تلاش نہیں کرسکتے چیف؟"

"اوہ' یہ کام اتنا آسان نہیں ہراتا۔ مجھے یقین ہے کہ مقامی انتظامیہ اگر بہت دوڑ دھوپ کرے گ اس کے گروہ کے چند افراد کو گرفتار کرلے گی۔ جہاں تک ہوریشو کا تعلق ہے' وہ ہاتھ نہیں آئے گا ا بہرحال میں خود بھی...... یہی چاہتا ہوں"۔

"کیا چیف؟"

"یہی کہ وہ آزاد رہے"۔

"ارے کیوں؟" ہراتا تعجب سے بولا۔

"ہراتا۔ دشمن تو بے پناہ مل جاتے ہیں لیکن ایسے دشمن بار بار نہیں ملتے جو بھرپور ہوں۔ ایک میں اس کے ہاتھوں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگیا تھا۔ آج میں قدم قدم پر اس کے سامنے موت شکنجہ لانا چاہتا ہوں۔ اس جیسے خطرناک دشمن کو اس وقت تک زندہ رہنا چاہیے جب تک دل کی حسرتیں نکل جائیں"۔

"ٹھیک ہے چیف" ہراتا نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہوگیا۔

☆ ☆ ☆

چوتھے دن میں نے شام تقریباً چار بجے ہوٹل چھوڑ دیا۔ میں اسی میک اپ میں تھا جس میں جہاز گوریا سے ملا تھا۔ گوریا نے جو پتہ بتایا تھا' اسے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی کے بعد میں ایک بیس منزلہ عمارت کی آٹھویں منزل کے ایک فلیٹ پر کھڑا تھا۔ پھر میں نے بیل بجائی ا انتظار کرنے لگا۔ دوسری بار بیل بجانے پر دروازہ کھلا۔ ایک بوڑھی عورت تھی جس کا چہرہ خوف میں پیلا ہوا تھا۔

"مادام گوریا سے ملنا ہے" میں نے کہا اور عورت نے خوف زدہ انداز میں گردن ہلا دی۔ وہ ا:

طرف ہٹ گئی تھی۔ اس کا یہ خوف' یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اس نے گوریا سے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال میں اندر داخل ہوگیا۔ بوڑھی نے دروازہ بند کرلیا تھا اور پھر وہ بمشکل تمام پھنسی پھنسی آواز میں بولی "وہ...... ڈرائنگ روم میں ہے جناب" اس کے ساتھ اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

میں نے شانے اچکائے اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر میں نے دروازہ کھولا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔ خاصا کشادہ اور آراستہ کمرہ تھا۔ ایک صوفے پر گوریا بیٹھی تھی جس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اس کے سامنے میز پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ نزدیک ہی سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی پڑا ہوا تھا۔

"کون ہے مما؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"مادام گوریا" میں نے آواز دی اور وہ تیزی سے پلٹ پڑی۔ چند ساعت تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سحرزدہ سی آواز میں بولی:

"تم؟"

"کیا تم مجھے پہچان نہیں سکیں مسز ایڈگر؟"

"تم جہاز پر تھے نا؟" کیا نام ہے تمہارا" غالباً" مسٹر لارل؟" گوریا نے کہا۔

اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے' لباس بھی میلا کچیلا تھا۔

"جی ہاں! جی ہاں۔ لیکن آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ غالباً" آپ اپنے شوہر کی موت کا گہرا اثر لے رہی ہیں"۔

"بھاگ جاؤ۔ خدا کے واسطے چھپ چھپا کر بھاگ جاؤ۔ ورنہ...... ورنہ مفت میں مارے جاؤ گے" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور پھر کھڑی ہوگئی۔ وہ کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ "افوہ! کیا تم لفٹ سے ہی آئے ہو؟"

"ہاں کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"دیکھ لیے گئے ہوگے۔ اب بمشکل بچ سکو گے"

"مادام گوریا۔ نہ جانے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ شاید نشے میں ہیں۔ میں لارل ہوں اور جہاز پر آپ نے کہا تھا کہ آپ سے ضرور ملوں"۔

"جہاز کا جو بھی مسافر نظر آئے گا' وہ اسے ہلاک کردے گا اور پھر تم۔ تمہارے اوپر تو اسے پورا شبہ ہے"۔

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟" میں نے جھنجلا کر پوچھا۔

"ایں" وہ چونک پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے حواس واپس آگئے ہوں" اوہ مسٹر لارل' بیٹھیے' پلیز بیٹھیے۔ میں سخت پریشان ہوں۔ شاید نشے کے عالم میں میں کچھ اول فول بک گئی ہوں۔ اتنے دن کہاں مصروف رہے آپ؟" وہ مسکرانے لگی۔ لیکن یہ مسکراہٹ تھی یا مسکراہٹ کا مذاق۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ہوریشو کے عتاب میں ہے۔ اس کی ایک ایک بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب تو آپ ٹھیک ہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' دراصل میرے شوہر کی موت نے میرے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ میں ہوش و حواس میں نہیں ہوں"۔

"کیا میں آپ کو ایک گلاس اور بنا کر دوں؟"

"اوہ نہیں شکریہ' آپ میرے مہمان ہیں"۔

"لیکن آپ کی حالت دیکھ کر ساری خوشی کافور ہو گئی ہے۔ اگر آپ اس وقت درست نہ ہوں تو میں پھر کبھی آؤں؟ ویسے ایک دوست کی حیثیت سے میری خواہش ہے کہ میں آپ کو سنبھالوں لیکن نہ جانے آپ اسے پسند کریں یا......."

"اوہ لارل ڈیر! تم ایک شریف آدمی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرے" گوریا نے کہا اور باہر کی طرف کر کے ہانگ لگائی "مما------"

"لیں بے بی!" بوڑھی شاید دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی۔ فورا"------ اندر آ گئی"۔

"مما! یہ میرے بڑے اچھے دوست ہیں۔ پلیز ان کے لیے گلاس لاؤ------"

"لیں' بے بی" بوڑھی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور باہر نکل گئی"۔

"سوری مسٹر لارل آپ بھی کیا سوچ رہے ہوں گے۔ بھلا یہ بھی کوئی مہمان نوازی ہے؟ لیکن مجھے امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے"

"سب ٹھیک ہے گوریا۔ یہ تمہاری ممی ہیں؟"

"ہاں ممی ہیں۔ ان کے علاوہ ساری دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو میں سمجھتی قیامت آ چکی ہے' دنیا ختم ہو چکی ہے۔ ہاں مسٹر لارل میں اس بوڑھی عورت کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ جس کا دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کاش یہ آج ہی مر جائے اور اپنی موت مر جائے تو کل..... کل میں وہ قیامت برپا کروں کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں۔ میں اپنے پورے بدن پر گولیوں کے نشانات بنالوں اور اف نہ کروں۔ لیکن بوڑھی عورت موت سے بہت ڈرتی ہے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی۔ موت کے خوف سے وہ رونے لگتی ہے اور مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند ہے۔ میں چاہتی ہوں' وہ کبھی نہ مرے' ہمیشہ زندہ رہے۔ خواہ میں اس کے لیے لاکھ بار مر جاؤں۔ آہ! میں اس کی زندگی چاہتی ہوں۔ اس کی پسند کی زندگی" گوریا نے کہا اور جلدی سے شراب کا گلاس اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔

مجھے اس کی ذہنی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ہوریشو نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے اور وہ ذہنی انتشار کا شکار ہے اور سرائے عالم گیر کا پروردہ خون ابھی اس قدر سرد نہیں ہوا تھا کہ کسی مظلوم کی بے بسی اسے متاثر نہ کرتی۔ میرے ذہن میں بجلیاں بھر گئیں۔ بوڑھی عورت گلاس لے آئی تھی۔

گوریا نے شراب سے گلاس بھر دیا اور پھر اپنے لیے انڈیلنے لگی۔ بوڑھی واپس چلی گئی تھی۔ پھر جب گوریا نے گلاس اٹھایا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"دوسرے لوگوں کا کیا حشر ہوا مس گوریا؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ایں------" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا اور پھر اچھل پڑی۔

"دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا اور وہ آنکھیں پھاڑنے لگی۔

"کون------ کون دوسرے لوگ؟"

"وہ جو تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک تھے"۔

"کون سی مہم؟" وہ دیوانہ وار چیخ پڑی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح کھڑی ہو گئی تھی۔

"ہیروں کی اسمگلنگ کی مہم" میں نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور گوریا جیسے پاگل ہو گئی"۔

"تو وہ تم ہی تھے؟" وہ تم ہی تھے سور کے بچے۔ وہ تم ہی تھے؟ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ میں تمہیں......." وہ اچھل کر میرے اوپر گر پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا سینہ پیٹ ڈالا اور سر سے ٹکریں مارنے لگی۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مارتے مارتے تھک گئی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا۔ گوریا کیا ہوا؟" بوڑھی عورت روتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ وہ گوریا کی طرف بڑھی تھی۔

"کچھ نہیں مما۔ تم باہر جاؤ۔ جاؤ" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"مار ہی ڈالو اسے۔ کیوں تڑپا تڑپا کر مار رہے ہو۔ ایک بار ہی مار ڈالو۔ خدا تمہیں برباد کرے۔ خدا تمہیں برباد کرے" بوڑھی عورت سسکتی ہوئی بولی۔

"مما تم باہر جاؤ" میں نے خونخوار لہجے میں کہا اور بوڑھی سہم گئی۔ پھر وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تب میں نے ہمدردی سے گوریا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولا:

"میں نے کیا قصور کیا ہے گوریا؟"

میرے اس لہجے اور انداز نے گوریا کو پھر متحیر کر دیا۔ وہ روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:

"کیا تم مجھے بھی قتل کرنے ہی آئے ہو؟ بولو یہ چوہے بلی کا کھیل کیوں کھیل رہے ہو۔ کیا تمہیں بھی گوریا ہی سے انتقام لینے سے تسکین ہو گی؟"

"نہیں گوریا۔ میں تو صرف ہوریشو کا دشمن ہوں۔ تم کیا حیثیت رکھتی ہو"

"لیکن مارے ہم بے حیثیت ہی جاتے ہیں' ہوریشو کا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن تم...... تم اس سے براہ راست واقف ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ اندازہ ہو چکا ہے اس لیے تب تم سے کچھ چھپانے کی کوشش فضول ہے گوریا۔ پہلے تم میرے سوال کا جواب دو۔

"کیا؟"

"جہاز پر تمہارے ساتھ جو لوگ تھے' ان کا کیا ہوا؟"

"چار اذیتیں دے کر قتل کر دیے گئے۔ دو پر عرصہ حیات تنگ ہے۔ میرے لیے نہ جانے اس نے کیا سوچا ہے۔ مجھے ہدایت ہے کہ فلیٹ سے باہر قدم نہ رکھوں۔ دن میں کئی بار ٹیلی فون آتے ہیں اور ان پر خوفناک باتیں کہی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے کسی خاص مقصد کے تحت مجھے زندہ رکھا ہے ورنہ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک قتل کر چکا ہوتا" گوریا نے جواب دیا۔

"تو اب تم اس گروہ سے مایوس ہو چکی ہو" میں نے سوال کیا لیکن اس سوال کا گوریا نے کوئی جواب نہ دیا" وہ مجھے گھور رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤ۔ تم کہاں سے میرے پیچھے لگے تھے؟"

"جہاز ہی سے!"

"اس سے پہلے تو تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟"

"نہیں!"

"لیکن تم نے لاش کے بارے میں کہاں سے جان لیا۔ میری کون سی غلطی نے تمہیں اس طرف متوجہ کر دیا؟"

"اوہ گوریا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ اس کے بارے میں معلومات رکھنا میرا کام ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ چالاک صرف وہی تو نہیں ہے۔"

"تو کیا...... تو کیا در حقیقت تم نواز اصغر ہو؟" اس نے سوال کیا اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔

"کیوں، یہ نام تم نے کہاں سے سنا؟"

"خود ہوریشو کی زبانی۔ اسی نے کہا تھا کہ دنیا کا خطرناک ترین شخص نواز اصغر ہی ہو سکتا ہے۔ ہوریشو اس کے نام سے خوفزدہ ہے۔"

"تو اس سلسلہ میں ہوریشو کو اسی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے؟"

"ہاں، اس نے کہا کہ یہ بے مثال کارکردگی اسی شخص کی ہو سکتی ہے۔ نواز اصغر نے ہوریشو کو یہ دوسرا خوفناک نقصان پہنچایا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی عرصہ قبل اس نے ہوریشو کے گروہ کے تیں افراد ہلاک کر دیے تھے اور اس کی لانچ لوٹ لی تھی۔ ہوریشو پر نواز اصغر کے نام سے جنون طاری ہو جاتا ہے" گوریا نے کہا۔

میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا ---- "تمہیں اس شخص کے بارے میں اور کچھ معلوم ہے؟"

"نواز اصغر سے اب کون واقف نہیں۔ ہوریشو کو اس کے خواب آتے ہیں اور وہ بے تحاشہ قتل عام شروع کر دیتا ہے۔ وہ ہر اس شخص کو مار ڈالتا ہے جس پر اسے نواز کا دھوکا ہو۔"

"ہوں۔ ابھی تو اس کی اور بری حالت ہوگی گوریا۔ دیکھتی رہو۔ لیکن خود اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے ایک بات بتاؤ" گوریا نے کہا۔

"کیا تم نواز اصغر ہو؟"

"ہاں گوریا، میں نواز اصغر ہوں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ گوریا کی حالت سے میں متاثر ہو گیا تھا اور اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اب اس سے خود کو چھپانا حماقت تھی۔ میرے جواب میں گوریا پر سکتہ سا ہو گیا۔ وہ میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"تب تم میری مدد کرو نواز۔ تب تم...... میری مدد کرو۔"

"بولو کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس جرم کی پاداش میں ضرور ماری جاؤں گی۔ مجھے نہ جانے کیوں اب تک زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں ماری جاؤں گی۔ ہوریشو جس قدر خوفناک ہے، وہ میں جانتی ہوں۔ اگر تم وہ خطرناک انسان نہ ہوتے جس سے وہ بھی خوفزدہ ہے تو میں تم سے مدد کی درخواست نہ کرتی۔ کیونکہ کوئی عام آدمی اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم...... تم میری مدد کرو نواز"

"نکلنا چاہتی ہو اس کے چنگل سے؟"

"ہاں" گوریا نے جواب دیا۔

"ہمیشہ کے لیے؟"

"ہاں نواز۔ ہمیشہ کے لیے۔ اگر تم...... تم......"

"ہوں" میں نے چند ساعت سوچا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "تمہارا فون تو ٹیپ ہوگا؟"

"کیا مطلب؟"

"ممکن ہے کسی شبہے کی بناء پر اسے ٹیپ کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے تمہیں اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر کوئی شبہ ہو۔"

"اوہ، میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی۔ ویسے میری نگرانی ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے چند لوگوں کو دیکھا ہے۔"

"کہیں سے فون کیا جا سکتا ہے؟" میں نے گوریا سے پوچھا۔ وہ کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر بولی:

"ہاں۔ کیا جا سکتا ہے۔"

"برابر والے فلیٹ سے۔ وہ دونوں میاں بیوی ملازمت کرتے ہیں فلیٹ کی چابی مما کو دے جاتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی پہلے آئے تو چابی لے لے۔"

"تب ٹھیک ہے اٹھو" میں نے کہا اور گوریا اٹھ گئی۔ اب اس کے اندر زندگی دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ چند ساعت بعد ہم برابر والے فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے میں نے میڈینو فون کیا اور ہراتا سے بات کی۔

"چند ساعت بعد ہراتا کی آواز ابھری "ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟" اس نے کہا۔ ذہین شخص تھا۔ فرانسیسی زبان ہی میں بول رہا تھا۔

"لارل اسپیکنگ!"

"میں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ ہو بھی کون سکتا ہے؟ کہو!"

"پتہ نوٹ کرو ڈیئر اور جلد از جلد یہاں پہنچ جاؤ" میں نے گوریا کے فلیٹ کا پتہ بتایا اور پھر آخر میں بولا "وہ بکس لے آنا جس میں جادو کی کھوپڑی موجود ہے اور جو شکلیں بدل دیتی ہے۔"

"سمجھ گیا چیف" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں گوریا کے ساتھ واپس اس کے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ گوریا اس کاروائی کے دوران سحرزدہ سی رہی تھی۔ اپنے فلیٹ میں آ کر وہ ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکا کر بولی:

"میں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے مسٹر نواز۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کون سا سلوک مس گوریا؟"

"میں نے آپ کو...... آپ کو...... اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اوہ' سب ٹھیک ہے گوریا بلکہ یقین کرو کہ تمہارے اس سلوک کی بنا پر میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کیا؟"

"ایں۔۔۔۔۔ کیوں؟" وہ حیران رہ گئی۔

"تمہارے انداز سے عورت کی بے بسی ٹپکتی تھی۔ تم اپنی اس حالت کا ذمہ دار مجھے سمجھتی تھیں نا؟"

"اوہ نواز...... نواز مجھے معاف کر دو" وہ میرے نزدیک آ گئی اور پھر اس نے میرے سینے میں سر چھپا لیا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں گوریا۔ میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی کدورت نہیں ہے۔ تم اس منظر کو ذہن سے نکال دو"۔

"کیا پیو گے نواز؟ تم نے شراب نہیں پی"۔

"بس کچھ نہیں۔ اپنی پسند کی قیمتی چیزیں سمیٹ لو"

"کیا مطلب؟"

"اب تم یہاں نہیں رہو گی۔ اس کے علاوہ سوالات کر کے میرا دماغ نہیں چاٹو گی" میں نے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات نظر آنے لگے"۔

"لیکن یہاں سے نکل جانا اتنا آسان نہ ہو گا" وہ بولی۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ سوالات کرنا منع ہے" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر بیل سنائی دی اور میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ گوریا بھی اٹھ گئی۔ تب اس نے کہا:

"اوہ' مما کوئی ہے باہر"

"گوریا تم جاؤ۔ جو شخص آیا ہے' اسے ساتھ لاؤ"۔

میں نے کہا اور گوریا جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہراتا کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ہراتا بدستور فرانسیسی بوڑھے کے روپ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا۔

گوریا تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی عورت بھی حیران نظر آ رہی تھی۔

"دروازہ بند کر دیا ہے گوریا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن یہ۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔"

"یہ میرے دوست ہیں" میں نے جواب دیا اور گوریا خاموشی سے ہراتا کو دیکھنے لگی۔

ہراتا اندر آ گیا تھا۔ پھر ہم نے دروازہ بند کر دیا اور میں نے گوریا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا:

"گوریا۔ میں تمہارا چہرہ' بدلنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد تمہاری ممی کا بھی میک اپ کرنا پڑے گا"۔

"کک کیا مطلب؟" گوریا نے تعجب سے کہا۔

"میک اپ" میں نے کہا اور ہراتا نے میک اپ بکس میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے میک اپ بکس کھولا اور اس کے مختلف لوشن وغیرہ چیک کرنے لگا۔ پلاسٹک کے ٹکڑے جس سے چہرے کے خدوخال تبدیل کیے جا سکتے تھے' ہر چیز موجود تھی۔

گوریا تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ پھر میں نے اسے سامنے بٹھا لیا اور اس کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

گوریا کے خدوخال میں تبدیلی آتی جا رہی تھی۔ اس کے گال کچھ اور پھول گئے تھے۔ ٹھوڑی بھی قدرے موٹی کر دی گئی تھی لیکن اس قدر کہ اس کی خوشنمائی برقرار رہے۔ ہونٹوں کے ابھار بڑھا دیے گئے تھے اور ناک بھی ہلکی سی موٹی کر دی گئی تھی۔

چند ساعت کے بعد گوریا کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ میں نے اس کے رنگ میں بھی ہلکے سے کلر ٹچ دیے تھے اور وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ پھر میں نے اس کے بالوں کے اسٹائل کو اپنے ہاتھوں سے تبدیل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے آئینہ گوریا کے سامنے کر دیا۔

ظاہر ہے اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو اس سے قبل ہراتا کی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی خوشی جھلکنے لگی تھی۔ وہ خود کو آئینہ میں دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی:

"اوہ مسٹر نواز۔ آپ نے تو...... آپ نے تو......"

"ہاں گوریا۔ اب وہ لوگ تمہیں نہیں پہچان سکیں گے"۔

"آپ' میں کس انداز میں آپ کا شکریہ ادا کروں"۔

"کسی انداز میں بھی نہیں۔ بس تم اپنی مما کو بلاؤ" اور...... گویا اپنی مما کو بلانے کے لیے اٹھ گئی لیکن اس دوران اس کی مما خود کمرے میں داخل ہوئی۔ اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

گوریا ہنس کر بولی:

"مما یہ میں ہوں' تمہاری گوریا"۔

"کک۔۔۔۔۔ کیا۔۔۔۔۔؟"

"بوڑھی متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی "مم مگر......"

"ہاں مما یہ میرا نہیں' ان کا کمال ہے اور سنو یہ ہمارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ تم ان کے ساتھ جو سلوک کرتی رہی ہو' وہ اچھا نہیں رہا ہے لیکن تم یوں سمجھو کہ خدا نے ہماری مدد کے لیے فرشتے بھیجے ہیں۔ یہ ہماری مدد کریں گے مما اور ہمیں یہاں سے نکالیں گے" گوریا نے کہا اور بوڑھی تعجب سے ہمیں دیکھنے لگی۔ پھر بولی:

"کیا...... کیا یہ درست ہے" بوڑھی عورت نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تب وہ میرے نزدیک آئی............ اور میرے کالر کو پکڑتے ہوئے بولی "خدا کے لیے ہمیں اس مصیبت سے نکالو۔ ہم زندگی سے تنگ آ چکے ہیں۔ ہم...... ہم موت چاہتے ہیں۔ ہمیں کہیں لے جا کر قتل کر ڈالو لیکن ہمیں اس مصیبت سے نکالو"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوڑھی کے انداز میں بڑی بے بسی تھی اور میں اس بے بسی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنی بچی کی زندگی چاہتی تھی اور ایک بے بس ماں اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور بولا:

"مماتم بالکل بے فکر رہو۔ اب نہ تو وہ لوگ گوریا کا کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ ہی تمہارا۔ بس میں تمہیں یہاں سے لیے جا رہا ہوں"۔

"چلو میں تیار ہوں۔ ہاں میں تیار ہوں" بوڑھی جلدی سے بولی۔

"نہیں مما۔ ایسے نہیں۔ تم نے دیکھا گوریا کی شکل بدل گئی ہے۔ میں تمہاری بھی صورت تبدیل کروں گا"۔

"تم میری...... مگر کیسے؟...... یہ ہوا کیا ہے؟"

"بس تم میرے سامنے بیٹھ جاؤ اور تھوڑی دیر کے بعد تماشہ دیکھنا"۔

بوڑھی عورت نے میرے حکم کی تعمیل کی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں اس کے چہرے کی مرمت میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اس کے بڑھاپے کو مدنگاہ رکھا تھا۔ ظاہر ہے میں اسے کوئی جوان لڑکی نہیں بنا سکتا تھا۔ ہاں البتہ میں نے اس کی ناک گہری سرخ کر دی تھی۔ گالوں کے غار بھی تھوڑے سے بڑھا دیے تھے اور پلکیں کافی جھکا دیں۔ اس طرح اس کے خدوخال میں خاصی تبدیلی آ گئی تھی۔ اب وہ فرانسیسی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے گوریا سے اس کے لیے ایک لمبی فراک طلب کی اور گوریا نے میرے حکم کی تعمیل کی۔

بوڑھی کو فراک پہنانے کے بعد اس کے سر پر خاص طور پر ایک اسکارف باندھ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے اچھے لباس میں نظر نہیں آئی تھی اور معمولی سے لباس میں تھی لیکن اب فیشن ایبل بوڑھی نظر آتی تھی۔ بوڑھی نے اپنی شکل دیکھی اور مجھے ہنسی آ گئی۔ بوڑھی شرما گئی تھی۔

"کیا خیال ہے مما۔ اب تم کیسی لگ رہی ہو؟"

"مم...... میں کیا کہوں" بوڑھی نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے ہراتا کی جانب دیکھا۔

"ہیلو اولڈ بوائے' کیا خیال ہے بوڑھی عورت تمہارے لیے کیسی رہے گی؟"

"کک۔ کیا مطلب؟" ہراتا متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"بس میں نے تمہارا جوڑا لگا دیا ہے۔ اب تم بڑی بی کو ساتھ لو اور ان کے بازو میں بازو ڈال کر ٹہلتے ہوئے نکل جاؤ"۔

"اوہو" ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو یہ چکر ہے!"

"ہاں یار' انہیں یہاں سے لے جانا ہے"۔

"مگر کہاں مسٹر لارل؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اپنی قیام گاہ۔ فی الحال یہی مناسب رہے گا اور کوئی بھی تم دونوں کو دیکھ کر حیران نہ ہو گا۔ بس زیادہ سے زیادہ لوگ یہی سوچیں گے کہ تم نے اپنی مادہ بلا لی ہے" میں نے کہا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

"تھینک یو مسٹر لارل۔ ویسے میں آپ کے انتخاب کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنے دوست کے لیے جو سوچا' بہتر سوچا ہو گا"۔

"بس اب جاؤ" میں نے کہا۔

"آئیے محترمہ! ہراتا نے مسخرے پن سے کہا اور میک اپ کا تھیلا کندھے سے لٹکا لیا۔ پھر اس نے بوڑھی مما کا بازو پکڑا اور وہاں سے نکل گیا۔ گوریا کی آنکھوں میں خوشی بھی تھی اور آنسو بھی۔ اس نے صرف ایک پرس اٹھایا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ساتھ نہیں لی تھی۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کرتے رہے اور پھر ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ گوریا نے فلیٹ کو تالا بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ لفٹ میں داخل ہو گئی اور لفٹ نے ہمیں نچلی منزل پر چھوڑ دیا۔

میں گوریا کی کمر میں ہاتھ ڈالے عمارت سے باہر نکلا اور پھر ٹہلنے کے انداز میں میں ایک طرف چل پڑا۔ میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا تھا تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی احساس نہیں ہے۔ گوریا البتہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کی چال میں ہلکی لڑکھڑاہٹ بھی تھی۔ میں نے مخاطب کیا:

"مس گوریا۔ آپ کی چال میں خوف کی جھلکیاں ہیں۔ میرا خیال ہے' آپ کا یہ خوف مناسب نہیں ہے"۔

"کوئی ٹیکسی روکو نواز" گوریا نے کہا۔

"آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا جو آپ کی نگرانی کر رہے ہیں؟"

"نہیں کوئی نظر نہیں آیا"۔

"چلتی رہیں مس گوریا۔ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر۔ ابھی ہم دور تک پیدل چلیں گے۔ اس کے بعد ٹیکسی لیں گے"۔

"اوہ اچھا" گوریا نے کہا اور پھر ہم چلتے رہے۔ میری نگاہیں بھی...... اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں ایک ایک چہرے کو دیکھ رہا تھا لیکن ابھی تک تعاقب وغیرہ کا شبہ نہیں ہوا تھا۔

"کافی دور نکلنے کے بعد میں نے مخالف سمت سے آتی ایک ٹیکسی کو روکا۔ اور ہم دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور کو ایک تفریح گاہ چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔ ٹیکسی میں بھی میں نے تعاقب پر پوری نظر رکھی تھی لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ نگرانی نہیں ہو رہی ہے اور ہم نے انہیں کامیاب دھوکا دیا ہے۔ پھر تفریح گاہ میں چہل قدمی کے دوران بھی میں نے اس بات کا خیال رکھا اور پوری طرح مطمئن ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گوریا کے ساتھ اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ گوریا کی آنکھوں سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا:

"مما کہاں ہے؟"

"قریب ہی کے ایک کمرے میں"۔

"میں ان سے مل سکتی ہوں؟"

"مل لیں۔ آئیے" میں نے کہا اور اسی وقت میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی "کون ہے؟" میں نے کہا "اندر آ جاؤ" اور ہراتا اندر داخل ہو گیا۔

"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہیلو مسٹر لارل! آپ لوگ تشریف لے آئے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔ خیریت ڈیر؟"

"ہاں سب خیریت ہے۔ بس وہ محترمہ میرا خیال ہے ان کے منہ میں مشین لگی ہوئی ہے۔ میں کم بولنے والا ہوں مسٹر لارل۔ اب تو میرا زبان ہلانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا۔ اپنی فطرت کے خلاف اس وقت سے مسلسل بول رہا ہوں" ہراتا نے کہا اور میرے ساتھ گوریا بھی ہنس پڑی۔

"ہاں 'مما عرصہ سے خاموش تھی۔ اب وہ کسر پوری کر رہی ہے"

"لیکن مادام! میں ایک سوال کا جواب سو سو مرتبہ دے چکا ہوں۔ اب بتایئے میں کیا کروں؟" ہراتا نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ عرصہ اور صبر کر لو ڈیر۔ ہم بہت جلد کوئی بندوبست کر لیں گے۔ وہ ہیں کہاں؟"

"کمرے میں موجود ہیں۔ کئی بار بے بی کو پوچھ چکی ہیں اور میں باہر آ کر آپ کے کمرے کو دیکھ چکا ہوں"۔

"تم انہیں یہاں پہنچا دو" میں نے کہا اور ہراتا جلدی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بوڑھی میرے کمرے میں آ گئی۔ در حقیقت وہ بولنے کی مشین تھی۔ ذرا سی دیر میں اس نے ہزاروں سوالات کر ڈالے۔ ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہیں رہی تھی۔ سوال پہ سوال۔ لیکن مجھے اس پر غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ اس کے سوالات زیادہ تر اپنی بیٹی کے بارے میں تھے۔

وہ پوچھ رہی تھی کہ اب تو ان کو خطرہ نہیں ہے۔ کیا انہیں ان خطرناک لوگوں سے نجات مل گئی ہے اور ہمارے مہربان کون ہیں جنہوں نے ہماری مدد کی ہے؟ اس قسم کے بے شمار سوالات جس میں اس کی زبان نہ تھک رہی تھی۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!